بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح

سلسلہ مطبوعات ''معارف اسلامیہ ٹرسٹ'' نمبر ۲

مشکوٰۃ النّبوت

۷

تصنیف منیف

حضرت سید شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

مترجم

ابوالحسین السید وحید القادری عارفؔ (بی. یس. سی.) خلف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری مدظلہ

باھتمام

سید نصیر الدین بسملؔ قادری ابوالعلائی

معتمد اعزازی انجمن معین الملۃ ومعارف اسلامیہ

سن اشاعت ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

سلسلہ مکتوبات "معارف اسلامیہ" ۳/

جلد ہفتم

مشکوٰۃ النبوت

(تصنیف منیف)

حضرت سید شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

(مترجم)

ابو الحسین السید وحید القادری عارف (بی ایس سی) خلف مولانا ابو الفضل سید محمود قادری مدظلہ

(باہتمام)

سید نصیر الدین بسمل قادری الوالعلائی
معتمد اعزازی انجمن معین الملۃ و معارف اسلامیہ

سن اشاعت ۱۹۸۵ء

ہدیہ بائیس ۲۲ روپیہ

تفصیلات اشاعت

سن اشاعت	۱۹۸۵ء
تعداد اشاعت	۵۰۰
قیمت	بائیس ۲۲ روپیے
کاتب	حبیب ہادی رفاعی

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

ملنے کے پتے

۱۔ ڈیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ 20-7-175 فتح دروازہ
۲۔ اسٹوڈنٹس بک ڈپو چارمینار ۳۔ حسامی بک ڈپو مچھلی کمان
۴۔ مکتبہ انوار مصطفےٰ شاہ علی بنڈہ روڈ ۵۔ الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ روڈ
۶۔ ادبی مرکز، اعجاز پرنٹنگ پریس ۷۔ دفتر انجمن معین الملت ڈیوڑھی اقبال الدولہ شاہ گنج

ترتیب

نمبر سلسلہ	اسماء	نمبر صفحہ
۱	**مشکوٰۃ سی ام**	
۱	حضرت سید شاہ عبدالمحی الدین قادریؒ	۱ تا ۲
۲	〃 سید شاہ عبداللطیف ثانیؒ	۲ تا ۷
۳	〃 سید شاہ عبداللطیف ثانیؒ ابن حضرت موسیٰ قادری کلاں	۸ تا ۱۲
۴	〃 سید سعدالدین محمدؒ	۱۳
۵	〃 سید شاہ حسن عبدالقادرؒ	۱۳ تا ۱۵
۶	〃 سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵-۱۶
۷	〃 سید شاہ علی صاحبؒ	۱۶-۱۷
۸	〃 شاہ عصمت اللہؒ	۱۷-۲۲
۹	〃 سید شاہ زین الدینؒ	۲۳-۲۵
۱۰	〃 سید شاہ عبدالرحمٰنؒ	۲۵-۲۶
۱۱	〃 شاہ نور شکر کوہیؒ	۲۶
۱۲	〃 شاہ کریم اللہ رازیؒ	۲۷
۱۳	〃 شاہ شہاب الدینؒ	۲۷-۲۸
۱۴	〃 شاہ کلیم اللہؒ	۲۹-۳۰
۱۵	〃 سید شاہ عنایت اللہ مجذوبؒ	۳۰-۳۵
۱۶	〃 شاہ امین الدین ثانیؒ	۳۵
۱۷	〃 شاہ میراں صاحب ثانیؒ	۳۶

نمبر سلسلہ	اسماء	نمبر صفحہ
۱۸	حضرت مرادشاہ دھوتیؒ	۳۶-۳۸
۱۹	〃 سید علی بخاریؒ	۳۸-۳۹
۲۰	〃 شاہ حبیب اللہؒ	۴۰-۴۲
۲۱	〃 شاہ مشیت اللہؒ	۴۲-۴۴
۲۲	〃 شاہ مخفیؒ	۴۴-۴۵
۲۳	〃 سید شاہ میراں حسینی ثانیؒ	۴۵
۲۴	〃 شاہ یوسف صاحبؒ	۴۶-۴۷
۲۵	〃 شاہ جاروبؒ	۴۸
۲۶	〃 شاہ عبدالنبیؒ	۴۹
۲۷	〃 شاہ اسداللہؒ	۵۰
۲۸	〃 شاہ خاکیؒ	۵۰-۵۱
۲۹	〃 شاہ یتیم پرہیسنہؒ	۵۱-۵۲
۳۰	〃 محمد خان صاحبؒ	۵۲-۵۶
	مشکوٰۃ سی ویکم	
۱	حضرت سید شاہ درویش محی الدین قادریؒ	۵۸ تا ۷۲
۲	〃 سید عبدالقادر ثانیؒ	۷۴-۷۷
۳	〃 سید محمد مدنیؒ	۷۷-۷۹

۴	حضرت سید شاہ امان اللہؒ	۷۹-۸۰
۵	〃 سید علیؒ	۸۰-۸۳
۶	〃 سید علی صاحبؒ	۸۳-۸۵
۷	〃 بادشاہ صاحبؒ	
۸	〃 شاہ امین صاحبؒ	۸۵-۸۶
۹	〃 شاہ شمس الدینؒ	۸۶-۸۷
۱۰	〃 شاہ ولی اللہؒ	۸۸-۸۹
۱۱	〃 شاہ عبدالفتاحؒ	۸۶ تا ۹۱
۱۲	〃 قادر بادشاہ صاحبؒ	۹۱-۹۳
۱۳	〃 شاہ ولی اللہؒ	۹۳-۹۴
۱۴	〃 شاہ قناعتؒ	۹۵-۹۶
۱۵	〃 شاہ عبداللہ	۹۶-۹۷
۱۶	〃 شاہ علی اکبرؒ	۹۷-۹۸
۱۸	〃 سید محمد مجذوبؒ	۹۸
۱۸	〃 شاہ جان اللہؒ	۹۹
۱۹	〃 شاہ ابوالحسن چشتیؒ	۹۹-۱۰۱
۲۰	〃 شاہ قادر صاحبؒ	۱۰۱-۱۰۲
۲۱	〃 قاضی میر خلیل خاںؒ	۱۰۲-۱۰۳
۲۲	〃 شاہ حسین قنوریؒ	۱۰۳-۱۰۴
۲۳	〃 شاہ فضل اللہؒ	۱۰۴-۱۰۵
۲۴	〃 شیخ محمد مخدوم محمد ہادی	۱۰۵-۱۰۶
۲۵	〃 شاہ غلام حسینؒ	۱۰۶-۱۰۷
۲۶	〃 سید شاہ عبدالوہابؒ	۱۰۷-۱۱۰
۲۷	〃 شاہ حسین مجذوبؒ	۱۱۱-۱۱۳
۲۸	〃 شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ	۱۱۳-۱۱۵
۲۹	حضرت شاہ امین الدین ثانی چشتیؒ	۱۱۵-۱۱۶
۳۰	〃 شاہ شیخنؒ	۱۱۶-۱۱۸

مشکوٰۃ نبوی دوم

۱	حضرت سید محی الدین محمدؒ	۱۱۹-۱۲۴
۲	〃 سید محی الدین احمدؒ	۱۲۴-۱۲۵
۳	〃 سید عبداللطیف ثانیؒ	۱۲۵-۱۳۶
۴	〃 سید شاہ محمدؒ	۱۳۶-۱۳۷
۵	〃 سید عبدالقادر عرف شاہ حضرتؒ	۱۳۸
۶	〃 سید محی الدین احمدؒ	۱۳۹
۷	〃 سید محی الدین عرف شاہ پیرانؒ	۱۳۹-۱۴۰
۸	〃 سید شاہ عبدالرزاقؒ	۱۴۰-۱۴۱
۹	〃 شاہ انوار اللہ عرف سید صاحبؒ	۱۴۲
۱۰	〃 سید عبداللہ دقیؒ	۱۴۲-۱۴۳
۱۱	〃 سید محی الدینؒ	۱۴۳-۱۴۴
۱۲	〃 سید قطب عالمؒ	۱۴۴-۱۴۵
۱۳	〃 سید شاہ محفوظؒ	۱۴۵-۱۴۶
۱۴	〃 داؤد پاشاہؒ	۱۴۶-۱۴۷
۱۵	〃 شاہ عبدالقادر مجذوبؒ	۱۴۷-۱۴۸
۱۶	〃 بادشاہ صاحبؒ	۱۴۸-۱۵۰
۱۷	〃 شاہ عبدالقادر چشتیؒ	۱۵۰
۱۸	〃 شاہ درویشؒ	۱۵۱
۱۹	〃 شاہ معصومؒ	۱۵۲
۲۰	〃 شاہ ظہور اللہؒ	۱۵۲-۱۵۳

۲۱ حضرت حاجی شاہ محمد رح ۱۵۳-۱۵۴
۲۲ 〃 شاہ حمید اللہ رح ۱۵۴-۱۵۵
۲۳ 〃 شاہ عبدالغنی رح ۱۵۵
۲۴ 〃 شاہ نوراللہ رح ۱۵۶-۱۵۷
۲۵ 〃 شاہ محی الدین رح ۱۵۷
۲۶ 〃 مولوی قمرالدین رح ۱۵۸
۲۷ حضرت شاہ افضل رح ۱۵۸-۱۶۱
۲۸ 〃 شاہ یٰسین غریب نواز رح ۱۶۱-۱۶۳
۲۹ 〃 شاہ ابراہیم رح ۱۶۳-۱۶۶
۳۰ 〃 شاہ عبدالرزاق رح ۱۶۶-۱۷۱
۳۱ 〃 شاہ عنایت اللہ رح ۱۷۲-۱۷۳
۳۲ 〃 شاہ بوریا ۱۷۳
۳۳ حضرت شاہ بندہ علی رح ۱۷۳-۱۷۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

بحمد اللہ اب تک (۵۲۱) اکابرین ملت کے حالات و ارشادات حیطۂ تحریر میں آچکے ہیں زیر نظر جلد میں (۹۱) زعماء کے حالات مرقوم ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر (۶۱۲) اصحاب رشد و ہدایت کے حالات نظر عام پر لائے گئے۔

خیال تھا کہ جلد ہفتم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہوگی لیکن باقی حصہ اور حضرت مصنف کے وقائع و حالات زندگی پر مشتمل ضمیمہ کو اس جلد میں شامل کیا جاتا تو ضخامت اور مصارف دو چند ہو جاتے اسلئے تصفیہ کیا گیا کہ ایک اور جلد کا اضافہ کر دیا جائے۔ یہ ساری جلدیں "معارف اسلامیہ" کے مالی تعاون سے طبع ہو رہی ہیں اگر اصحاب خیر اور اسلامی جذبہ رکھنے والے افراد "معارف اسلامیہ" کو اپنے گراں قدر عطایا سے مزید مستحکم کریں تو یکے بعد دیگرے نایاب اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

با کریماں کارہا دشوار نیست

مارچ سنہ ۱۹۸۵ء

ابو الفضل سید محمود قادری

بانیٔ انجمن محسین الملت و "معارف اسلامیہ"

مشکوٰۃ سی ام

ذکر شریف

قدوۂ ارباب دیں، زبدہ اصحاب متین، سید الاشجعین سیدنا سید شاہ عبدالمحی الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید شاہ محی الدین ثانی بن جناب عالی شاہ عبداللطیف لاابالی کے بڑے صاحبزادے تھے۔

صاحب رسالہ مکاشفہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شجاعت، بہادری اور قوت ظاہری میں بے نظیر تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز سوء اتفاق سے سلطان عبداللہ قطب شاہ کی سواری کے پیچھے جو توپ تھی وہ بارش کے زمانہ میں سنگم کے مقام پر ندی میں گر پڑی ہر چند کہ لوگوں نے پچاس بیل لگا کر اس کو باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی مجبوراً اس کو وہیں چھوڑ کر واپس ہونے کا ارادہ کیا حضرت ممدوح بھی وہاں موجود تھے آپ نے سبکو ایک طرف ہٹا دیا اور خود قوت ولایت حیدری سے اس توپ کو چودہ قدم تک کھینچتے ہوئے باہر لے آئے تمام حاضرین انگشت بدنداں رہ گئے اور آپ کی قوت بازو کی ستائش کرنے لگے۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب حضرت شاہ عبدالمحی الدین صاحب کو مرض موت لاحق ہوا تو حضرت شاہ محی الدین ثانی سیر سلوک میں مصروف تھے۔ حضرت عبدالمحی الدین نے بغرض بیعت آپ کو بہت تلاش کیا لیکن آپ کا کچھ پتہ نہ چلا اسی بناء پر اور شدت بیماری کے باعث حضرت عبدالمحی الدین قادری نے اپنے جد مادری سے بیعت حاصل فرمائی اور کچھ ہی دن بعد وہ کمسن صاحبزادوں کو چھوڑ کر عالم بقائی سمت رحلت فرمائی آپ کی تاریخ وفات ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۵ھ ہے آپ کی وفات پر بعد تجہیز و تکفین لوگوں نے نماز جنازہ ادا کرنی چاہی انہوں نے دیکھا کہ حضرت شاہ محی الدین ثانی صحرا سے تشریف لا رہے ہیں پس تھوڑی دیر توقف کیا گیا اور بعد ازاں حضرت مذکور کی اجازت سے نماز جنازہ ادا کی گئی۔

راوی ما تحریر کرتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد حضرت سید شاہ محی الدین ثانی آپ کو کسی معصوم بچہ کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالیا اور سید محمد عرف راجے صاحب بن سید میراں حسین الحموی کی مزار کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا جو آپ کے جد مادری کے بھائی ہوتے ہیں۔ دفن کے بعد حضرت شاہ محی الدین ثانی ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور ایک آہ کھینچی جس سے وہ درخت جل گیا۔

راوی مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالمحی الدین صاحب سے سید میراں حسین ثانی بن سید محمد راجے صاحب مذکور کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ سید میراں حسین سطور کی دو صاحبزادیاں تھیں جن کے منجملہ پہلی صاحبزادی حمیدہ سلطان حضرت سید عبدالمحی الدین کی زوجہ محترمہ تھیں اور دوسری صاحبزادی رابعہ سلطان سید سعد الدین محمد بن سید محی الدین احمد بن سید عبدالقادر عرف بڑے حضرت صاحب بلکاپوری سے منسوب تھیں۔ حضرت حمیدہ سلطان صاحبہ کے بطن سے دو صاحبزادے وجود میں آئے جنکے نام شاہ درویش محی الدین اور سید محمد مدنی تھے۔ رابعہ سلطان صاحبہ کے بھی دو صاحبزادے تھے ایک سید عبدالقادر ثانی عرف حضرت صاحب اور دوسرے سید محی الدین عرف بڑے صاحب حاصل کلام یہ کہ حضرت شاہ درویش محی الدین اور شاہ حضرت صاحب ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان میں کمال موافقت تھی۔ ان دونوں حضرات کے احوال انشاء اللہ تعالیٰ آگے نقل کئے جائیں گے

رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ علیہ

احسن مظہر ربانی، اشرف معاصر حقانی، سید المشائخ حضرت شاہ عبداللطیف ثانی

آپ حضرت سید شاہ محی الدین ثانی بن جناب عالی لاابالی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔

صاحب لطائف قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ جناب عالی لاابالی کے چاروں صاحبزادوں نے اپنے اپنے ایک فرزند کا نام اپنے پدر بزرگوار کے اسم گرامی کی مناسبت سے رکھا چنانچہ حضرت شاہ محی الدین ثانی نے آپ کی ولادت باسعادت پر آپ کا نام عبداللطیف ثانی تجویز کیا۔ جب آپ عالم شہود میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت شاہ محی الدین ثانی آپ سے لفظ "ابی" سے مخاطب ہوتے

جس کے معنی میرے والد ہوتے ہیں۔ آپ کا لقب شاہ صاحب تھا۔

صاحب مکاشفہ فرماتے ہیں کہ آپ نے علوم ظاہری و باطنی تمام تر اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے اور صاحب ارشاد ہو گئے۔ آپ سے تصرفات اور خوارق عادات کا اظہار ہونے لگا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز ایک شخص نے بر سبیل تذکرہ آپ سے حبس دم کا ذکر کیا حضرت نے خود بھی حبس دم کیا اور کافی دیر تک زمین سے ایک نیزہ کی بلندی پر ہوا میں معلق رہے بعد ازاں زمین پر تشریف فرما ہوئے اور اس شخص مذکور سے فرمایا کہ اے فلاں حبس دم اس طرح کیا جاتا ہے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک روز آپ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تصویر بطور ہدیہ پیش کی۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی نے تصویر ملاحظہ فرمائی اور اسے اپنے اس فرزند ارجمند کو مرحمت فرمایا اور کہا کہ بابا غلام لطیف اس تصویر کو بحفاظت رکھو یہ بوقت مراقبہ تمہارے کام آئے گی۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ غلام کو مراقبہ اور معائنہ میں ہر وقت اس صورت مبارکہ کا تصور رہتا ہے جو بہت کافی ہے اسلئے تصویر کے ذریعہ بزرگوں کے تصور کی حاجت نہیں۔ اب جبکہ آپ اسے عنایت فرما رہے ہیں تو میں اسے تبرکاً اپنے پاس رکھ لوں گا۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی یہ کلمات سنکر بہت مسرور ہوئے وہ خرقہ جو اس وقت آپ زیب تن کئے ہوئے تھے اتار کر آپ کو مرحمت کر دیا اور اس روز سے آپکی خلافت اور مخصوص خاندانی نعمتوں سے سرفراز کیا یہی وجہ ہیکہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

گر تو ذات پیر را کردی قبول ٭ ہم حق اندر دانش آید ہم رسول
ہر کہ اول ذات پیر خود شناخت ٭ با خدا آخر تواند عشق یافت
ہر کہ او عاشق نشد بر روئے پیر ٭ از خدا ہرگز نشد نعمت پذیر
چوں کلید نام پیر آید بدست ٭ بر کشاید قفل بر گنجے کہ بست
بلکہ اول واجب آید بر مرید ٭ تا بسازد نام پیر خود کلید

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد جادۂ مشیخت و سجادگی پر جلوس فرما ہوئے اور مریدوں کو دست بیعت دینا شروع کیا تو ایک عالم آپکے فیض ہدایت سے بہرہ مند ہوا۔ آپ پر مراقبہ فناء توحید کا اس درجہ استیلا تھا کہ ایک روز حضرت غلبۂ حال میں تھے کہ ایک شخص نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا حضرت جس مقام پر تشریف فرما تھے معاً وہاں سے

غائب ہوگئے وہ شخص آپ کے بستر مبارکہ وغیرہ پر آپ کو تلاش کرنے لگا لیکن آپ کے وہاں موجود ہونے کے کچھ آثار نظر نہ آئے حیرت واستعجاب سے اس نے کلمۂ سبحان اللہ والحمد للہ و لاالٰہ الا اللہ پڑھا فوراً حضرت اپنے بستر پر موجود نظر آئے اور ارشاد فرمایا کہ صوفی کی دو حالتیں رہتی ہیں ایک ابوالوقت اور دوسری ابن الوقت اسلئے اس طائفہ کے بزرگوں کے آگے کوئی بات بلا تامل نہیں کہنی چاہیئے ۔

جب حضرت شاہ عبداللطیف اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے تو اس وقت شاہ محمد کلاں ابن شاہ عبدالقادر عرف شاہ عبدالحلیم بقید حیات تھے جن کا ذکر اس سے پیشتر نقل کیا جا چکا ہے شاہ عبداللطیف ثانی صاحب موصوف کے ہم صحبت رہے اور راہ سلوک کے اکثر دقایق ان کی ذات سراپا سے تکمیل فرمائے اور شاہ صاحب موصوف سے خرقہ اجازت بھی حاصل کیا الغرض حضرت کے کمالات قید تحریر میں نہیں آسکتے ۔ آپ (۱۷) سال تک اپنے والد ماجد کی مسند ارشاد پر متمکن رہے اور ہر سال آپ کے والد شریف کے صندل کے روز آغاز سے انجام تک حضرت پر جذب کا غلبہ رہتا آپ کے منہ سے کف جاری رہتا ۔ چار اونٹوں پر صندل لایا جاتا اور آپ صندل اپنی پشت پر رکھ کر لوگوں سے کہتے کہ میری پیٹھ پر اس کی مالش کردو اور کبھی عین صندل مالی کے وقت مستغرق ہوجاتے یعنی صندل کا پیالہ آپ کے ہاتھ میں رہتا اور آپ جام عشق سے مست ہوجاتے ۔ جب افاقہ ہوتا تو فرماتے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کی بالیں پر بصد نیاز صندل مالی کی اور کبھی فرماتے کہ میں نے حضرت کے قدم مبارک پر صندل رکھدیا ۔ اکثر اوقات پدر بزرگوار کی مرقد کے گرداگرد پھرتے اور کہتے کہ میرے والد مجھے دیکھنے نہیں دے رہے ہیں ۔

حاصل تحریر اور مقصود سخن یہ ہے کہ جب حضرت نے عزم رحلت فرمایا تو آپ کے تین انجب صاحبزادے تھے کیونکہ انکی والدہ اُمّ ولد تھیں اسلئے آپ نے اپنے حقیقی بھتیجے حضرت شاہ درویش محی الدین بن عبدالحی الدین رحمۃ اللہ علیہما کو خرقہ خلافت اور اپنے پدر بزرگوار کے روضہ کی نعمت سجادگی عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ بابا درویش محی الدین یہ نعمت غیر مترقبہ تمہارے والد کی رحلت کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی تھی یہ درحقیقت تمہارے والد کا حق تھا ۔ اب حق حقدار کو پہونچ رہا ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنا وہ خرقہ جو اس وقت آپ زیب تن کئے ہوئے تھے اتار کر شاہ درویش محی الدین قادری کو پہنادیا اور اپنے پدر بزرگوار کے سارے نقشی جبے بھی اپنے بھتیجے کو پہنائے اور ان سے آداب طریقت بجالائے ۔

اسکے بعد آپ نے اپنے صاحبزادوں کے متعلق وصیت فرمائی اور کہا کہ یہ ابھی بچے ہیں اگر سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد ان میں لیاقت پیدا ہو تو ان کو اپنی بیعت سے سرفراز کرنا تاکہ یہ بھی تمہارے کام میں شریک ہوجائیں بالآخر کچھ روز فریش رہنے کے بعد بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۲ھ بوقت عشاء آپ جان بحق تسلیم ہوئے۔ آپ نے دو دفعہ بآواز بلند لفظ "حق" ادا کیا اور جب تیسری دفعہ "حق" کہنے لگے تو اسی حالت میں قفس عنصری سے روح پرواز کرگئی۔

راوی کا بیان ہے کہ رحلت کے بعد آپ کا چہرۂ مبارک اس قدر درخشاں تھا کہ کسی کو آپکی وفات کا یقین نہ آتا تھا۔ جب بہت تفحص کیا گیا تو آپ کی آنکھیں نمایاں طور پر گردش کررہی تھیں لیکن سانس کی آمد و شد نہ ہونے سے پتہ چلا کہ حضرت رحلت فرماچکے ہیں۔ حضرت کو آپ کے پدر بزرگوار شاہ محی الدین ثانی کی مرقد سے کچھ قدم کے فاصلہ پر دفن کیا گیا۔

مؤلف عاصی عرض پرداز ہے کہ سنہ ۱۲۱۹ھ میں اس عاصی خاکروب آستان نے خواب میں دیکھا کہ عاصی حضرت شاہ محی الدین ثانی کے روضہ اقدس میں حاضر ہے اور مزدور حضرت شاہ عبداللطیف ثانی کی مرقد کی تعمیر میں مشغول ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ کارپرداز مزدور حضرت کی قبر انور کو اطراف و جوانب سے شق کرکے چاہتے ہیں کہ مزار کے سنگ سقف کو ہٹایا جائے تاکہ حضرت کی لاش مبارک نمایاں ہوجائے اس فقیر آستان کی بھی یہی خواہش تھی لیکن بعد ازاں مجھ پر خوف طاری ہوا کہ نہ جانے میت شریف کس حالت میں ہو اسلئے ایسا عمل مناسب نہیں۔ لیکن میں نے ہمت کرکے مزار کی تین کڑیاں اپنے ہاتھ سے ہٹائیں۔ میں نے دیکھا کہ قبر میں آپ کی نعش مبارک سفید اور رنگین کپڑوں میں اسطرح لپٹی ہوئی ہے جس طرح کے آثار شریف کو کپڑے میں لپیٹ باندھ دیا جاتا ہے میں نے خیال کیا کہ شائد یہ کپڑے میت کی حفاظت کے لئے رکھے گئے ہیں میں نے بکمال خوف و ادب ایک دو کپڑے اسطرح ہٹائے جس طرح کہ آثار شریف کی باادب تمام زیارت کی جاتی ہے۔ ہر کپڑا اسکے ہٹاتے وقت خوف محسوس ہونے لگا کہ نہ جانے کیا نظر آئے میں نے تیسرا کپڑا اٹھایا بھی نہ تھا کہ ایک پردہ نشین خاتون جسے میں جانتا ہوں میرے اوپر سے مثل صورت نماز دوزانو بیٹھ کر کپڑے ہٹانے میں مجھ سے سبقت کرنے لگیں۔ مجھے خیال آیا کہ شائد ایک دو کپڑے اور رہ گئے ہوں اسلئے میں نے اسے منع کیا اور کہا کہ تم یہاں سے دور رہو اور ایسی گستاخی کی جرأت نہ کرو۔ وہ دور چلی گئی اس کے بعد اس خاکروب آستان نے جو قبر کی بائیں جانب کھڑا تھا خیال گذرا کہ یہ دو کپڑے نہیں کھولنا چاہیئے ہوسکتا ہے

کہ حضرت کی نعش مبارک اسی میں پوشیدہ ہو اس خیال سے میں بارِ خاطر ہوگیا لیکن میرا دل بے اختیار ہوگیا اور میں نے اس محبوبِ حق کے چہرۂ ضیاء پوش سے وہ دونوں کپڑے ہٹادئے میں نے دیکھا کہ حضرت کا روئے مبارک قبلہ کی جانب ہے اور آپ اپنے سیدھے پہلو پر محوِ خواب ہیں۔ حضرت کا جمال مبارک نمایاں ہوگیا۔ میں نے اپنے زانوؤں پر کھڑے ہوکر اس خیال سے آپ کے روئے تاباں کا دیدار کیا کہ حضرت کا جمال پر انوار کماحقہ دیکھ سکوں اور اسے ذہن نشین کرکے کسی مصور سے تصویر کھنچوائی جاسکے میں انہی خیالات میں مستغرق تھا کہ حضرت نے پہلو تبدیل کیا اور آپ کی یہ حرکت بالکل اسی طرح محسوس ہوئی جس طرح کوئی شخص نیند کی حالت میں کروٹ بدلتا ہے۔ الغرض آپ کے کروٹ لینے سے چہرۂ مبارک اس خاکروب آستاں کی جانب ہوگیا۔ جیسے ہی میری نظر اس جمالِ باکمال پر پڑی آپ کی صورت میرے دل میں اس طرح نقش کرگئی جس طرح پتھر پر نقش ہوجائے۔ بفضلِ الٰہی جیسا کہ میری دلی تمنا تھی میں نے بغور و ادراک تام دیکھا کہ حضرت کے چشمہائے مبارک محوِ خواب تھیں۔ آپ کے چہرہ کے اطراف سفید ریش مبارک گنجان تھی اور آپ کے دونوں ابرو سیاہ نظر آئے۔ یہ ابرو۔ نہ بہت طویل تھے اور نہ بہت مختصر اور آپ کی ناک چہرہ کے وسط میں نہ بہت بلند تھی اور نہ پست آپ کے رخسار مبارک نہ بہت ابھرے ہوئے اور نہ بہت چپٹے ہوئے تھے اور آپ کے دونوں کان کی لولکیاں بڑی اور گوہر آویزاں کی مانند تھیں۔ پیشانی میانہ تھی آپ کا سر مبارک چھوٹا تھا۔ اور تالو پر بال نہ تھے۔

الغرض حضرت کا جمال جہاں آرا میرے مشاہدہ قلبی میں آیا اور تاحال اسی طرح حاضر و ناظر ہے انشاء اللہ تعالیٰ جب تک نفس کی آمد و شد کا سلسلہ باقی رہے گا اس وقت تک یہ تصویر میرے دل میں رہے گی۔ حاصل تحریر یہ کہ آپ اس طرح محوِ خواب تھے کہ آپ کے دیدہ ہائے مبارک کی گردش پپوٹوں میں سے علانیہ محسوس ہو رہی تھی جیسے کہ حالت بیداری میں اور ممکن ہے کہ آپ آنکھیں کھولدیں اور اٹھ بیٹھیں جس سے شریعت میں رخنہ اندازی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جس طرح کفن کے پارچہ جات یکے بعد دیگرے کھولے تھے اسی طرح لپیٹ دئے اس وقت قریب تھا کہ حضرت اپنی آنکھیں کھولدیں آپ اس طرح استراحت فرما تھے کہ تنگ جگہ پر جس طرح لوگ پاؤں موڑ کر اور سر جھکا کر سوجاتے ہیں میں نے دل میں عرض کیا کہ بالائی جانب کھلی جگہ ہے حضرت آرام سے آرام فرما سکتے ہیں یہ خیال آنا تھا کہ آپنے اپنے پاؤں دراز فرمادئے

اور اپنے خمیدہ سر کو پھر سیدھا کر لیا اس وقت اس غلام نے آپ کے سرہانے کا تکیہ اوپر ہٹایا جس پہ آپ نے سر رکھا اور پاؤں دراز کر دئے اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ تہہ بند باندھے ہوئے ہیں اور آپ کی پنڈلیاں اور ہاتھ کی کلائیاں دراز ہیں اس کے بعد آپ پھر محوِ خواب ہو گئے اور میں نے کفن آپ کے روئے مبارک پہ کھینچ دیا اور قبر شریف سے باہر آ گیا اس کے بعد چند اور واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے ۔ میں بیدار ہو گیا ۔ اور مجھے خیال گذرا کہ اس خواب سے پہلے میں نے آپ کی مزار مقدس کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا اور اپنے دل میں کہا تھا کہ اگر مجھ سے یہ خدمت لینی منظور ہو تو حضرت اشارہ فرمائیں گے ۔ اس خواب سے چار مہینے پیشتر بھی میں نے دیکھا تھا کہ آپ تنگ مزار میں آرام فرما ہیں اور اس غلام عاصی سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ اے فلاں میری خوابگاہ بہت کوتاہ ہے ۔ اسی تاریخ سے مجھے حضرت کی مزار مبارک کی تعمیر کا ارادہ تھا ۔ چنانچہ جب مجھے بتاریخ ۱۱ر شوال المکرم ۱۲۱۹ھ یہ دوسرا مکاشفہ باطنی ہوا تو تسکین خاطر ہوئی اور دوسرے روز یعنی ۱۲ر شوال کو میں نے مزدوروں کو بلوایا اور آداب بجا لا کر مزار انور کی تعمیر کی ابتدا کی یعنی پرانی مزار کو درمیان میں لے کر اس کے اوپر نئی مزار تعمیر کروا دی ۔ ابھی تعمیر چل رہی تھی کہ حضرت کے پوتے سید حسین صاحب اپنے جد امجد کی زیارت کے لئے حیدر گوڑہ سے تشریف لائے جب انہوں نے نئی مزار دیکھی تو حیرت کا اظہار کیا ۔ میں نے کہا اے سید بزرگ میاں نے یہ حرکت حضرت کے ارشاد کے مطابق کی ہے ورنہ میری کیا مجال تھی کہ میں یہ جرأت کرتا ۔ وہ میرے جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور کہا کہ اگر یہ کام حضرت کے حسب منشا ہوا ہے تو اس کی دلیل یہ ہوگی کہ تم کو ایک فرزند تولد ہو جس کی ہم سب کو بڑی تمنا ہے میں اس وقت مزار کے پائیں ایستادہ تھا ان کی یہ گفتگو سن کر میں حضرت سے رجوع ہوا اور دل میں عرض کیا کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپکے اس فرزند کے سامنے مجھے شرمسار ہونا پڑے اگر میرا خواب سچا تھا تو اس کا بیّن ثبوت یہ ہوگا کہ آپ کے صاحبزادے کی تمنا پوری ہو جائے الحمد للہ علی کل حال کہ ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ غلام شاہ عبد اللطیف الثانی عرف شاہ صاحب مدعمرہٗ وقدرہٗ اپنی والدہ کے شکم میں قرار پا گئے اور نو مہینے کی مدت کے بعد بتاریخ ۱۹ر رجب المرجب ۱۲۲۰ھ متولد ہوئے یہ اسی مزار انور کی تصرف ظاہرہ اور خرق باہرہ تھی جو ایک سال سات مہینے کے بعد ظاہر ہوئی صدق اللہ ورسولہ واولیائہ و الحمد للہ علی نعمائہ

رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

اشرف عرفاء زمانی، افضل اصحاب معانی، فخر زمانہ، سید شاہ عبداللطیف ثانی بن سید شاہ موسیٰ قادری کلاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بڑے پیر کے عرف سے معروف تھے اور مادرزاد ولی تھے۔

صاحب لطائف قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ ایک روز آپ کی والدہ اپنے والدین کے گھر تشریف لے گئیں اور وہاں کچھ کھالیا جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے حضرت سلطان التارکین نے اس آلائش کو اپنی اہلیہ کے شکم میں رہنے نہ دیا اور اس کثافت کو موقع نہ دیا کہ وہ حضرت شاہ عبداللطیف کے ساتھ آپ کی والدہ کے بطن اطہر میں رہے اس لحاظ سے آپ لطیف مادرزاد تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ عالم وجود میں تشریف لائے اور جہان تاریک کو اپنے رخ روشن سے منور کر دیا تو حضرت سلطان التارکین نے آپ کا نام اپنے والد بزرگوار کے نام نامی پر تجویز کیا اور فرمایا کہ میرا یہ فرزند غلام لطیف ہے جب تک اس عالم میں رہے گا لطیف رہیگا اور جب عالم بقا کی جانب رجوع ہوگا تب بھی ایسی صفت سے متصف رہیگا۔ بیشک حضرت ایسے ہی تھے جس طرح کے آپکے والد ماجد نے ارشاد فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے آپکی وفات پر یہ مصرع تاریخی نذر کیا تھا کہ ؎

لطیف بُد لطیف آمد لطیف رفت

حضرت عبداللطیف ثانی نے اپنے پدر بزرگوار سے نعمت قادریہ و شطاریہ حاصل کی اور تھوڑے عرصہ ہی میں مقامات عالیہ پر فائز و متصرف ہوگئے۔ آپ اپنے والد کی وفات کے بعد انکی مسند ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے اور اپنی مشیخت بزرگی سے اس کو رونق تمام بخشی ایک عالم آپکے فیوضات کے باعث عارف ربانی ہوا آپ کے مریدین خاص و عام کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تھی آپ کی گذر بسر توکل پہ ہوا کرتی تھی۔ بادشاہ وقت سکندر ثانی نے دیہات کی سند بطور نذر آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کی کہتے ہیں کہ حضرت نے اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسی سند پر یہ مصرعہ لکھ کر واپس کر دیا کہ ؎

شاہ مارا دہ دہد منت نہد ٭ رزق ما رزاق بے منت دہد

آپ کے استغنا کا وہ عالم تھا کہ جسکے تحریر کرنے سے قلم عاجز اور زبان جسکو بیان کرنے سے قاصر ہے کہتے ہیں کہ آپ کے اخراجات اتنے تھے کہ روزآنہ تقریباً دو سو ہن خرچ ہوتے تھے ۔ آپ کو باغ کی سیر پسند خاطر تھی لباس بھی بہ تکلف تمام زیب تن فرماتے تھے جسکی انتہا یہ تھی کہ آپ کے پیراہن میں موتی ٹنکے ہوتے تھے اور آپ کا حقہ بھی زر و جواہر سے مرصع ہوتا تھا ۔ آپ جب سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو کبھی سات روز سے قبل واپس نہ ہوتے ۔ اس سیر میں آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہوتے ۔ چنانچہ ہر سیر میں کم و بیش چار ہزار ہن صرف ہوتے جن میں ہر ہن سات روپیہ کے برابر ہوتا ۔ اسکے باوجود آپ کے گھر کے توابعین کے اخراجات کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کے گھر میں اشیائے مایحتاج بھی نہ ہوتے یہاں تک کہ چراغ جلانے کے لئے تیل بھی میسر نہ ہوتا جب کبھی یہ حالت ہوتی تو ایک ضعیف درویشہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوتی کہ حضرت آج چراغ جلانے کے لئے تیل بھی موجود نہیں ہے تو حضرت فرماتے کہ اے فلاں خدائے تعالیٰ قادر اور مسبب حقیقی ہے وہ کچھ نہ کچھ انتظام فرمائے گا اسکے بعد آپ دریوزہ گری کیلئے نکلتے اور گداؤں کی طرح شہر دارالظفر بیجاپور کے تمام تیلیوں کی دوکانوں پر جاکر دست سوال دراز کرتے اور ان سے فرماتے کہ تم لوگ دوکان سے نیچے نہ آؤ دیگر گداگروں کو دوکان پر بیٹھے بیٹھے کچھ دے دیا کرتے ہو اسی طرح اس فقیر کو بھی کچھ دے دو ۔ الغرض جو کوئی یہ خبر سنتا کچھ نہ کچھ نذر پیش کرتا اور آپ کے گھر لوٹنے تک وہ حالت ہو جاتی کہ آپ کے مکان میں اشرفیوں اور سکوں کے ڈھیر لگ جاتے اس کے بعد آپ اسی ضعیفہ کو طلب فرماتے اور کہتے کہ اے فلاں کارساز حقیقی نے ہمیں اتنا مال بہم پہونچایا ہے تم جتنا چاہتی ہو اس میں سے اٹھالو ۔ کہتے ہیں کہ وہ ضعیفہ لاغر و نحیف تھی وہ جتنا اٹھا سکتی اٹھا لیتی اور جو رقم بچ رہتی وہ خانقاہ کے مصارف اور باغات کی سیر پر خرچ ہوتی ۔

کہتے ہیں کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ خدائے غفار کا قادر اور رزاق ہے جو ہر سال زر سرخ اور زر سفید کے علاوہ ہماری ضروریات کے لئے فتوحات غیبی کے ذریعہ ستر یا اسی ہزار ہن فراہم کرتا ہے لیکن راوی کا بیان ہے ان مصارف کے باوجود حضرت پر نصاب واجب نہ ہوئی اور آپ کبھی صاحب زکوٰۃ نہ ہوئے ۔ سبحان اللہ کیا بلند ہمتی تھی کہ اس کا یقین نہیں آتا ۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بروز عید حضرت شاہ عبداللطیف بیجاپوری

عیدگاہ بادشاہی تشریف لے گئے اور نماز سے فراغت کے بعد وہاں تشریف فرما ہوگئے آپ کے مریدین اور خادمین کی ایک کثیر تعداد آپ کے گرد اگرد جمع ہوگئی جس میں بعض کھڑے ہوئے تھے اور بعض دست بستہ ایستادہ تھے۔ اسی اثناء میں علمائے ظاہر کے منجملہ ایک عالم کا وہاں سے گذر ہوا۔ جب اس نے دیکھا کہ آپ حسب الطور شیخیت جبہ اور دستار زیب تن کرنے کے بجائے پر تکلف لباس پہنے بیٹھے ہیں تو ازروئے طعن اس نے آپ کے سامنے آکر کہا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو اس نے جواب دیا کہ آپ کے بشرہ سے تو بزرگی کے آثار نمایاں ہیں لیکن آپ کے ظاہری لباس اور اس سونے کی تعویذ سے جو آپ کے بازو پر بندھا ہوا ہے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ کے اپنے بازو پر سونے کی تعویذ باندھنا خلاف شریعت ہے۔ اس کا کوئی جواز نہیں۔ اور شارع اسکو مکروہ جانتے ہیں۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ اس مرد کے سر پہ ایک چپت لگاؤ خادم نے جو صادق الاعتقاد تھا فوراً ایسا ہاتھ مارا کہ اس کے سر سے دستار اڑ کر زمین پر جا پڑی اور اس میں سے دو اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ اسوقت آپ نے اس شخص سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے فلاں دستار میں دو اشرفیاں رکھنے کا کیا جواز ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے قول سے منفعل ہوگیا اور آپ کے کمال ولایت کا اقرار کرلیا۔ اور آپکے خدام کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت کا معمول تھا کہ اکثر آپ شہر دار الظفر بیجاپور سے اپنے عم محترم حضرت شاہ محی الدین ثانی سے ملاقات کے لئے حیدرآباد تشریف لاتے جب یہاں پہنچتے تو آپکے ہمراہ تقریباً چارسو افراد ہوتے اور دور دور تک آپ کے چوپایوں گھوڑوں اور پالکیوں کا قافلہ سا ہوتا۔ الغرض جب آپ حیدرآباد میں تشریف لاتے تو اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرماتے کہ ان دنوں حضرت محی الدین ثانی کس نواح میں تشریف فرما ہیں جب معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ وہ بعین محویت مشغول بحق ہیں تو آپ فوراً حیدرآباد کے اطراف و اکناف کی خلوت گاہوں میں حضرت مذکور کو تلاش کرنا شروع فرماتے جو پہاڑوں اور صحراؤں میں واقع تھے اور جب حضرت کی جائے سکونت معلوم ہوجاتی تو سارے خیل و حشم کو موقوف کرکے تنہا پا پیادہ اپنے عم محترم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ملاقات کا شرف حاصل کرتے۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی پر استغراق فنا احدیت کا اس درجہ غلبہ رہا کرتا کہ آپ کبھی حضرت عبداللطیف ثانی کو پہچان لیتے اور کبھی فرماتے کہ تم کون ہو؟ حضرت

کرتے کہ یہ غلام فلاں غلام ہے۔ اس پر فرماتے کہ بابا غلام عبداللطیف تمہیں خدائے تعالیٰ نے مشیخت اعلیٰ کے مرتبہ پر فائز کیا ہے پھر تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ مجھے شرم آتی ہے کہ لوگ کیا کہینگے کہ اس بزرگ کا چچا ایسا صاحب ذوق اور فقیر ہے۔ حضرت شاہ عبداللطیف بیجاپوری عرض پرداز ہوتے کہ اے میرے چچا مجھے آپ سے نسبت غلامی پر فخر اور افتخار دارین ہے۔ الغرض یہ دونوں بزرگ ایک یا دو ساعت باہم رہتے اور اس کے بعد اگر اپنا گھر قریب ہوتا تو حضرت محی الدین ثانی آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اپنے گھر لاتے اور وہاں سے رخصت فرماتے۔

راوی تحقیق کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ اس کے بعد اگرچہ حضرت عبداللطیف ثانی ایک عرصہ دراز تک حیدرآباد میں سیر و شکار کی غرض سے رونق افروز رہتے لیکن جب واپسی کا ارادہ ہوتا تو اپنے چچا سے ملاقات نہ کرتے آپ کی سیر تکلف شاہانہ کی حامل ہوتی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت سنگم پلی باغ کی سیر میں مشغول تھے جو شہر حیدرآباد کے متصل تین کروہ کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ سیر بھی حسب معمول تکلف تمام سے آراستہ تھی۔ یہ کیفیت سلطان ابوالحسن قطب شاہ کو پہونچی کہ فلاں فلاں سیر میں علو تمام کے ساتھ مشغول ہیں ابوالحسن کو آپ سے ملاقات کا بیحد اشتیاق تھا اور حضرت کو اغنیاء کے ملاقات سے بے انتہا نفرت تھی۔ الغرض سلطان بھی اس باغ کی سیر کے ارادہ سے نکل پڑا حالانکہ دراصل اس کا یہ خیال تھا کہ اس حیلہ سے باغ مذکور میں حضرت سے ملاقات کی سعادت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت عبداللطیف نے حلاوت سیر میں اپنے زانو پر ہاتھ مار کر کہا کہ ایک کنیز زادہ یہاں بھی خلل پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حاضرین متفکر ہو گئے کہ یہ اچانک کیا واقعہ ہو گیا کہ آپ نے ایسا فرمایا۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ سلطان کا خادم خبر لایا کہ سلطان یہاں آرہا ہے۔ حضرت وہاں سے اٹھ گئے اور حسین ساگر کے کنارے تشریف فرما ہو گئے۔ جاسوسوں نے یہ صورت حال سلطان تک پہونچا دی کہ فلاں بزرگ وہاں سے اٹھ کر فلاں جگہ تشریف لے گئے ہیں۔ سلطان نے بھی تالاب مذکور کی سیر کا ارادہ کیا۔ حضرت نے ابوالحسن کے پاس کہلا بھیجا کہ فقیر تیراکی سے واقف نہیں اگر تم یہاں آؤ گے تو فقیر خود کو پانی میں غرق کر دیگا اور اگر فقیر جان بحق ہو جائے تو اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ سلطان نے یہ پیام پہونچنے کے باوجود ملاقات کا ارادہ کیا جس پر اسکے مقربین نے منع کیا اور سلطان کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی کیونکہ بزرگوں کی خلاف مرضی عمل کرنا ان کے لئے ملال کا باعث ہے۔

جو مناسب نہیں سلطان نے تالاب کا ارادہ موقوف کیا اور ایک شخص کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں اپنا اشتیاق ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے بادشاہ نے ایک بزرگ سے دست بیعت حاصل کیا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہو چکا ہے جس میں اس فقیر کی ملاقات سے خلل واقع ہو سکتا ہے۔ اور بادشاہ اپنے شیخ سے روگردانی میں مبتلا ہو کر اس فقیر کا معتقد ہو جائے گا۔ اسلئے یہ امر مناسب نہیں۔ مجھ سے ملاقات کی کیا ضرورت ہے۔ بادشاہ نے دوبارہ حضرت کی خدمت میں عرض کہلا بھیجا کہ میری اتنی التجا قبول فرمائی جائے۔ آپ نے شخص مذکور سے کہا کہ نیک نام خان تمہارے بادشاہ کا مقصود فقیر سے دعا لینا ہے تو فقیر حاضر و غائب دونوں حالت میں مسلمانوں کے حق میں دعا گو ہے خصوصاً سلاطین اسلام کے لئے دعائے خیر کرتا ہے اسلئے ملاقات کی کوئی ضرورت نہیں۔ سلطان ابو الحسن نے تیسری دفعہ بہ جوش تمام ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اس پر آپ نے حدت اور جلال میں فرمایا کہ۔ اے فلاں اپنے سلطان سے کہو کہ تم ہماری درویشی کو قبول نہ کرو اور ہم تمہاری سلطنت کا جو برباد ہو چکی ہے اقبال نہیں کرتے اسلئے ملاقات سے کوئی فائدہ نہیں۔ بادشاہ اس ارشاد سے تشویش و پیچ میں مبتلا ہو گیا لیکن کچھ نہ کہا کچھ عرصہ گذرا تھا کہ بادشاہ عالمگیر نے اس کی تسخیر کر لی اور جو کچھ حضرت کی زبان فیض ترجمان سے نکلا تھا اسی طرح اسکی سلطنت برباد ہو گئی۔

الغرض حضرت کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں کہاں تک ان کو قید تحریر میں لانے کی کوشش کی جائے۔ آپ لاولد تھے اور صاحبزادہ نہ تھا جس کی وجہ سے آپ نے اپنے چچا زاد بھائی شاہ عبد المحی الدین قادری کے صاحبزادے سید محمد مدنی کو اپنی فرزندی میں لیا اور انکو تمام مراتب ارشاد طے کر لئے اور مرتبہ تکمیل و تلقین پر پہنچنے کے بعد ان کو اپنے آباء و اجداد اور طریقۂ شطاریہ کا خرقۂ خلافت عنایت فرما کر ان کو اپنا قائم مقام کیا۔ حضرت کی وفات سنہ ۱۱۲۴ھ میں بتاریخ ۱۴ر جمادی الثانی واقع ہوئی اور آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ میں مدفون ہوئے جو شہر بیجاپور میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

فخر المتاخرین افضل المعاصرین سیدنا سید سعد الدین محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی سید محی الدین احمد بن سید عبد القادر عرف بڑے حضرت صاحب ملکاپوری تھا۔ جن کا ذکر اوپر تحریر پا چکا ہے۔ سید موصوف کو اپنے والد ماجد سے بیعت تھی اور آپ اپنے پدر عالی قدر کے بعد انکی مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوئے آپ تصرفات جلی کے حامل تھے اور آپ نے اپنے اجداد کی سجادگی پر فائز ہو کر ایک عالم کو اپنے فیوضات سے بہرہ مند کیا آپ کے دو صاحبزادے تھے جنکے نام سید عبد القادر عرف حضرت صاحب اور سید محی الدین عرف بڑے صاحب تھے۔ سید عبد القادر مذکور جو حضرت کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد کی وفات کے وقت سات سال کے تھے اور ایک روایت کے بموجب آٹھ سال کے تھے حضرت سید سعد الدین کی رحلت ۱۰۹۸ھ میں بتاریخ ۱۷ رجب واقع ہوئی۔ جیسا کہ مادہ تاریخ ؂ "بگزیدہ جائے خلوت" سے ظاہر ہے۔ حضرت کا مزار آپ کے اجداد کے روضہ میں ایک علحدہ حجرہ میں ہے جو قلعہ گولکنڈہ سے متصل واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سید الشہیر الشیخ اکبر باب فیض را مصدر سید شاہ حسن عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید شاہ اولیاء سلطان الفقراء کے صاحبزادے تھے اور آپ ہی نے اپنے پدر بزرگوار کے بعد انکی مسند ارشاد و مشیخیت سنبھالی اور ایک عالم کو اپنے فیوضات حسنہ سے سیراب فرمایا۔ آپ سے کئی کشف و کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب

کبھی آپ موضع عرس سے حیدر آباد تشریف لانے کا ارادہ فرماتے تو آپ بطریق "طیٔ الارض" کچھ دیر میں شہر فرخندہ بنیاد حیدر آباد میں رونق افروز ہو جاتے ۔ اس وقت سید محمد صاحب خبلی قبر شریف چوک سے متصل کسارہٹھ میں بر سر بازار واقع ہے ۔ بقید حیات تھے ۔ کہتے ہیں کہ ان پر حالت جذب طاری رہتی تھی اور وہ ستر عورت بھی نہ کرتے تھے لیکن جب کبھی حضرت سیدشاہ حسن عبد القادر عرف قادر پاشاہ صاحب کلاں کی سواری کا شہر میں پہونچتی اور اس راستہ سے گذرتی جس راستہ بازار میں سید محمد صاحب رہتے تو بجرد سواری مبارک کو دیکھنے کے کسی سے چادر لیکر ستر عورت کر لیتے جب کسی نے سید مجذوب سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے تبسم فرمایا اور سائل سے کہا کہ سامنے آو جب وہ شخص سامنے آیا تو آپ نے اسکا سر اپنی بغل میں لے کر فرمایا کہ ملاحظہ کرو تاکہ حقیقت حال معلوم ہو جائے اس شخص نے اپنی چشم ظاہری سے دیکھا کہ اس راستہ و بازار میں جتنے آدمی ہیں تمام کے جانوروں کی شکل میں ہیں اور ان میں سے کوئی شکل انسانی میں متشکل نہیں سوائے حضرت قادر پاشاہ صاحب کے جو اپنی پالکی میں بصورت انسانی تشریف فرما ہیں ۔ پھر سید موصوف نے فرمایا ستر عورت انسان سے کیا جاتا ہے کہ حیوان کے آگے ۔

الغرض حضرت قادر پاشاہ صاحب کے کمالات کی کوئی حد نہیں راوی کا بیان ہے کہ آپ کو سماع بہت پسند تھا چنانچہ تین سو مغنیان اور قوال ہمیشہ آپ کے روبرو حاضر رہا کرتے تھے ۔ آپ ہمہ وقت سماع سنتے یہاں تک کہ خواب و خور کے اوقات میں بھی یہی کیفیت جاری رہتی ۔ آپکی رحلت بھی حالتِ سماع میں ہوئی چنانچہ جب آپ کی رحلت کا وقت آپہونچا تو آپ لیٹ گئے اور اپنے اطراف و جوانب میں موجود مغنیوں سے سماع آغاز کرنے کے لئے کہا ۔ چنانچہ ان تمام نے بموجب حکم عالی سماع شروع کیا جب مجلس گرم ہوئی تو حضرت کی روح آپ کے قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آپ نے جان جاناں کے سپرد کر دی ۔

آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی جسکے باعث آپ نے سید علی کلاں بن سید حسین قادری کو جو آپکے حقیقی بھتیجے تھے اپنی فرزندی میں لیا اور بعد پرورش انکو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا ۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲۲ر جمادی الثانی واقع ہوئی سال رحلت نظر سے نہیں گذرا ۔ آپکی قبر شریف آپ کے جد بزرگوار کی گنبد کے متصل ایک علحدہ چبوترہ پہ کھلے آسمان کے نیچے مشرق کیجانب

واقع ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

قبلۂ علی، کعبۂ خفی، حضرت سید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ علی صاحب کے نواسے تھے جن کا ذکر اس سے قبل گذر چکا ہے ۔ آپ کو دست بیعت اور خرقۂ خلافت آپ کے ماموں شیخ فرید صاحب بن شیخ علی صاحب سے حاصل تھا ۔ حضرت شیخ فرید صاحب نے اپنی اولاد نہ ہونے کی بنا پر اپنے دونوں بھانجوں سید علی صاحب اور شاہ علی صاحب کو بیعت دی اور جناب عالی لاابالی کی خاندان کے نعمات سے سرفراز کیا سید علی صاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور شاہ علی صاحب کو سرحد ارکاٹ پر فائز و متصرف کر دیا یہ دونوں بھائی قطب وقت تھے اور تصرفات باہرہ کے حامل تھے ۔

چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت سید علی صاحب کے سترہ مریدین نے علحدہ علحدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے مکان آنے کی دعوت دی اتفاق سے یہ ساری دعوتیں ایک ہی وقت مقرر تھیں حضرت نے ان تمام کی خواہش کو درجہ اجابت سے سرفراز کیا اور ہر کسی کے گھر وقت مقررہ پر پہونچ گئے اور وہاں جو کچھ ضیافت کی گئی تناول فرمایا دوسرے روز ان مریدین کے منجملہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ کل فلاں وقت حضرت میرے گھر میں تھے اس نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو حضرت اس وقت میرے گھر میں تھے ۔ کسی تیسرے نے کہا کہ تم دونوں کا بیان غلط ہے حضرت کل اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے الغرض ہر کسی نے آپس میں یہی گفتگو کی ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت وقت واحد میں ان تمام کے گھر تشریف لے گئے تھے ۔

جب حضرت سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بابا تعجب کیوں کرتے ہو خدا تعالیٰ کی اتنی قدرت ہے کہ دن کو اتنا طویل کر سکتا ہے کہ ایک ہی دن میں قیامت قائم ہو سکتی ہے اور یہ مقدار بھی اسکے آگے ہیچ ہے ۔ دورِ عالم کثرتِ امثال کی مانند اپنی وحدت

کے باوجود مختلف اشکال میں جلوہ گر ہوتے ہیں یہ بھی تعجب کا مقام نہیں۔ الغرض حضرت کے کمالات بے حد و بے انتہا ہیں۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۲۴ھ میں بتاریخ ۱۴/ جمادی الثانی واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

صاحب کشف و مواہب باعث حق مصاحب حضرت شاہ علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کو بھی آپ کے ماموں حضرت شیخ فرید صاحب سے بیعت اور خرقہ خلافت حاصل تھی۔ اور آپ کو آپ کے ماموں نے آپ کے مرتبہ تکمیل پہ فائز ہونے کے بعد لوگوں کو تلقین ہدایت کرنے کے لئے آپ کو آرکاٹ کی جانب روانہ کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت وہاں سے قمرنگر عرف کرنول آنے کے ارادہ سے ایک لاغر گھوڑے پہ سوار ہوئے اور روانہ ہوئے گھوڑا بہت سست گام تھا جس کے باعث آپ کے ہمراہ چلنے والے ایک شخص نے اپنے ہاتھ میں جو سخت لکڑی کا ڈنڈا تھا اس سے بے اختیار اس گھوڑے کو مارنے لگا حضرت گھوڑے پہ بیٹھے بیٹھے بے تاب ہوگئے اور بے تابی اس وجہ بڑھی کہ آپ گھوڑے سے نیچے گر پڑے جب اس شخص نے غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ اس نے جس ڈنڈے سے گھوڑے کو مارا تھا اسکے نشانات حضرت کی پشت پر نمودار ہیں اس کے بعد حضرت نے اس سے فرمایا کہ اے فلاں تم نے میرے گھوڑے کو کیوں تازیانہ لگایا میں اس پر سوار تھا اور وہ میرا گھوڑا ہے وہ جس طرح بھی چلے مجھے پسند ہے تمہیں اس سے کیا غرض بار دیگر ایسی لغو حرکت نہ کرنا۔ الغرض وہاں سے پھر آگے روانہ ہوئے آپ ارکاٹ سے صبح سویرے روانہ ہوئے تھے اور دن ڈھلتے ڈھلتے قمرنگر عرف کرنول پہونچ گئے جب قمرنگر میں داخل ہوئے تو آپ کے مریدین اور خدام آئے اور شرف پابوسی سے مشرف ہوئے اور آپ کے ہمراہ جو لوگ آئے تھے ان سے دریافت کیا کہ حضرت کو ارکاٹ سے نکلے کتنے دن ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ آج علی الصبح وہاں سے روانہ ہوئے تھے ہم نہیں جانتے کہ اتنا جلد یہاں کسطرح پہونچ گئے جبکہ آپ کا گھوڑا بھی لاغر اور نحیف ہے۔ خدام نے جب یہ سنا تو حضرت

سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دوستو حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت، قدرت کاملہ ہے کہ اگر وہ ضعیف گھوڑے کو "طی الارض" کے ذریعہ منزل مقصود کو پہونچا دے تو یہ اسکی قدرت سے بعید نہیں۔ الغرض شاہ علی صاحب کے تصرفات ظاہر تھیں۔ آپ کی وفات ۱۴؍ ذوالحجہ کو واقع ہوئی۔ سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلہ اہل اللہ، عارف باللہ، مقتدائے وقت، شاہ عصمت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے :۔ شاہ عصمت اللہ بن سید احمد معنوی بن سید احمد ہانی بن سید عفیف الدین حسین بن اصل الصالح محی الدین عبد القادر بن شمس الدین محمد ثانی بن علاء الدین ابو الحسن علی بن شمس الدین محمد بن سیف الدین ابو ذکریا یحییٰ ابن ظہیر الدین ابو السعود احمد بن شمس الدین ابو النصر بن سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر بن قطب الاقطاب سید تاج الدین عبد الرزاق۔ الخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحب خوارق عصمت اللّٰہی فرماتے ہیں کہ جب آپ اپنی والدہ کے بطن اطہر سے متولد ہوئے تو ابھی چھ مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ آپ کی والدہ کی رحلت ہوگئی جسکے باعث آپکی خالہ نے جو نابالغ تھیں۔ آپ کو اپنی آغوش میں لیا اور پرورش کرنے لگیں۔ قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ ظاہر ہوا کہ اس نابالغہ سیدہ کے پستانوں سے دودھ آنے لگا جسے آپ نے نوش فرمایا۔ ایک روز آپ کی نانی نے اپنی صاحبزادی سے دریافت کیا کہ بچہ کیلئے کس طرح دودھ فراہم ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ جس وقت میں اس بچہ کو گود میں لے کر اپنے پیرہن میں لیتی ہوں تو بے اختیار میرے پستانوں سے دودھ جاری ہوجاتا ہے۔

جب آپ سات سال کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے آپ کی تلقین فرمائی اور خلافت قادریہ عالیہ سے سرفراز کیا اور جب آپکی عمر شریف بارہ سال ہوئی تو آپ کے والد نے وفات پائی انکی تجہیز و تکفین سے فراغت پانے کے بعد آپ نے از سر عجز بارہ سال تک صحرا میں بلا اکل و شرب بسر کی۔ اسکے بعد

بموجب امر الٰہی دکن کا رخ کیا اور قصبۂ الندیں سکونت اختیار کی ایک روز آپ کو خیال پیدا ہوا کہ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی روح پر فتوح سے استفادہ کرنا چاہیئے الغرض آپ نے حضرت خواجہ کی روح سے ملاقات کی ۔ خواجہ بزرگوار نے فرمایا کہ جو کچھ نعمت تمہارے حصہ میں تھی میں نے تمہیں پہونچادی اب تم میرے فرزند شاہ ندیم اللہ سے فیض صوری و معنوی حاصل کرو جو قصبۂ ڈنڈوتی میں سکونت پذیر ہیں ۔ اس ارشاد کے موافق آپ قصبۂ ڈنڈوتی تشریف لے گئے اور شاہ ندیم اللہ سے ملاقات کی ۔ شاہ ندیم اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا اے شاہ عصمت اللہ آؤ ۔ میں شاہ ندیم اللہ ہوں اور تم کو میرے جد بزرگوار سید محمد حسینی گیسو دراز نے میرے حوالہ کیا ہے ۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ نے یہ ندا سنی تو حضرت شاہ ندیم اللہ کے آگے حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ندیم اللہ کے ساتھ حضرت بندہ نواز کی ذات قدسی صفات بھی وہاں تشریف فرما ہے آپ نے فوراً ملاقات کی سعادت حاصل کی اور تین روز تک ان کی خدمت میں رہے ۔ بعد ازاں خلوت خانوادہ چشتیہ سے سرفراز ہو کر حسب دستور آپ گلبرگہ تشریف لے گئے وہاں پر سید بزرگ کی مزار کی زیارت کرنے کے بعد آپ کو کھجور، مصری اور پھولوں کا ہار عطا ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ اب تم قریہ بھنور جاؤ ۔ وہاں علی الصبح جس کسی کی لڑکی کا سامنا ہو اسکو یہ کھجور اور مصری دے دو اور اس کے گلے میں یہ پھولوں کا ہار ڈالدو کہ وہ تمہاری منکوحہ ہو جائے گی ۔ جب آپ خواجہ بزرگ کے حکم سے موضع بھنور تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپکا جس لڑکی سے سامنا ہوا وہ سکندر خاں جاگیردار کی نو سالہ لڑکی تھی اور خان مذکور شاہ ندیم کا مرید تھا ۔ آپ نے حضرت خواجہ کی عطا کردہ چیزیں اسکے تفویض کردیں اس لڑکی نے تبرکات اور پھولوں کا ہار اپنے گھر لے گئی اور والدین سے کہا کہ میں باہر گئی ہوئی تھی ایک درویش نے مجھے یہ دیا ہے ۔ والدین نے لڑکی کے ہاتھ سے یہ تمام اشیاء لے کر پھینک دیں ۔

راوی کا بیان ہے جب رات ہوئی تو وہ کھجور مصری اور پھولوں کا ہار جس طرح حضرت نے اسے عطا کیا تھا اس لڑکی کے گلے میں موجود پائے گئے والدین نے اپنی بیٹی کے گلے سے نکال کر ان کو بہت دور پھینک دیا لیکن تیسری دفعہ یہ تمام چیزیں لڑکی کے گلے میں پائی گئیں تین روز تک ایسا ہی ہوتا رہا اسکے بعد انہوں نے اپنی لڑکی سے اس بارے میں سوال کیا اس درویش کا نام دریافت کیا ۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس درویش کا نام نہیں جانتی لیکن اس کا لباس فقراء کی طرح ہے آخر الامر والدین نے حضرت کی تلاش شروع کی جب آپ کو دیکھا تو خشمناک انداز میں آپ کو قریۂ مذکور سے نکال باہر کیا

آپ وہاں سے قصبۂ النّد تشریف لے گئے اس لڑکی کے والدین نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ندیم اللہ حسینی فرما رہے ہیں کہ تمہاری لڑکی کو جس درویش نے کھجور مصری اور پھولوں کا ہار دیا ہے وہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے پوتے اور خواجہ حضرت سید محمد حسینی کے نواسے ہیں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما ۔ تمہاری لڑکی کی ان سے نسبت قرار پا چکی ہے اسلئے تمہیں انکار نہ کرنا چاہیئے کہ تم ان کے پاس جاؤ اور معذرت خواہی اور عفو تقصیر کی درخواست کرو ۔ الغرض اس لڑکی کے والدین نے آپکی تلاش شروع کی تین سال تک تفحص کرنے کے باوجود آپ نہ ملے لیکن جب اس لڑکی کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپ موضع ہنور تشریف لائے اور خان موصوف کی اس دختر سے نکاح کیا ۔ اس بی بی کے بطن سے تین صاحبزادے متولد ہوئے ۔ تیسرے صاحبزادے سید احمد امین الدین کی ولادت کے پانچ روز بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا حضرت اپنی بی بی کی رحلت کے وقت موجود نہ تھے جب آپ کو وفات کی خبر ملی تو آپ گھر آئے اور اپنی اہلیہ کا سر اپنی زانوئے مبارک پر رکھ کر کہا اب بیدار ہو جاؤ آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ زندہ ہو گئیں حضرت نے فرمایا تمہارے بچے خورد سال ہیں ان کی پرورش کس طرح ہوگی اسلئے بہتر یہ ہے کہ تمہاری بجائے میں چلا جاؤں اور تم اپنی لڑکوں کی پرورش کرو ۔ اہلیہ شریفہ نے جواب دیا کہ مجھ سے کیا ہوگا حضرت کی ذات باقی رہنا چاہیئے اب مجھے حکم ملا ہے اسلئے میرا ہی چلے جانا بہتر ہے ۔ کیونکہ جب کسی شخص کو پہلی دفعہ طلب کیا جاتا ہے وہ بہ آرزوئے تمام چلا جاتا ہے اور جب کہ حق تعالیٰ نے طلب فرمایا ہے تو اس سے انکار کس طرح ممکن ہے ۔ حضرت نے فرمایا اگر تم اسی پر رضامند ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ الغرض آپ کی اہلیہ جان بحق تسلیم ہو گئیں اس کے بعد حضرت نے انکو دفن کرنے کے لئے ڈیڑھ سو ہن کے عوض مکان خریدا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا ۔ اسکے بعد آپ اپنے متعلقین کے ساتھ بیجاپور تشریف لے گئے ۔

تین سال وہاں رونق افروز رہے اور پھر موضع ہنور تشریف لائے آپ کے تصرفات و کرامات خصوصاً احیاء اموات کے خوارق بہت زیادہ ہیں جنکی تفصیل ملفوظ خوارزمی کے مطالعہ سے معلوم کیا جاسکتی ہے ان میں سے کچھ یہاں نقل کئے جاتے ہیں ۔

راوی مذکور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ تشریف فرما تھے چار گھڑی دن بیت چکا تھا آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کل رات بیجاپور کے ایک ولی نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی لوگوں نے پوچھا کہ بیجاپور کے اس ولی کا نام کیا ہے فرمایا امین الدین علی ہے اس

اس جہان فانی سے رحلت کیا ہے۔ مجھے بھی ان سے ملاقات کے لئے جانا ضروری ہے۔ اسکے بعد کچھ لوگوں کے ہمراہ درگاہ علاء الدین انصاری عرف لاڈلے مشائخ تشریف لے گئے اور لوگوں کو وہیں عیدگاہ کے پاس چھوڑ کر غائب ہو گئے کہتے ہیں کہ اسی وقت اللہ سے بیجاپور پہونچ گئے۔ حضرت امین الدین کا جنازہ تیار تھا اور جنازہ کے اطراف لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی آپ نے چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر حضرت خواجہ امین الدین کا دست مبارک پکڑ کر مصافحہ کیا۔ حضرت امین الدین اٹھ بیٹھے اور دونوں میں باہم اسرار الٰہی کی باتیں ہوئیں اسکے بعد آپ پھر اپنے مکان مالوف تشریف لے گئے جب آپ نے بیجاپور سے مراجعت کی تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا شاہ امین الدین علی کے پاس گیا تھا سید علی نامی ایک طالب علم نے مستعدی سے دریافت کیا کہ اگر آپ امین الدین کے پاس گئے تھے تو وہاں کیا گفتگو ہوئی کہئے آپ نے فرمایا میں نے تین دفعہ باآواز بلند ان کو بیدار کیا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا اسکے بعد میں نے ان کا تھوڑا سا کفن ہٹا کر ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اٹھا کر کھڑا کر دیا تو وہ بیدار ہوئے کچھ دیر باہم گفت و شنید رہی۔

پھر آپ نے فرمایا اے فلاں آج تین سفر ہوئے ایک ان کے لئے دوسرے برہان پور کے ایک درویش کے لئے جہاں میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے حکم کے بموجب پہونچا تھا وہ تپتی کے تالاب میں چلے گئے تھے میں نے انھیں پانی سے نکال کر انکی تکفین کی۔

تیسرے قصبہ نندیال میں ایک فقیر نے قضا پائی تھی میں اسکے پاس گیا اور اسکی تکفین کی۔ اس طالب علم نے کہا اس سے حضرت کی قطبیت معلوم ہوتی ہے فرمایا بے شک میں جو بھی کام کرتا ہوں وہ قطب الاقطاب کے حکم سے کرتا ہوں اور یہ کام جو اب میں نے کئے ہیں وہ اپنے جد بزرگوار کے حکم کے بموجب کئے ہیں۔

راوی مذکور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز بادشاہ حیدرآباد سلطان ابوالحسن ثانی عالمگیر کی آمد کی خبر سن کر خوف زدہ ہو گیا اور اس وقت کے فقراء اور درویشوں سے مدد و معاونت طلب کی ان کے منجملہ حضرت کے پاس بھی ایک شخص کو روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ حضرت خدارا ایسی توجہ فرمائیں کہ میری سلطنت نہ جائے آپ نے سلطان ابوالحسن کے ایلچی سے کہا تم اپنے بادشاہ سے کہو کہ وہ مذہب سنت الجماعت قبول کر لے تاکہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اس کی اعانت فرمائیں

ورنہ خدا کی قسم اسکی سلطنت دو سال سے زیادہ نہ رہے گی۔ کہتے ہیں کہ اس ایلچی نے حضرت کے ارشاد ابو الحسن کو لکھ سنایا۔ اس نے یہ سن کر مذہب اہل سنت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ان کو اپنی درویشی پر بہت ناز ہے الغرض دو سال نہ گذرے تھے کہ عالمگیر نے اسے قید کر لیا۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ عبداللطیف بیجاپوری دارالظفر بیجاپور سے اپنے اقرباء سے ملاقات خصوصاً اپنے عم محترم حضرت شاہ محی الدین ثانی کی قدم بوسی کے لئے حیدرآباد تشریف لائے تھے۔ نظام منور دکھنی کے بھانجے نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مریدی کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ آج کل شاہ اسداللہ قادری کا بہت چرچا ہے تم اس سے بیعت کر لو۔ شیخ نظام منور کا بھانجہ راضی نہ ہوا اور پھر عرض پرداز ہوا کہ غلام کو آپ اپنے حلقۂ مریدین میں داخل فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ میں اور شاہ عصمت اللہ قادری میں فرق نہیں ہے اسلئے ان کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ حضرت کے حکم کے بموجب نظام منور کا ہمشیر زادہ شاہ عصمت اللہ صاحب کلاں کے پاس حاضر ہوا دیکھا کہ ان کی جگہ یہ حضرت شاہ عبداللطیف بیجاپوری تشریف فرما ہیں یہ دیکھ کر وہ متعجب ہو گیا اور وہاں سے واپس حضرت شاہ عبداللطیف بیجاپوری کے در دولت پر چلا گیا وہاں دیکھا کہ شاہ عصمت اللہ قادری تشریف فرما ہیں یہ دیکھ کر اس پر حیرت طاری ہوئی اس نے عرض کیا تو فرمایا کہ شاہ عبداللطیف بیجاپوری اور شاہ عصمت اللہ قادری میں کوئی فرق نہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے ارادتمندوں میں داخل ہو گیا۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک روز آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں صرف پانچ فقیروں کو دیکھا ہے ان لوگوں نے کہا کہ کہاں دیکھا ہے فرمایا ملک ہندوستان کے بارہ سالہ سفر میں۔ دو فقیر سید الطائفہ جنید بغدادی کی اولاد سے نظر آئے اور تین فقیر دکن میں نظر آئے۔ چنانچہ شہر حیدرآباد میں دو فقیر ایک شاہ محی الدین ثانی قادری تھا اور دوسرے شاہ عبداللطیف بیجاپوری اور تیسرے فقیر حضرت خواجہ بزرگ سید محمد حسینی کے صاحبزادے جنکا نام شاہ ندیم اللہ صاحب ہے اور جن سے میں نے خانوادہ چشتیہ کی نعمتوں کا استفادہ کیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک روز شاہ درویش قادری کرنول شریف سے حیدرآباد تشریف لائے انہوں نے اپنے ایک خادم کے ذریعہ حضرت شاہ عصمت اللہ کے پاس سلام کہلا بھیجا۔ حضرت شاہ عصمت اللہ قادری نے سلام کا جواب دیا اور خود حضرت شاہ درویش قادری کی جائے اقامت

پر قدم رنجہ ہوئے اور انہیں اپنے دولت خانہ پر لے آئے اور ان کی بہت پر تکلف ضیافت فرمائی جس کے بعد مجلس سخن گرم ہوئی۔ شاہ درویش قادری نے کہا کہ حضرت کے خاندان میں مریدوں کو شجرہ مرحمت کرنے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا مریدی کے وقت ایک مرتبہ استعانت کی نیت سے فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد شجرہ دیا جاتا ہے۔ شاہ درویش قادری کرنولی نے کہا کہ شجرہ بتائیے آپ نے فرمایا کہ سید محمد امین الدین کا جزدان لاؤ۔ جب وہ لایا گیا تو کچھ دیر اسے اپنے زانو پر رکھ کر پھر جزدان کھولا اور شجرہ نکال کر شاہ درویش قادری کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اس شجرہ میں شجرہ نسب بھی ہے انہوں نے ملاحظہ فرمانے کے بعد کہا کہ آپ کے سوائے سلسلہ قادریہ کے دیگر بزرگوں کے پاس شجرہ میں تواریخ درج نہیں اس لحاظ سے یہ شجرہ نادر ہے اسکے بعد مریدوں کی مرضی پہ بعض مریدین کو شجرہ دیا گیا۔

راوی مذکور کا بیان ہے جب ماہ صفر ۱۱۰۲ھ ختم ہوا اور ماہ ربیع الاول شروع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہماری رحلت ہوگی اور جب چودہ تاریخ ہوئی تو کہا آج ہمارا سفر آخرت مقرر ہے لوگوں نے عرض کیا کہ آج اتوار ہے آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے آج کی رات میں جو شب دوشنبہ ہے اور جس میں ہماری ولادت ہوئی تھی۔ رحلت بھی ہوگی۔

الغرض شب دوشنبہ آپ نے انگشت شہادت اٹھا کر تین دفعہ "حق حق، حق" فرمایا اسی اثنا میں آپ کے صاحبزادوں کو ایسا معلوم ہوا جیسے آپ کے دہن مبارک سے نور کا ایک شعلہ برآمد ہوا ہے اور جس وقت آپ کے سینہ مبارک سے لا الٰہ الا اللہ کی صدا آئی تو اس وقت وہ شعلہ بلند ہوا اور ابر کی طرح رواں ہو گیا اور آپ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

الغرض حضرت کے کمالات اور خوارق عادات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا ظاہر ہیں۔ حالانکہ بظاہر آپ امی تھے اور آپ نے قرآن مجید بھی تمام نہ کیا تھا لیکن مسائل فقہ علماء کی طرح بیان فرماتے آپ کی قبر شریف الند میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

زبدہ دین، قدوہ واصلین، فرد وقت، سید شاہ زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ میراں سید شاہ مدرس کے بڑے صاحبزادے اور حضرت سید شاہ موسیٰ قادری بیجاپوری کے داماد تھے۔ آپ شاہ صاحب سے معروف تھے آپ حضرت میراں محمد مدرس کے وہی صاحبزادے ہیں جو پہلی مرتبہ بیت اللہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً جاتے وقت چھت پر سے گر پڑے تھے جس کا تفصیلی ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت میراں سید محمد مدرس نے دوسری یا تیسری دفعہ طواف بیت اللہ کے جانے کا ارادہ کیا اور اپنے صاحبزادے شاہ زین الدین کو اپنی سجادگی کا پیام دیا تو آپ نے عذر کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ غلام اس کام کی لیاقت نہیں رکھتا اس پر حضرت مدرس نے ملاں محمد زبیر ثانی کو جو آپ کے داماد تھے اپنا قائم مقام نامزد کیا۔ اس پر بعض لوگوں نے شاہ عبدالرحمٰن عرف شاہ میاں صاحب سے کہا کہ حضرت آپ کے والد نے اپنے داماد کو اپنا جانشین مقرر کر دیا حالانکہ ان کو تین صاحبزادے ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ بات مناسب نہیں کہ داماد کو جانشینی حاصل ہو۔ شاہ عبدالرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مجھ میں اس منصب کی لیاقت نہیں کیونکہ یہ عالمگیر کی آمد کا زمانہ ہے اور وہ علما اور فضلا کو دوست رکھتے ہیں اور مجھے اتنی استعداد علمی حاصل نہیں جبکہ حضرت کی سجادگی کیلئے علم ضروری ہے جو مجھ میں نہیں اس کے بعد میاں عبدالعلی نے جو حضرت کے خلیفہ تھے میراں سید محمد مدرس کی خدمت میں التماس کی کہ حضرت اپنے تین صاحبزادوں کے رہتے ہوئے اپنے داماد کو اپنا جانشین فرمائے ہیں یہ بات کچھ اچھی نہیں لگتی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے زین الدین سے کہا تھا لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ عبدالعلی نے کہا کہ اگر وہ قبول نہ بھی کریں تو کیا ہو آپ شاہ عبدالرحمٰن صاحب کو اپنا جانشین فرما سکتے تھے۔ فرمایا عبدالرحمٰن سے کہو اگر وہ قبول کرے تو بہتر ہے۔ جب یہ بات شاہ عبدالرحمٰن نے سنی تو پہلے عذر خواہی کی اور اس کے بعد اپنے والد ماجد کی ایما پر قبول کیا۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت میراں محمد مدرس نے شاہ عبدالرحمٰن صاحب کو یاد فرمایا اور ان کے تمام بدن کو آپ نے چاٹا آپ کی اس

حرکت کے ساتھ ہی ان پر کشفِ مراتب ہونے لگا اور وہ مقامِ اعلیٰ پر فائز ہو گئے اس کے بعد لوازمہ سجادگی بجا لا کر حضرت مدرس نے اپنا خرقۂ سجادگی شاہ عبدالرحمٰن صاحب کو عنایت کیا۔ حضرت شاہ زین الدین صاحب بھی اس مجلس میں موجود تھے آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے بھائی کو خرقہ پہنایا۔ اس کے بعد حضرت شاہ مدرس نے بیت اللہ کا قصد فرمایا اور اپنے دو صاحبزادوں شاہ زین الدین اور شاہ کریم محمد کو اپنے ہمراہ لے گئے جب دریا کے قریب پہونچے تو وہاں شاہ کریم محمد صاحب کو بیعت و خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر انکو بیجاپور روانہ کیا۔ جب وہ بیجاپور میں داخل ہوئے اور شاہ عبدالرحمٰن نے دیکھا کہ یہ بھی حامل خرقہ خلافت ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ایک مکان میں دو صاحب خرقہ کس طرح رہ سکتے ہیں۔ کریم محمد صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کا یہ خرقہ اس نیت سے زیب بر کیا ہے کہ شاید اس لباس کی برکت سے آخرت میں میری نجات ہو جائے۔ میں مشیخیت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ الغرض وہ اسی روز سے روپوش ہو گئے اور تنہائی اختیار کی اور تا دمِ حیات گوشہ عزلت سے باہر نہیں آئے۔

شاہ زین الدین صاحب کو بھی حضرت میراں محمد مدرس نے شاہ کریم محمد صاحب کے پیچھے اجازت بیعت اور خرقہ عنایت فرما کر روانہ کیا وہ بھی بیجاپور کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب یہ بیجاپور میں تشریف فرما ہوئے تو شاہ عبدالرحمٰن صاحب نے عرض کیا آپ والد محترم کی جانشینی کے لائق ہیں۔ حضرت کی عنایت سے یہ خرقہ مجھے ملا تھا لیکن اب جبکہ آپ نے خرقہ پہن لیا ہے اگر آپ کو منظور ہو تو حضرت والد بزرگوار کی مسند حاضر ہے۔ میں آپ کو والد کے بجائے تصور کرتا ہوں لیکن ایک مکان میں دو سجادہ نہیں رہ سکتے۔ شاہ زین الدین نے فرمایا صاحبزادے۔ میں حضرت والد ماجد کے آگے جس امر سے انکار کر چکا ہوں اب اسے اختیار نہیں کروں گا۔ لیکن میں نے اس لباس کو خرقہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر زیب تن کیا ہے تاکہ یہ میری نجات کا باعث بنے اور مجھے مشیخیت سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ شاہ عبدالرحمٰن صاحب نے دو خوان تیار کئے جنکے منجملہ ایک میں لباس طریقت تھا اور دوسرے میں عساکرانہ لباس تھا اور یہ دونوں خوان اپنے برادر بزرگ کی خدمت میں روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ حضرت ان دونوں خوانوں میں سے کسی ایک خوان کو قبول فرمائیں۔ حضرت شاہ زین الدین نے عساکرانہ لباس قبول کیا اور اسے پہن کر بادشاہ وقت سے ملاقات فرمائی۔ اس وقت سے تا دمِ آخر آپ اسی لباس میں رہے۔ حضرت سید شاہ موسیٰ قادری بیجاپوری کی صاحبزادی

آپ سے منسوب تھیں جن کے بطن سے دو صاحبزادے شاہ صبغۃ اللہ ثانی اور شاہ موسیٰ ثانی عالم وجود میں آئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ جب حضرت شاہ محمد مدرس کی وفات کی خبر پہونچی تو آپ نے عرس کے موقع پر اپنے بھائی شاہ عبدالرحمٰن صاحب کے جسم پر صندل مالی کی نیاز بجالائی اور ہر سال یہی عمل کرتے رہے جب عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ہوا تو اپنے بھتیجے سید محمد علی کے ساتھ یہی عمل دہرایا کرتے اسکے بعد آپ بھی طواف بیت اللہ کے لئے اپنے دونوں صاحبزادوں کے ہمراہ نکلے اثنائے راہ میں بتاریخ ۲۲ر صفر ۱۲۴۱ھ آپ کی رحلت واقع ہوئی اور آپ بیدر میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، واقف راز سبحانی، کاشف پنہانی، صاحب عرفان، قطب ثبات سید شاہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید شاہ مدرس کے دوسرے صاحبزادے اور سجادہ نشین تھے آپ کا عرف مبارک میاں صاحب تھا تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے ۔

چنانچہ صاحب تجلیات رحمانی فرماتے ہیں کہ جب سید شاہ مدرس نے تیسری دفعہ بیت اللہ کا قصد فرمایا تو سید محمد عبدالرحمٰن صاحب کو سید محمد کے خطاب سے مخاطب فرما کر اپنا جانشین اور سجادہ مقرر کیا اور اپنے خلفاء اور مریدین سے فرمایا کہ انہیں شاہ محمد عبدالرحمٰن نہیں میراں محمد مدرس سمجھو ۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کے عرس کے موقع پر مریدین اور خلفاء آپ کے بدن اطہر پر صندل مالی کرتے تھے اور اس روز آپ جو خرقہ زیب تن فرماتے اس کو متبرک جانتے ۔ چنانچہ یہی خرقہ متواتر بارہ سال بعد شاہ صبغۃ اللہ ثانی کو عنایت کیا گیا ۔

راوی نقل کرتے ہیں کہ آپ ایسے رہے کہ آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہ ہوئی اور فطرہ و قربانی بھی واجب نہ ہوئی ۔ آپ کو جتنی فتوحات حاصل ہوتی تھیں اتنی آپ کے ہم عصر بزرگوں میں سے کسی کو

حاصل نہ ہوئیں ایک عالم آپ کے فیوضات سے بہرہ مند ہوا۔ آپ اکثر خدائے تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے کہ الٰہی ایسا التفات فرما کہ میری وفات کے بعد میرے گھر میں کچھ نہ رہے یہاں تک کہ میری تجہیز و تکفین بھی قرض سے تکمیل پائے آخر ایسا ہی ہوا۔

راوی مذکور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے وصال کے بائیس سال پہلے ایک روز آپ کے ایک مرید نے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک کا کھانا بکوشش تمام لاکر حضرت سید شاہ عبدالرحمٰن کے روبرو رکھا۔ آپ کے بعض خلفا بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ جب کوئی اس جہان فانی سے اٹھ جاتا ہے تو اس کے مریدین اسکا عرس کرتے ہیں خلفاء اور حاضرین مجلس نے کہا اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہوگی کہ اپنے پیر کا عرس بھی نہ کیا جائے۔ حضرت نے اپنا دست مبارک اپنے جیب میں رکھ کر فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ میں اپنے مریدوں کو تکلیف نہ دوں گا۔ حق تعالیٰ ایسا کرم فرمائے گا کہ اسی تاریخ یعنی ۱۱ ماہ ربیع الثانی کو میری وفات ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا جب آپ کو مرض موت لاحق ہوا تو آپ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ آج کیا تاریخ ہے کہو انشاءاللہ تعالیٰ میں گیارہ تاریخ کو اس جہان فانی سے راہی دارالبقاء ہو جاؤں گا۔ چنانچہ راوی مذکور کے بیان کے بموجب آپکا انتقال ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۱۱۹ھ کو ہوا آپ کی قبر شریف بیجاپور میں ہے لیکن صاحب مخازن اعراس نے آپکا مدفن آرکاٹ میں بتایا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سالک لاہوتی عارف ماہوتی سید محمد کوزہ نبات عرف شاہ نور شکر کوٹھی

آپ حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہی کے خاص خلیفہ تھے آپ کی عمر شریف ۸۸ سال تھی اور آپ کی رحلت بتاریخ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۳ھ واقع ہوئی آپ کا مرقد بھی برہان پور میں بیرون حصار دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق جانبازی، مرد غازی، شاہ کریم اللہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام نامی شیخ عبد العزیز بن شاہ برہان راز الٰہی ہے اور آپ شاہ نور مذکور کے مرید منظور اور خلیفہ مشہور ہیں۔ ٦٨ سال کی زندگی پائی اور بتاریخ ٥ ربصفر روز جمعہ ١١٠٨ھ دار البقاء کی سمت گامزن ہوئے۔ آپ صوفیانہ اشعار فرماتے تھے اور آپ کے کلام میں مواحدانہ رنگ تھا۔ علم تصوف اور سلوک میں آپ کے کئی رسائل ہیں۔ فارسی شاعری میں رازی تخلص فرماتے تھے چنانچہ یہ رباعی آپ ہی کی ہے ؎

از وجہ تحقیق عین ذات است شہود ٭ گرچہ بہ تعقل آں ہمہ غیر نمود
موجود بخود ہمیں وجود است دیگر ٭ ہر چیز کہ چیز گشت از چہ ز وجود

ذکر شریف

قدوۃ الواصلین، زبدۃ المتاخرین، شاہ سہراب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام سید علی تھا اور آپ سید ہاشم بن سیدنا امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کی اولاد سے تھے سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت میں محمد نگر کے قلعہ کی یا لاحصار کی دیوار کے نیچے سکونت پذیر تھے آپ کو حضرت میراں جی خدا نما سے فیض طریقت حاصل تھا جن کا ذکر شریف اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ ارادت مندی اور پیر پرستی میں آپ کا جواب نہ تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک روز ایک خادم نے ایک زرین ساڑی بطور تحفہ آپ کے گھر میں روانہ کی جو دکن کی عورتیں پہنا کرتی ہیں۔ آپ کی اہلیہ نے اسے زیب تن کیا جب آپ گھر میں تشریف لے گئے اور

اپنی اہلیہ کو اس لباس میں دیکھا تو مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ ساڑی تم کو زیب نہیں دیتی اسے اتار کر میرے حوالہ کرو تاکہ میں اسے حضرتہ پیرانی ماں کی خدمت میں پہونچا دوں اسلئے کہ یہ حضرتہ کی شایان شان ہے الغرض اہلیہ سے ساڑی لے کر آپ سر پر اٹھائے حضرتہ پیرانی ماں صاحبہ کی خدمت میں لے گئے حاصل کلام یہ کہ آپ کو جو چیز بہترین نظر آتی آپ اسکو اپنے مرشد کے خادموں کے پاس پہونچا دیتے جس سے آپ کی علو ارادت کی دلیل ملتی ہے جو خارج از تحریر ہے۔

راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ ملک عنبر نے جو بادشاہ کا خواجہ سرا تھا آپ کے روبرو توبہ کی اور آپ نے اسے دست بیعت دیا جسکے باعث اکثر مشائخین آپ پر اعتراض کرتے تھے۔ حضرت اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس حقیقت حال کو واضح کیا جس پر حضرت شاہ میراں جی خدانما نے فرمایا کہ بابا سہراب الدین خاطر جمع رہو وہ مرد ہے اور اسے خدا نے مرد کر دیا ہے اسکی کہیں شادی کر دو۔ انشاء اللہ اس سے اولاد پیدا ہوگی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کے تصرف سے ملک عنبر میں قوت مردمی پیدا ہو[illegible] اور اسکے صلب سے ایک لڑکی وجود میں آئی۔ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ سید راجو حسینی کے ایک درویش نے ایک بڑا تربوز آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔ آپ نے اسکی قاشیں کیں اور تناول فرمایا اسکو کھانے کے ساتھ ہی آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ چار گھڑی گذرنے کے بعد اسکی سمیت ختم ہوئی۔ اسکے بعد آپ نے اس درویش سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میری جانب سے سید موصوف کو عشق پہونچاؤ اور میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس قسم کی حرکات کیوں کرتے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنے انتقال کے وقت اطلاع کرونگا۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ آپ اپنے مرشد کی وفات کے بعد حضرت مذکور کی گنبد میں معتکف ہوگئے اور وہیں ہمیشہ غلبۂ استغراق میں بسر کرنے لگے۔ ایک روز آپ وہاں تشریف فرما تھے کہ کڑکتی ہوئی بجلی آئی اور آپ کے دونوں پاؤں پر سے چلی گئی۔ آپ کے پاؤں اور زانو اس کے باعث جلنے لگے اور بدن سے پوست جدا ہوگیا۔ اسکی حدت اتنی بڑھ گئی تھی کہ آپ نے موزے پہن لئے اور پاؤں دھو کر موزے تبدیل فرماتے تھے۔ آپ کی رحلت سلطان ابوالحسن ثانی کے عہد سلطنت میں واقع ہوئی۔ آپ کا مرقد مبارک قلعہ محمد نگر کے پیچھے دریائے موسیٰ کے سنگم پر واقع ہے آپ کی عمر شریف کامل تین سو تین (۳۰۳) سال تھی اور آپ کا سن وفات سنہ ۱۰۸۷ھ ہے

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عارف باللہ، واقف اسرار اللہ، قبلہ وقت، شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

راوی تحریر کرتے ہیں کہ آپ اوئل حال میں شاہی منصبدار تھے آپ کے والد بادشاہ شاہ جہاں کے دور سلطنت میں جہاں آباد کی عمارت میں تھے آپ نے تحصیل علوم فرمانے کے بعد جہاں آباد سے حرمین الشریفین کی زیارت کا قصد فرمایا اور مدینہ منورہ کی سکونت اختیار کر لی آپ شیخ یحییٰ مدنی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور یہ بیعت ارادت بھی مدینہ شریف میں حاصل ہوئی تھی۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت شاہ یحییٰ مدنی تیسری دفعہ مدینہ منورہ آئے تو آپ کے ہمراہ قوالوں کی ایک کثیر تعداد تھی جو ساز کے بغیر غزل خوانی کیا کرتے تھے آپ قوالوں کے اس مجمع کے ہمراہ وجد کرتے ہوئے روضہ مبارکہ کی حصار تک آئے۔ وہاں کے لوگوں نے اس بات سے شریف اور شیخ الحرم کو آگاہ کیا ان لوگوں نے چند عربوں کو بھیجا تاکہ وہ آپ کو اس امر سے منع کریں اور بتائیں کہ یہاں اس طرح نہیں آنا چاہیئے آپ نے فوراً وہیں سے واپسی اختیار کی اور اپنی جائے سکونت چلے گئے۔ جب رات ہوئی تو آنحضرت علیہ السلام ان دونوں کے خواب میں تشریف لائے جس کے باعث شریف اور شیخ الحرم دونوں آپ کی اقامت گاہ پہ حاضر ہوئے اور معذرت خواہی کی۔ الغرض آپ دوسرے روز اسی طرح روضہ منورہ کی زیارت کے لئے گئے اور اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے گنبد شریف کے اطراف سات دفعہ طواف کیا۔ حضرت کلیم اللہ چودہ سال سے مدینہ منورہ میں گنبد مبارک کے روبرو درس علوم دینے میں مشغول تھے اور وہاں کے تمام علماء اور فضلا آپ کے شاگرد تھے۔ جب انہوں نے شاہ یحییٰ مدنی کو دیکھا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کہ اس فقیر نے کیا سوانگ رچایا ہے۔ جب شاہ صاحب دوسری دفعہ طواف کرنے لگے تو آپ نے اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ فقیر اپنے سوانگ سے باز نہیں آئے گا آپ کا یہ کہنا تھا کہ شاہ یحییٰ مدنی رونے لگے اور شاہ کلیم اللہ کی جانب دیکھ کر باآواز بلند فرمایا کہ اے کلیم اللہ سوانگ سے باز آنے کا یہی وقت ہے۔ کہتے ہیں کہ اس ارشاد کے سنتے ہی شاہ کلیم اللہ اپنی مجلس سے اٹھ گئے اپنے سر سے دستار پھینک دی اور گریبان چاک کر دیا اور روتے ہوئے حضرت شیخ یحییٰ کے پائے اقدس پہ گر پڑے۔ حضرت شیخ یحییٰ آپ کو اٹھا کر اپنے گھر لے گئے اور

دست بیعت سے سرفراز کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مرتبۂ تکمیل و ارشاد پر پہونچا دیا اور شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ۔ شاہ یوسف صاحب اور محمد شاہ وغیرہم جیسے بزرگ آپ کے خلفاء ہوئے رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

عارف باللہ، سالک اسرار اللہ، مقتدائے وقت، سید شاہ عنایت اللہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات عنایات اللٰہیہ میں مرقوم ہے کہ آپ حسینی النسب، حنفی المذہب اور طریقہ نقشبندیہ کے پیرو تھے آپ کا اصلی وطن خجند ہے اور آپ کا مقام ولادت ہندوستان ہے آپ کے والد نام سید محمد بن سید الہداد بن سید موسیٰ بن سید ظہور الدین خجندی تھا ۔ سید ظہور الدین کے خجند سے تشریف لانے کا باعث یہ تھا کہ آپ کی سیادت مشہور آفاق تھی جس کی بنا پر توران کے بادشاہ نے اپنے فرزند کے لئے آپ کی دختر طلب کی آپ نے بادشاہ کے ضعف نسب کے باعث یہ رشتہ قبول نہ کیا جس پر بادشاہ مذکور غضب آلود ہو گیا آپ جنگ کے لئے مستعد ہو گئے اس مقابلہ میں بادشاہ کی فوج غالب آئی اور آپ کے تمام متعلقین جس میں مرد اور عورتیں سب شامل تھے شہید ہوئے اور آپ وہاں سے نعمان چلے گئے اسی وجہ سے سید عنایت اللہ کا نسب نامہ مفقود اللٰہیہ ہے الغرض سید ظہور الدین مذکور اپنے صاحبزادوں کے ساتھ جو جنگ میں بچ رہے تھے خجند سے باہر نکلے اور امنا باد میں سکونت اختیار کی ۔ چنانچہ سید الہداد اور سید محمد آمنا باد میں ہی متولد ہوئے سید محمد دکن میں تشریف لائے اور ان سے سید عنایت دیار ہندوستان میں پیدا ہوئے ۔

آپ ابتدائے شعور ہی سے آلائشاتِ دنیاوی سے شدید کراہت رکھتے تھے اور دن رات اس تلاش میں رہتے کہ کوئی ایسا شخص ملے جس کی دستگیری سے آپ اپنے مقصود کو پا سکیں ۔ پھر آپ شیخ ابوالمظفر برہان پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے خلیفہ تھے اور ان سے تکمیل سلوک فرمائی ۔ راہ سلوک میں کامل ہو جانے کے بعد حضرت ابوالمظفر نے فرمایا کہ تم خجستہ بنیاد جاؤ اور وہاں رشد و ہدایت کا بازار گرم کرو ۔ آپ نے

عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ صحرا میں اپنی نشست گاہ بناؤں تاکہ مجھے خدا کے سوا کسی سے واسطہ اور روشناسی نہ ہو۔ شیخ نے فرمایا ایسا ہی کرو لیکن تمہارا کام مخفی نہیں رہے گا۔ الغرض آپ نے اپنا سالا مال و اسباب لٹا دیا اور لباس درویشی زیب تن کر کے اپنے بھائی بہن، اہلیہ اور فقراء کی کثیر تعداد کے ساتھ قلعہ بالا پور کے بیرونی علاقہ میں دریا کے کنارے ایک ویرانے کے [illegible] پذیر ہوگئے وہاں پر ایک پرانی مسجد بھی تھی جسے آپ نے آباد کیا۔ انہی ایام میں آپ کے والد کی رحلت واقع ہوئی آپ کے ماموں اور نانا نے جو ظاہری شان و شوکت کے حامل تھے جب سنا کہ آپ نے دنیا ترک کر دی اور فقیری اختیار کی ہے تو آپ پر بہت ملامت کی آپ نے بالآخر قرآن مجید کی کتابت شروع کی تاکہ اس کے ذریعہ کسب حلال ہو سکے آپ نے اٹھارہ قرآن کے نسخہ تحریر کئے۔ اوئل حال میں اپنے ماموں سے جو آپ کی درویشی کے لئے مانع ہوئے تھے کہا کہ آپ مجھے دس روپیہ بطور قرض حسنہ دیجئے تاکہ اس سے فقیر کا کام چل سکے میں کچھ ہی دنوں میں اسے واپس ادا کر دوں گا آپ کے ماموں نے کہا کہ اب جبکہ تم فقیر ہو چکے ہو اس رقم کی ادائیگی کسطرح کروگے اس گفتگو سے آپ پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے تمام دنیاوی تعلقات ترک کر دے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ اسی کیفیت کے زیر اثر تھے کہ ایک شخص آیا اور گیارہ روپیہ آپ کے سامنے رکھے اور کہا کہ ایک روپیہ آپ کی نذر ہے اور دس روپیہ زکوٰۃ کے ہیں سید عنایت اللہ نے اسی وقت دس روپیہ فقراء میں تقسیم کر دے اور ایک روپیہ اپنے لئے رکھ لیا آپ کے ماموں نے کہا آپ خود فقیر ہیں اور دوسروں کو جو کچھ بچ رہتا ہے وہ بھی تقسیم کر دیتے ہیں ابھی ابھی مجھ سے قرض مانگ رہے تھے اور ابھی جب آپ کو خزانۂ غیب سے رقم ملی تھی آپ نے اسے اپنی ضروریات پر صرف نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کو ملاحظہ فرمائیے کہ اگرچہ میرے پاس کچھ نہ تھا لیکن ہمارے اہل بیت کے مصارف کی پابجائی زکوٰۃ سے نہیں ہوتی یہ شخص منجانب اللہ بھیجا گیا تھا اور اس نے نوعیت رقم کی بھی صراحت کر دی تھی اسی وجہ سے میں نے زکوٰۃ کے دس روپیہ فقراء میں تقسیم کر دے اور صرف ایک روپیہ اپنے لئے رکھ لیا۔ حاصل کلام یہ کہ آپ شریعت کے بدرجہ اتم پابند تھے اور مخلوق خداوندی کو بشدت تمام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے تھے۔ حاسدوں نے آپس میں متفق ہو کر بادشاہ عالمگیر کے پاس یہ خبر پہونچائی کہ سید عنایت اللہ اور سید محمد نے بالاپور میں خروج کیا ہے بادشاہ یہ سن کر غضب آلود ہوگیا اور اپنی فوج کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ دونوں حضرات کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائے

فوج نے آپ کا محاصرہ کرلیا جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم۔ بادشاہ اولی الامر سے ہے اسلئے اسکے حکم کی تعمیل واجب ہے۔ چنانچہ آپ اسی وقت فوج کے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے گئے اس وقت خواجہ محمد نقشبند اور خواجہ معصوم جو آپ کے مرشد کے مرشد زادہ تھے بادشاہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے اور بادشاہ کو ان سے اعتقاد تھا۔ جب خواجہ محمد نقشبند کو حقیقت حال معلوم ہوئی۔ تو اس وقت بادشاہ بیجاپور کی تسخیر کے لئے نکل رہا تھا انہوں نے دریافت کیا کہ سید عنایت اللّٰہ کو بالاپور سے کیوں طلب کیا گیا بادشاہ نے کہا کہ انہوں نے وہاں علم بغاوت بلند کیا ہے۔ خواجہ محمد نقشبند نے فرمایا کہ اگرچہ کہ سید نے مجھ سے ملاقات نہ کی لیکن میں ان کے دیدار کا مشتاق ہوں وہ ایسے آدمی ہیں کہ سلطان اور اغنیاء سے احتراز رکھتے ہیں اور ان کا ظاہر و باطن عرفان ہے تم نے بلاتحقیق لوگوں کے کہنے میں آکر ان کو زحمت دی جو مناسب نہ تھا۔ بادشاہ نے یہ سنتے ہی فوراً حکم دیا کہ یہ فرمان جلد سے جلد روانہ کیا جائے کہ اگر حضرت راستے میں ہوں تو اپنے ملک واپس جاسکتے ہیں اور اگر میرے پاس تشریف لانا چاہیں تو میں مشتاق ہوں۔ کہتے ہیں کہ یہ فرمان اثناء راہ میں پہونچا۔ بعد مطالعہ آپ نے فرمایا کہ اب مناسب یہی ہے کہ بادشاہ کے لشکر میں پہونچ کر شاہ اور صاحبزادہ سے ملاقات کے بعد مراجعت کی جائے کیونکہ یہ غیر مترقبہ نعمت ہے جب لشکر میں داخل ہوئے اور بادشاہ نے طلب کیا تو عین نماز مغرب کے وقت وہاں پہونچے اور بعد ادائی صلوٰۃ بادشاہ سے مصافحہ کیا بادشاہ نے معذرت طلب کی اور کہا کہ ہم لوگ کان رکھتے ہیں آنکھ نہیں رکھتے جسکی وجہ سے یہ گستاخی سرزد ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے تمہاری اس حرکت پر شکر کرنا چاہیئے شکایت نہیں۔ کچھ دیر ہم صحبت رہنے کے بعد آپ نے بادشاہ سے رخصت لی۔ بادشاہ نے کہا پھر ملاقات ہونی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی قسم کی ایک اور تحریک پیش کیجائے تو میں ملاقات کے لئے چارو ناچار حاضر ہو جاؤں گا کہتے ہیں کہ جب آپ اٹھنے لگے تو بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ سید سر سے قدم تک غیرت اسلامی کے پیکر ہیں جن لوگوں نے ان کے خلاف تحریر کیا تھا انکی خدمات سے معزول کرکے میرے روبرو پیش کیا جائے۔ دوسرے روز بادشاہ نے شیخ عبداللّٰہ اور شیخ ابوالخیر کے ذریعہ آپ کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ نقد اور چند خلعت پارچہ روانہ کئے۔ سید عنایت اللّٰہ نے فرمایا کہ بادشاہ ملک کے مال کا امین ہوتا ہے اور مالک نہیں ہوتا کہ جسے چاہے دیدے امین کو چاہیئے کہ اس مال کو ملک کے مصارف میں

خرچ کرے اس رقم کے اہل غازی ہیں یا پھر فقیر مستحق ہیں اور بالفعل میرا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ کل ہی میں نے اپنے خادم سے پوچھا تھا کہ راستے میں دوستوں سے کتنی رقم حاصل ہوئی ہے اس نے کہا کہ تمام اخراجات کی یابجائی کے بعد دو ہزار روپے باقی ہیں اسلئے جس شخص کے پاس دو ہزار روپیہ ہوں وہ بادشاہ کے دو ہزار روپیے حاصل کرنے کا کس طرح مجاز ہو سکتا ہے میں مسلمانوں کے حقوق تلف کرنا نہیں چاہتا اسلئے یہ رقم واپس لے جاؤ اور انکے مصارف پر خرچ کرو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقیر ابتدائے حال سے امر بالمعروف پر کاربند ہے اور اب بمطابق مضمون حدیث شریف یعنی آخر کار آپ نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی جانب رجوع فرمایا یہ فقیر بھی اپنے نفس سے جہاد میں مشغول ہے اب بادشاہ کو لازم ہے کہ خلق کی ہدایت کے لئے ایک محتسب مقرر کرے اور وہ قریہ جو مجھے دینا چاہتا ہے اسکی جاگیر میں عنایت کر دے فقیر رزاق تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے جس نے کبھی مجھے بھوکا نہ رکھا یہاں تک کہ میں نے اتنی طویل عمر بسر کر دی اب آخر عمر میں اپنے رزق کے لئے میں مخلوق کے عطیہ پر نظر نہیں کرونگا اور یہ خلعت ملبوسات بھی مجھے نہیں چاہیئے اگر ہمارے صاحبزادے اپنے استعمال کی ٹوپی مجھے عنایت فرمائیں تو میرا سر فخر سے آسمان ہفتم تک پہونچ جائے گا۔ الغرض کچھ روز کے بعد آپ اپنے مکان واپس لوٹے۔ اثناء راہ میں بادشاہ کے حکم کے بموجب۔ فوجدار وقائع نگار اور قاضی نے آپ سے ملاقات کی۔ حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثال یوسف علیہ السلام کے اور آپ کے بھائیوں کی سی ہے یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپکو ہلاک کرنا چاہا لیکن حضرت یوسفؑ نے ان کی اس خطا سے درگذر کیا اسی طرح میں بھی تم لوگوں کو معاف کرتا ہوں اور بادشاہ کے پاس سفارشی تحریر کرتا ہوں تاکہ تم لوگ پھر اپنی اپنی خدمت پر فائز اور بحال ہو جاؤ۔ الغرض تمام معترضین خجل اور شرمندہ ہوئے۔

راوی کا بیان ہے کہ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ لوگ بادشاہ کی ہیبت اور شوکت کے بیان میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی کرتے ہیں میں نے اس کو گفت وشنید کے وقت بابو جی باندہ سے زیادہ نہ پایا کہتے ہیں کہ بابو جی آپ کا خادم تھا جو آپ کے وضو کے لئے پانی مہیا کرنے کی خدمت کیا کرتا تھا۔

الغرض سید عنایت اللہ نہایت متشرع اور عارف حق شناس بزرگ تھے آپ صاحب تصوف بھی تھے اور آپ سے کئی خوارق وقوع پذیر ہوئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپ نے ترک وتجرید اختیار فرمائی اور صحرا کی راہ لی تو جس مسجد کو آپ نے آباد کرنا چاہا اس کے صحن میں ایک درخت کے نیچے الّو

کا گھونسلا نظر آیا جس پر لوگوں نے عرض کیا کہ اس مقام پر نحوست ہے اور یہاں آبادی ناممکن ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے خود دنیا کو ترک کر کے ویرانے کو اختیار کیا۔ اس عالم میں ہم خود پریشان حال ہیں اگر الو ہمارے ساتھ رہے تو یہ بہت مناسب ہے دیگر یہ کہ ہم نے ویرانہ اختیار کیا ہے جو الو کا گھر ہے اور الو نے ہماری جائے سکونت اختیار کی ہے اسلئے بعید از مروت ہوگا کہ ہم اسے یہاں سے باہر نکال دیں۔

ایک روز ایک درویش آپ کی خانقاہ میں وارد ہوا جب نماز کا وقت پہونچا تو وہ جماعت میں شامل نہ ہوا حضرت نے کسی شخص سے کہا کہ اس درویش سے دریافت کرو کہ وہ نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ درویش نے جواب دیا میں نماز دل سے پڑھتا ہوں۔ جب فقراء میں تقسیم طعام کا وقت آیا تو آپ نے اس درویش کا حصہ اپنے دست مبارک سے لیجا کر اس کے آگے رکھا۔ درویش نے کھانا کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا تو آپ نے فرمایا اپنا ہاتھ واپس کھینچ لو اور اپنے دل کو دراز کر کے کھانا کھاؤ درویش نے کہا کہ دل سے کھانا کسطرح کھایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر نماز دل سے کسطرح پڑھی جاسکتی ہے اگر کھانا کھلانے کے لیئے تم جوارح کے محتاج ہو تو نماز بھی اعضاء و جوارح کے ذریعہ ادا کرنی چاہیئے درویش قائل ہوگیا اور اپنے کئے سے توبہ کی اور نماز ادا کی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا آپ نے با جماعت نماز ادا فرمائی اور آخر عمر تک نماز با جماعت فوت نہ ہونے دی آخری نماز بھی جماعت سے ادا کی جبکہ آپ کے بدن میں کچھ طاقت باقی نہ تھی اور تیمم کرنے پر بھی آپ قادر نہ تھے۔ اس وقت آپ نے اپنے صاحبزادے سید منیب اللہ کو طلب کیا اور فرمایا کیا تم اس تیمم کی ترتیب سے واقف ہو جو اس مریض کو کرایا جاسکتا ہے جو تیمم کرنے پر بھی قادر نہ ہو انہوں نے کہا کہ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں تین ضرب فرض ہیں پہلی ضرب کے بعد دونوں ہاتھ پھیلانے چاہیئے دوسری ضربہ کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں سے مریض کے چہرہ پر مسح کرنا چاہیئے اور ضرب سوم کے بعد مریض کے دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کرنا چاہیئے۔ اسکے بعد فرمایا کہ مجھ میں تیمم کرنے کی طاقت بھی باقی نہیں مجھے اسی ترتیب سے تیمم کراؤ سید منیب اللہ نے ایسا ہی کیا اس کے بعد جا نماز قبلہ رو بچھائی گئی۔ تاکہ آپ نماز ادا فرمائیں اسکے بعد صاحبزادہ نے آپ کے دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کے لئے کان کی لوکیوں تک اٹھائے اور غلطی سے ناف سے متصل بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ پر باندھ دیا حضرت نے انکی اس سہو سے

مطلع ہو کر فوراً خود کو درست کرلیا یعنی اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ لیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد اپنے اہل بیت کو طلب کر کے ان کو نصیحتیں فرمائیں اس کے بعد اپنی عورتوں کو رخصت کر کے اپنے دوستوں اور ارادتمندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے اپنی تمام عمر تو لوگوں کی رشد و ہدایت میں بسر کی اب تم لوگ بھی سنت نبوی پر استقامت کے ساتھ کاربند اور شریعت کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھو ان وصیتوں کے بعد تمام حاضرین سے فرمایا کہ قرآن کی ایک ایک مخصوص سورۃ کی تلاوت کریں۔ اور پھر فرمایا کہ مجھ پر چادر اڑھا دو تاکہ میں مشغول بحق ہو جاؤں۔ آپ کے ارشاد کے حسبہ تکمیل کی گئی۔ کسی نے سورہ یٰسین کسی نے سورہ ملک اور دوسروں نے دوسری سورتیں تلاوت کیں تھوڑی دیر میں چادر کے اندر سے جو حرکت محسوس ہو رہی تھی وہ بند ہو گئی جب چادر ہٹا کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا غنچہ روح بوستان قدس میں پہونچ چکا ہے وکان ذالك یوم الخمیس فی الخامس والعشرین من شهر صفر فی سنة السابع عشر والمائة والالف یعنی آپ کی وفات پیر کے روز ۲۵ صفر سنہ ۱۱۱۷ھ کو واقع ہوئی آپ کا مزار بالاپور میں واقع ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے المسمون سید مجیب اللہ، سید منیب اللہ اور سید معین اللہ۔ مولوی قمر الدین جو فاضل وقت تھے سید منیب اللہ کے صاحبزادے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی از خود فانی ہادی وقت شاہ امین الدین الثانی علیہ رحمۃ اللہ

آپ حضرت شاہ میراں جی خدانما کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے چار سال تک اپنے والد کی سجادگی پر فائز رہے اور اپنے والد بزرگوار کی گنبد تعمیر کروائی اپنے بھانجوں کو اپنی آغوش تربیت میں لیا۔ ایک کو خلافت سے سرفراز فرما کر رخصت کیا اور دوسرے یعنی بڑے شاہ حسینی کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور اسکے ایک سال بعد رحلت فرمائی آپ کا صحیح سن وفات معلوم نہیں لیکن ایک روایت کے بموجب سنہ ۱۱۸۷ھ میں رحلت ہے آپکی قبر پرانور آپکے والد کے پہلو میں گنبد مذکور میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارفِ حقانی، شیخ فانی، قبلہ وقت شاہ میراں صاحب ثانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا اسم گرامی سید حسین عرف شاہ صاحب پیراں تھا جو حضرت میراں جی خدا نما کے داماد تھے آپ اپنے ماموں شاہ امین الدین الثانی کے مرید اور خلیفہ تھے سید حسین مذکور بھی اپنے خسر محترم کی گنبد میں مدفون ہیں الغرض شاہ میراں صاحب نے اپنے ماموں سے خرقہ خلافت حاصل کر کے ان کی اجازت سے دھول پیٹھ تشریف لائے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے آپ کی والدہ بھی رحلت تک آپ کے پاس رہے جب آپ کی والدہ ماجدہ وفات پائیں تو آپ نے ان کو مکان کے صحن میں دفن کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ اپنی والدہ کی قبر پر جاتے اور ان سے گفت و شنید فرماتے۔ آپکی والدہ قبر کے اندر سے آپ کا جواب دیتی تھیں الغرض آپ صاحب تصرف تھے آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شاہ امین صاحب تھا جو اپنے والد کے جانشین ہوئے حضرت شاہ میراں صاحب کے کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ انھیں حیطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا آپ کی وفات ذی الحجہ ۱۱۴۰ھ میں واقع ہوئی اور آپ دھول پیٹھ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف لاہوتی، سالک جبروتی، آزاد وقت مراد شاہ دھوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے شاہ فاضل صفا سے خرقہ ختم زیب تن کیا جو شاہ امین الدین اعلیٰ کے فیضیاب تھے صاحب انوار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ درحقیقت شاہ فاضل درویش گدا نارسی تھے۔ جب

حضرت شاہ امین الدین علی کی خدمت میں پہونچے تو اپنا طریقہ ترک کر دیا اور انکے طریقہ میں داخل ہوگئے اور ایسے صاحب تصرف و خوارق ہوگئے کہ مراد شاہ دھوتی جیسے بزرگ کی تربیت فرمائی آپ حیدرآباد میں سکونت پذیر تھے ۔ کہتے ہیں کہ جہاں کہیں درویشوں کا مجمع یا مسلہ فقراء ہوتا تو صاحب مسلہ آپ کو دعوت دیتے لیکن فقراء آپ کے آئین جدید یعنی کچا لانا استعمال کرتے اور آپ کو اپنے درمیان جگہ نہ دیتے تھے چنانچہ ایک روز شاہ شمس الدین بن شاہ محمود اولیاء نے تمام فقراء کی دعوت کی تھی اور وہاں تمام درویش جمع تھے حضرت مراد شاہ کو بھی دعوت دی گئی تھی آپ بھی وہاں پہونچ گئے سب درویشوں نے باتفاق آرا شمس الدین صاحب مذکور سے کہا کہ اگر ان کا حصہ ہمارے حصوں کے ساتھ دیا جائے گا تو ہم نہیں کھائیں گے ۔ شاہ شمس الدین نے تامل کیا جس پر مراد شاہ نے شاہ صاحب موصوف سے کہا کہ یہ لوگ جیسا کہتے ہیں ویسا ہی کیا جائے جب فقراء میں طعام تقسیم کیا گیا تو انہوں نے اسے استعمال کیا تناول طعام سے فارغ ہوئے تھے کہ سب کے سب الٹیوں کی کثرت سے ہلکان ہوگئے اور کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس نے قے نہ کی ہو انہوں نے حضرت مراد شاہ سے عاجزی کی اور حضرت شاہ شمس الدین صاحب نے بھی آپ کی کافی خاطر داری کی دوسری دفعہ پہلے طعام خام حضرت مراد شاہ دھوتی کی خدمت میں لایا گیا اور پکا کر دوسرے فقراء کو دیا گیا ۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ جب شاہ فاضل صفا پر نزاع کا عالم طاری ہوا تو حضرت مراد شاہ دھوتی نے عرض کیا کہ بندہ چاہتا ہے کہ آپ کا مدفن بنا کر اسکی جاروب کشی کروں ۔ حضرت شاہ فاضل نے فرمایا کہ اس بے نشان کو نشان سے کیا کام ۔ مجھے لب دریا یا تالاب کے کنارے اس طرح دفن کیا جائے کہ تربت کا نشان باقی نہ رہے ان کے ارشاد کے بموجب ایسا ہی کیا گیا ۔ ان کی وفات کے چند دنوں بعد آپ حیدرآباد تشریف لائے اور اسی مقام پر جہاں اب آپ کا مدفن ہے ایک پرانی مسجد میں سکونت اختیار کی آپ طریقہ ملامتیہ پر عمل پیرا تھے ۔ لنگی کے بجائے ہندوؤں کے مانند دھوتی باندھتے اور قشقہ کھینچتے تھے گلے میں زنار بھی ہوتا تھا کھانا بھی ہندوؤں کی طرح بھون کر پکاتے اور استعمال فرماتے ۔ الغرض آپ صاحب کمال تھے اور آپ جو بھی کرتے تھے آپ کو زیب دیتا تھا ؎

ہرچہ می پوسد چو گل نام میزیبد برش

حاصل کلام یہ کہ آپ کی ذات فقراء و اہل اسلام اور فقراء کفر میں برزخ کی حیثیت کی

حال تھی ۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک روز بیراگی، گوسائیں وغیرہ اقوام کے درویش جنکی تعداد تقریباً تین یا چار سو تھی ایک جگہ جمع ہوئے ۔ آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور ان کے مذہب کے مطابق ان سے ایسی گفتگو کی کہ ان لوگوں نے آپ کو اپنا بڑا گرو سمجھ کر اپنے درمیان جگہ دی اور تناول طعام میں آپ کو اپنے ساتھ شریک کر لیا جب آپ وہاں سے تشریف لائے تو کسی نے ان لوگوں کو خبر کی کہ وہ درویش مسلمان تھا ۔ وہ سب نادم ہوگئے ماتم زدوں کی طرح آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ توحید میں ایسے ہیں کہ ہم کو ہماری قوم اور طریقے سے آپ نے باہر کر دیا ۔ مراد شاہ نے فرمایا کہ جو کچھ کاذبوں نے کہا ہے وہ غلط ہے اور میرا تعلق تمہارے ہی گروہ سے ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ میں مختون نہیں آپ نے ستر عورت ان پر ظاہر کر دیا ۔ اور یہ دیکھ کر ان لوگوں کو تسکین خاطر ہوگئی کہ واقعی مختون نہیں ۔ انھیں یقین ہوگیا کہ آپ انہی کی قوم سے ہیں بعد میں جب یہ واقعہ درویشان اسلام کو معلوم ہوا تو ان لوگوں نے غلو شروع کیا اور آپس میں چہ میگوئیاں شروع کیں آپ نے ان سے کہا آپ اہل اسلام کے موافق مختون ہیں اور انھیں بھی دلیل پیش کی جب ان لوگوں نے دیکھا تو آپ واقعی مختون تھے ۔

سیدمن رمز الٰہی فرماتے ہیں کہ بتاریخ ۱۲ر رمضان المبارک میں نے مراد شاہ دھوتی کا مرقد منور کی زیارت کی تاکہ میری مراد بر آئے وہ جشن کا روز تھا ۔ جب میں گنبد شریف کے اندر داخل ہوا تو آپ کی مزار کا طواف کیا اور حضرت مراد شاہ کی پشت مبارک پر سوار ہوکر وراء الوراء کی سیر کی جو مقام صمدی ہے ۔ الغرض حضرت رمز الٰہی کا کمال یہ تھا کہ انھوں نے آپ کی مرقد سے فیض حاصل کیا آپ کی وفات ۱۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۱۴۰ھ کو واقع ہوئی آپ کا مزار شہر حیدر آباد دکن کے مغربی جانب موضع ملکا پور میں شاہ عبد الوہاب قادری کے روضہ کے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف باری، مظہر انواری، مقتدائے وقت، سید علی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سید شاہ محمد کلاں بن شاہ عبد الحلیم کے مرید اور خلیفہ اکمل تھے جن کا ذکر شریف اس سے

قبل تحریر کیا جا چکا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ طویل العمر تھے اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت سے اعظم شاہ کے زمانہ تک بقید حیات رہے۔ علم حقائق، سلوک، نجوم اور رملی میں بے نظیر تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ علم رمل میں آپ کو ایسی قدرت کاملہ حاصل تھی کہ ظہر کی نماز کے بعد زائچہ کھینچتے اور موکل سے اس روز کی کیفیت معلوم کر لیتے اور اپنے خدام سے فرماتے کہ فلاں فلاں اپنے کام کے لئے آئے گا اور ان کے مطالبہ کی برآری اس طرح ممکن ہے اگر وہ آئیں اور سوال کریں تو ان سے یہ اور یہ کہو۔ اس روز کی دیگر بعض مراتب بھی بیان کرتے اور اسے سپرد قلم کر کے مریدوں کے حوالے فرماتے تاکہ عندالحاجت ان سے کام لیا جا سکے اسکے بعد خود بدولت حجرہ میں جاتے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ دوسرے روز صبح اس کمرہ سے باہر تشریف لاتے۔

راوی مذکور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ پیر پرستی میں آپ کو غلو تمام تھا آستانہ شیخ پر ہمیشہ بادب تمام کھڑے رہتے اور مراتب خدمت بجا لاتے۔ اور جب معلوم ہوتا کہ مرشد کے گھر میں فاقہ ہے تو غلہ وغیرہ اور دیگر اشیاء مایحتاج مثلاً چاول گیہوں، تیل بازار سے خرید کر سید شاہ محمد کلاں کے گھر میں سر پر رکھ کر لے جاتے اور اپنی پیرانی ماں صاحبہ کی خدمت میں بطور نذر روانہ فرما دیتے اور بکمال عجز معروضہ فرماتے کہ غلام خاص الطاف کا امیدوار ہے۔ اسے بھی کچھ عنایت فرمائیے اسکے علاوہ محل شریف سے جو حکم صادر ہوتا بذات خود اسکی پابجائی فرماتے۔ اسی طرح اپنے مرشد کے خادمین پر بھی ایثار فرماتے تھے آپ کے کمالات حیطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے کہتے ہیں کہ جب آپ کے صاحبزادہ شاہ حمید صاحب نے اپنے والد بزرگوار کی عین حیات میں رحلت کی تو شرزہ خاں جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کا وزیر تھا اور آپ کی خدمت میں اعتقاد تمام رکھتا تھا جس کا مقبرہ جو اپنے مدفن کے لئے تیار کیا تھا آپ کے صاحبزادہ والا قدر کے دفن کے لئے نذر کیا حضرت نے اس مقبرہ میں اپنے فرزند کو دفن کیا اسکے بعد جب خود آپ نے اس جہان فانی سے وفات پائی تو آپ کو بھی وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ وہ روضہ منورہ شہر حیدرآباد کے بیرون میں کاروان کے عقب دریائے موسیٰ کے کنارے واقع ہے جو عجیب مقام مطہرہ و خوش فزا ہے کہ دریائے موسیٰ کا پانی روضہ کے پاس سے گذرتا ہے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سالک باللہ، سیار فی اللہ، شیخ وقت حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہتے ہیں کہ آپ کے والد کا اسم گرامی شاہ پیر محمد بن محمد اکبر بن عبدالمنان بن میراں شاہ ابوالحسن علی بن شاہ بدرالدین حبیب اللہ تھا جو چند واسطوں سے حضرت غوث الثقلین رضؓ کی اولاد سے تھے ۔

صاحب مخازن اعراس تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شاہ مرتضیٰ قادری کے مرید اور خلیفہ تھے جو جو قصبۂ عنبر میں استراحت پذیر ہیں اور جو شاہ اسمٰعیل غریب کے اور وہ شاہ ہاشم نیشاپوری عرف خداوند ہادی کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ آپ کو خلافت قادریہ شاہ محمود خوش دہاں سے تھی جنہوں نے میراں شاہ ابوالحسن سے خرقہ حاصل کیا تھا اور میراں شاہ ابوالحسن کو اپنے والد شاہ بدرالدین حبیب اللہ سے انھیں اپنے پدر بزرگوار سید عبدالرحمٰن سے انھیں اپنے والد سید یونس سے انھیں اپنے پدر گرامی قدر سید یوسف سے انھیں اپنے والد سید محمد احمد سے اور انھیں اپنے والد ماجد سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر سے بیعت و خلافت حاصل تھی ۔ محمود خوش دہان شاہ برہان جانم کے بھی مرید و خلیفہ تھے ۔ جیسا کہ اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے ۔ شاہ خداوند ہادی دراصل قادری تھے اور بعد ازاں انہوں نے شاہ امین الدین علی سے فیض و نعمت چشتیہ حاصل کر کے خود کو چشتی مشہور کیا تھا ۔ شاہ حبیب اللہ شاہ پیر محمد شاہ مرتضیٰ قادری کے برادر نسبتی تھے جو سید محمد مدنی کے پوتے تھے جو کلکلی پیٹھ تعلقہ سیکاکول میں آسودہ ہیں ۔

حاصل تحریر یہ کہ شاہ مذکور نے اپنے والد ماجد سے دست بیعت اور شاہ مرتضیٰ قادری سے خرقہ حاصل کیا اور بارہ سال تک ریاضت و مشاہدہ میں مشغول رہے صحرانوردی کہ اس دور میں آپ درختوں کے پتوں پر گذر فرماتے تھے ۔ تکمیل سلوک کے بعد آپ بالکنڈہ آئے اور وہاں چند دن قیام پذیر رہے کے بعد گلبرگہ تشریف لے گئے اور وہیں متوطن ہو گئے اتفاق زمانہ سے بادشاہ عالمگیر کی تسخیر کے بعد احسن آباد کی آبادی کو تباہ و برباد کیا گیا اور وہاں کے اکثر لوگوں کو قید کر دیا اس وقت شاہ حسین صاحب کلاں روضہ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے سجادہ نشین تھے انھوں نے شاہ

حبیب اللہ قادری کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ کا مکان سکونت محفوظ نہیں اور غنیم شقاوت پہ آمادہ ہیں اسلئے مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں آجائیں آپ نے جواب دیا کہ بیشک صاحب درست فرماتے ہیں لیکن زکریا علیہ السلام نے مصیبت کے وقت درخت میں پناہ دی تھی تو آرہ ان کے سر پر چل گیا تھا اس بندہ کو بھی قہر الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی حفظ اور حمایت کے علاوہ کچھ اور ضرورت نہیں۔ اسکے بعد آپ نے اپنی مستورات سے فرمایا کہ کفرۃ الفجرہ غلو پہ آمادہ ہیں اگر تمہیں اپنی آبرو کا پاس و خیال ہے تو گھر کی تمام چیزیں خانقاہ میں جمع کردو۔ جب غنیم آئے تو ان کے طلب کرنے سے پہلے ہی انکو یہ مال و اسباب دے دیا جائے آپ کے اہل خانہ نے ایسا ہی کیا جب فوج غنیم کا سردار آپ کے گھر میں آیا تو اس وقت حضرت خانقاہ میں مراقب تھے آپ کو دیکھتے ہی سردار کے دل میں ہیبت الٰہی طاری ہوئی ہاتھ باندھے آپ کی خدمت میں کھڑا رہ گیا۔ کافی دیر کے بعد جب شاہ صاحب موصوف نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہارا مطلوب حاضر ہے کیوں نہیں لیجاتے سردار نے معذرت کی حضرت نے فرمایا کہ جسطرح دوسرے لوگوں کا مال و اسباب لے جاتے ہو ہمارا بھی لے جاؤ ورنہ تمہیں ایذا پہونچے گی غنیم نے پھر عذر کیا اور خالی ہاتھ آپ کے گھر سے نکل گیا کہتے ہیں کہ معاً اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا اس نے دل میں سوچا کہ درویش مذکور نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ نکل رہا ہے وہ پلٹا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھر کا سارا مال و اسباب لے گیا۔ اسی وقت اس کا درد کم ہو گیا آپ نے اس طرح مفسدوں کے فساد سے نجات پائی۔

آپ کے گھر میں کچھ غلہ بھی باقی نہ رہا اس کے بعد جب گلبرگہ میں قحط پڑا تو ایک سیر جوار ایک روپیہ کو بکنے لگی اور کئی افراد ہلاک ہوگئے حضرت کے پاس جوار کے دو تھیلے تھے آپ نے انہیں کھولدیا اور ایک نئی مسجد کی بنا ڈالی ہر شخص کو ایک سیر جوار دیتے یہاں تک کہ اس آمدنی سے مسجد مذکور پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی اسی اثناء میں قحط بھی دور ہو گیا اس کے بعد چھ سال تک آپ اس مسجد میں عبادت میں مشغول رہے بعد ازاں آپ تمام متعلقین کے ہمراہ حیدرآباد تشریف لائے اور مستعد پورہ میں سکونت اختیار کی آپ ومنا کے گھر میں اترے جو چوبینہ فرش تھا۔ اکثر اہل اسلام آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اوائل حال میں شدت فقر آپ پہ درجہ غالب تھی چھ سال تک مستعد پورہ میں سکونت پذیر رہے آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ ولی اللہ صاحب جو آپ کے خلف الصدق تھے اپنے والد کی خدمت گذاری میں دیگر بھائیوں سے زیادہ سرگرم تھے حضرت کا ضروریات کی چیزیں بھی بذات

خود فراہم کرتے تھے جب شاہ حبیب اللہ قادری نے وفات پائی تو گلاب خاتون نے جسکا تعلق قوم افغان سے تھا اور جو آپ کی مرید صادق تھی حضرت سید عبدالقادر ثانی عرف حضرت صاحب بن سید سعد الدین محمد قادری کے مکان کے متصل اپنی زمین اپنے مرشد کے دفن کے لئے بطور نذر دی شاہ ولی اللہ قادری نے دفن کرنے کا ارادہ کیا لیکن شاہ حضرت قادری کے لوگوں نے مخالفت کی اور حضرت موصوف کے حکم سے معماروں کو تاکید کی کہ قبر وہاں کھودی نہ جائے اس پر حضرت حبیب اللہ قادری کے مریدانِ جمیع جمع ہوئے اور اپنے ہتھیار مثلاً کٹار وغیرہ سے زمین کھودی اور شاہ معز کو وہاں دفن کیا جب روز سیوم آیا اور تمام بزرگ وہاں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی قبر شریف نور کے ہالہ کے مانند ہے اور ایسا محسوس ہوا کہ یہاں ابر میں ماہتاب نکل پڑا ہو اس منظر کو دیکھ کر سارے حاضرین آپ کی ولایت کے مقر ہو گئے اور جب اس خرق کی شہرت ہوئی تو آپ کی قبر شریف پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا چھ مہینہ تک یہی حالت رہی اسکے بعد نور غائب ہو گیا۔ الغرض آپ صاحب تصرف تھے آپ کے سترہ صاحبزادے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

شاہ ولی اللہ۔ شاہ امین۔ شاہ نور اللہ۔ سید یعقوب۔ شاہ عمر۔ سید عارف۔ شاہ مراد شاہ طاہر وغیرہم۔ آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے شاہ طاہر الدین محمد تھے جو اپنے والد کی وفات کے وقت بارہ سال کے تھے آپ کی وفات کے بعد شاہ ولی اللہ آپ کے جانشین ہوئے اور انہوں نے اپنے تمام بھائیوں کی تربیت فرمائی۔ حضرت شاہ حبیب اللہ کی وفات سنہ ۱۱۴۴ھ میں بتاریخ ۸ ربیع الثانی واقع ہوئی آپ کی قبر شریف کاروان کے متصل شاہ حضرت صاحب قادری کے مکان کے نزدیک واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق وجہ اللہ شاہد نور اللہ کامل وقت شاہ مشیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

صاحب انوار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ قوم سادات سے تھے بہادر شاہ بادشاہ کے

ملازم تھے بعد ازاں فرخ سیر کی سرکار میں بھی حاصل روزگار تھے شجاعت و شہسواری میں بے نظیر تھے آپ کے تمام اعضاء شمشیر، تیر اور نیزہ کے زخموں سے مجروح تھے اور حالت یہاں تک پہونچ چکی تھی اٹھنے بیٹھنے کی طاقت بھی آپ کے بدن میں باقی نہ رہی اسکے بعد آپ نے ملازمت ترک کر دی اور ہندوستان سے شہر حیدرآباد تشریف لائے اور بیرون شہر فتح دروازہ کی ایک پرانی مسجد میں سکونت اختیار کی اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے کچھ ہی دن میں شہر کے تمام خواص و عوام آپ سے رجوع ہونے لگے اور آپ کی بزرگی آفتاب کی طرح روشن و مشہور ہو گئی۔

راوی مذکور رقمطراز ہیں کہ صندل خاں نامی ایک خادم آپ کی بہت خدمت کرتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کو عمل کیمیاگری آتا ہے اتفاقاً ایک روز ناظم بلدہ نے آپ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ مجھے آپ کے دیدار کی آرزو ہے اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ آپ نے ملاقات سے انکار کر دیا جب ناظم نے بہت اصرار کیا تو دوسرے روز ملاقات مقرر ہوئی۔ لیکن آپ رات ہی میں اپنے مکان مسکونہ سے غائب ہو گئے تمام خدام اور مریدین نے بہت تحقیق کے تین روز بعد معلوم کیا کہ آپ ایک مسجد میں سکونت پذیر ہیں جو قلعہ گولکنڈہ کے عقب میں ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے یہ لوگ آپ کی خدمت میں پہونچ گئے وہاں دو مہینے قیام رہا اس اثناء میں ایک روز بعد نماز فجر آپ نے مسجد مذکور کے صحن میں مشرق کی جانب رخ کر کے حاضرین سے فرمایا کہ صندل خاں کیمیا کا مشتاق تھا اگر وہ اس وقت یہاں حاضر ہوتا تو میں اس کو کہتا کہ جس قدر خالص سونا مطلوب ہو زمین سے لے لے۔

آپ کے ایک مرید صادق الاعتقاد قاسم خاں فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ تمام مسجد چبوترہ، زمین، درخت غرض جس جس چیز پر نظر پڑتی سونا نظر آتی تھی آپ کا رنگ بھی سرخ ہو گیا تھا۔ ایک لمحہ بعد ہی ہر چیز اپنی اصلی ہیئت پر واپس آگئی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ محمد ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ جب آپ کے انتقال میں ایک روز باقی تھا آپ نے پیر شاہ صاحب سے جو آپ کے مرید صادق الاعتقاد اور خلیفہ تھے فرمایا کہ کل میرا انتقال ہوگا تم میرے دفن کی فکر نہ کرنا محمد قاسم سوداگر جو میرے مریدین سے ہے بندر سے کسی صورت کل دوپہر تک دفن کے تمام انتظامات کے ساتھ پہونچ جائے گا اور وہی دفن کریگا

کہتے ہیں کہ ابھی چار گھڑی رات باقی تھی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا صبح کے وقت تمام خاص و عام جمع ہو گئے ۔ پیر شاہ مذکور نے حضرت کی وصیت سب کے سامنے ظاہر کر دی ۔ چنانچہ سب کے سب سوداگر موصوف کی آمد کے انتظار کرنے لگے دوپہر کے وقت سوداگر مذکور تجہیز و تکفین کے تمام انتظامات کے علاوہ پانچ ہزار روپیہ نقد لے کر ایک تیز گام اونٹ پر نمودار ہوا اور جو کچھ خدمت گذاری کرنی تھی بہ تکلف تمام بجا لائی ۔ آپ کو مدفون کرنے کے بعد اس نے کہا کہ آج پانچ روز ہوئے ہیں کہ حضرت میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے انتقال میں پانچ روز باقی ہیں ۔ تم جلد سارے اسباب تجہیز و تکفین کے ساتھ پہونچ جاؤ اگر میں پیدل منزل بہ منزل آتا تو دیر ہو جاتی اسلئے اونٹ پر سوار ہو کر آ گیا تاکہ یہ سعادت مجھے حاصل ہو جائے ۔

الغرض آپ کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں ۔ راوی مذکور تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے ایک دو ورقی رسالہ تصنیف فرما کر اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کیا آپ کے مرشد نے مطالعہ کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ کی زبان سے سنا تھا کہ ہمارے خاندان میں ایک شخص ایسا آئے گا کہ عروج و نزول کے متعلق رسالہ تحریر کریگا اب معلوم ہوا کہ وہ تم ہی تھے ۔ الحمد اللہ کہ میرے مرشد کے وہ کلمے تمہاری تصنیف کے بارے میں تھے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا قبر شریف بیرون شہر حیدر آباد فتح دروازہ کی جانب واقع ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

صاحب کشف جلی، واقف رمز خفی، یگانہ وقت شاہ مخفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف مخدوم سالار تھا آپ سواد حیدر آباد میں رہتے تھے عجیب و غریب خرق عادات کے حامل تھے اسی وجہ سے آپ کے وقت کے خواص و عوام آپ کو ساحر وقت کہتے تھے ۔ آپ کا تعلق حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے خاندان سے تھا بیعت و ارادت شاہ ابو الحسن حیدر ثانی سے تھی جن کا ذکر اوپر تحریر کیا جا چکا ہے آپ کامل زمانہ تھے آپ کا روضہ مبارک بیرون شہر حیدر آباد

لعل دروازہ کے متصل واقع ہے آپ کے تصرفات تا حال ظاہر ہیں ہر سال آپ کا عرس توکل پر بہ تکلف منایا جاتا ہے جس میں شہر کا ہر جمع ہو کر اپنی اپنی استدعا کے بموجب نذر گذرانتا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

واقف اسرار نہانی، صاحب سیر روحانی شیخ وقت سید شاہ میراں حسینی ثانی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب انوار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ ابتداء روزگار میں سپاہی تھے۔ قصبۂ ونبا گل صوبہ حیدرآباد میں سکونت رکھتے تھے ایک روز آپ پر جاذبۂ الٰہی طاری ہوا اور آپ نے روزگار ترک کر دیا اور شاہ خداوند ہادی خلیفہ شاہ امین الدین علی اعلیٰ کی خدمت میں پہونچے جو جستجوئی میں تھے اور بارہ بسال تک ان کی خدمت بجا لائی پھر انہی کے سلسلہ ارادت میں داخل ہو گئے چند سال بعد آپ کو حضرت مذکور نے خلافت اور اجازت بھی حاصل ہوئی جس کے بعد آپ نے وہاں سے رخصت لی بوقت روانگی شاہ خداوند ہادی نے فرمایا کہ تمہاری مشیخت حیدرآباد کے اطراف میں ظاہر ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا اور تا وقت تحریر آپ کے مرشد کا یہ ارشاد صورت پذیر ہے آپ قوم سادات سے تھے اور بعض لوگ آپ کو حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بھی کہتے ہیں آپ طریقہ چشتیہ کے حامل تھے لیکن خانوادہ قادریہ عالیہ شاہ محمود شیریں دہن سے حاصل تھی۔

آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا آپ کا مرقد علی آباد میں واقع ہے جو حیدرآباد کے محلوں کے منجملہ ایک ہے اور شاہ علی بنڈہ کی جانب واقع ہے آپ اسی محلہ میں قیام پذیر بھی تھے وہاں ایک بارونق خانقاہ بھی موجود ہے آپ کے تین صاحبزادے تھے سید محمد، سید برہان اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہم سید برہان مذکور اپنے والد کی رحلت کے بعد قائم مقام ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ ذوالموہب، شاہ حق مصاحب، واصل حق حضرت شاہ یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب انوار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ یہ دو برادرِ طریقت تھے۔ آپ کے دوسرے برادرِ طریقت کا نام شریف صاحب تھا یہ دونوں بزرگ سپاہ گری میں ایک ایک گھوڑے پہ بہادر شاہ کے ملازمین سے تھے۔ باہم دیگر کمال موافقت رکھتے تھے ہر جگہ ساتھ ساتھ رہتے۔

مؤلف عاصی عرض کرتا ہے کہ اہل ثقہ کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ دونوں بزرگ خاندانِ قادریہ عالیہ میں شاہ کلیم اللہ سے بیعت رکھتے تھے جب بہادر شاہ کام بخش کی تسخیر کے لئے حیدر آباد آیا تو دونوں بزرگ اس بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ اتفاق سے آدھی رات کے وقت تیز و تند ہوائیں چلنے لگیں جس سے لشکر کے تمام خیمہ گر پڑے لشکر میں شور عظیم برپا ہوا لیکن ایک چھوٹا سا خیمہ گرنے سے بچ رہا بلکہ اس نے اپنے مقام سے حرکت تک نہ کی جس میں یہ دونوں بزرگ قرآن خوانی میں مشغول تھے جب لوگوں نے یہ تصرف دیکھا تو اس وقت اکثر لوگ آپ کے معتقد ہوگئے

راوی کا بیان ہے کہ جب بادشاہ مذکور حیدر آباد آیا تو شاہ یوسف نے روزگار ترک کردیا اور حیدر آباد کی سکونت اختیار کرلی شریف صاحب نے بھی انکی پیروی فرمائی۔ شاہ یوسف صاحب دراصل مصر کے متوطن تھے اور شاہ شریف صاحب اہل کنعان سے تھے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ دونوں بزرگ بزرگی اور مشیخت میں علی افق الکمال تھے اور ان لوگوں کے اوقات صرف اور صرف یادِ الٰہی میں بسر ہوتے تھے ایسے صاحب تقویٰ اور باریاضت تھے کہ آپ کی سواری کے گھوڑے بھی کبھی منہ سے آواز نہ نکالتے تھے اور دوسروں کو سواری کا موقع بھی نہ دیتے تھے۔

راوی مذکور رقمطراز ہیں حضرت شاہ یوسف صاحب مرتبۂ قطبیت پہ فائز تھے آپ کی ذات سے کئی خوارق ظہور پذیر ہوئیں۔ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ہر دو بزرگ خود اپنے ہی خاندان قادریہ عالیہ کے سلسلہ ارادت میں داخل تھے جس کسی کو آپ طائفہ مذکور کی خلعت شاہی عنایت فرماتے

تو اسے اپنے مکان واپسی کے دوران اثنا دراہ میں خرچ کرنے کے لئے نقد رقم بھی عنایت فرماتے۔ الغرض آپ صاحب کمال تھے ہمیشہ یادحق میں مستغرق رہتے اور سماع کے وقت ان بزرگوں کی آنکھوں سے اشکوں کے بجائے خون بہا کرتا تھا۔ اکثر ان حضرات سے تصرفات ظاہری ہوتی رہتیں۔ بعد ازاں یہ حضرات دونوں گجرات میں رونق افروز ہوئے اور وہاں کے خاص و عام انکے معتقد ہو گئے مثلاً غازی الدین خاں وغیرہ۔ خان مذکور اس وقت ناظم گجرات تھے۔ جب بادشاہ کے ساتھ کام بخش کی تسخیر کے لئے حیدرآباد آئے وہاں شاہ یوسف کسی عارضہ سے فوت ہو گئے اب جہاں آپ کی قبر ہے اس جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔ شاہ یوسف کے ایک اور رفیق بھی بیمار تھے جب وہ فوت ہوئے تو ان کو بھی اسی جگہ انکی قبر کے نزدیک دفن کیا گیا۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب شاہ یوسف صاحب کی رحلت وقوع پذیر ہوئی تو شریف صاحب موجود نہ تھے ایک پہر بعد جب وہ تشریف لائے تو حاضرین سے پوچھا کہ انکے وصال کو کتنا عرصہ گذرا ہے لوگوں نے کہا کہ تقریباً ایک پہر بیت چکا ہے فرمایا یہ شرط رفاقت نہ تھی کہ جہاں سے چلے جائیں اور میں اس جہاں میں رہوں یہ کہہ کر وہ اپنے حجرہ میں گئے غسل کیا اور اپنے بستر پر لیٹ کر سفید چادر اوڑھ لی اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ خدام نے ان دونوں بزرگوں کو کچھ فاصلہ پر ایک ہی جگہ دفن کیا ان کا مقام مدفن شہر حیدرآباد کے بیرون میں نامپلی میں واقع ہے۔ الغرض چند روز بعد ان لوگوں کو قبولیت عظیم اور شہرت تمام حاصل ہو گئی اور آج تک لوگ انکی قبروں پر جمع ہوتے ہیں۔ انکی وفات تاریخ ۱۷ ذیقعدہ واقع ہوئی۔ لیکن چونکہ ۵ ذی الحجہ کو ابتداء ظہور ہوا تھا اسلئے عرس اسی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ سید انوار اللہ تحریر کرتے ہیں کہ ہر دو بزرگ قوم سادات سے تھے سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آج تک ان کے تصرفات جاری و ساری ہیں۔ جمعرات کے دن لوگوں کی ایک کثیر تعداد اپنی آرزوؤں اور مرادوں کے ساتھ آپ کے مرقد پر آتی ہے اور اپنے مقصود کو حاصل کرتی ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

عاشق مجذوب، طالب مطلوب، صوفی وقت، شاہ جاروب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام شاہ زندہ حسین تھا اور آپ درحقیقت کعبہ کے خاکروب تھے اتفاقاتِ زمانہ سے آپ وہاں سے اپنے بھائی کے ہمراہ دکن تشریف لائے سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ دریا کے سفر میں تھے کہ کشتی ٹوٹ گئی اور آپ کے بھائی دریا میں غرق ہو گئے آپ تختہ پر بیٹھ کر ساحل تک پہونچ گئے وہاں پر مصائبات شاقہ سے دوچار ہونے کے بعد ملک دکن میں وارد ہوئے اور حیدرآباد تشریف لائے۔ شاہ اکبر حسینی کے مرید ہوئے جو شاہ راجو صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے چند دن بعد آپ پر جذب و سلوک کا غلبہ ہوا

راوی مذکور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے زمانہ سلطنت میں آپ بقید حیات تھے ایک روز سلطان مذکور پر آپ نے سخت دشنام طرازی کی جس پر سلطان نے حکم دیا کہ آپ کو طوق و سلاسل پہنا کر مقید کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو قلعہ گولکنڈہ میں قید کر دیا گیا۔ دوسرے روز آپ شہر میں واقع اپنے مکان میں موجود پائے گئے۔ اسی روز سے تمام خاص و عام آپ کے معتقد ہو گئے۔

راوی مسطور کا بیان ہے کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ کبھی جھاڑو کو اپنے سے جدا نہ کرتے اور جہاں کہیں مسجد نظر آتی وہاں جاروب کشی فرماتے اور وہاں سے خس و خاشاک اٹھا کر دوسری جگہ پھینک دیتے بعض افراد کا کہنا ہے کہ آپ راستوں اور بازار میں بھی جاروب کشی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو شاہ جاروب کہا جاتا تھا۔ آپ کی عمر اسّی سال تھی آپ کا مدفن شاہ علی بنڈہ کی کمان کے نزدیک واقع ہے۔ الغرض آپ کے کمالات مشہور تھے۔ آپ بڑی بزرگی اور مشیخت سے موصوف تھے۔ آپ کی تعلیم میں خاندانِ چشتیہ کے انداز پائے جاتے ہیں۔ اکثر پالکی کی سواری پسند فرماتے تھے سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

کاشف رمز خفی، واقف سر جلی، حضرت شاہ عبد النبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اصلی وطن بیجاپور ہے شاہ خداوند زاہدی کی خدمت اور صحبت سے مستفیض ہو چکے تھے اور انہی سے خلافت بھی حاصل کی تھی اسکے بعد بیجاپور سے میدک تشریف لائے اور مسند سلوک آراستہ فرمائی صاحب تقویٰ اور متورع تھے توکل پر گذر بسر تھی آپ کی مزاج شریف میں بہت عجز وانکساری تھی لیکن اس خلق کے باوجود امراء حکام کی تعظیم نہ کرتے تھے۔

صاحب مخازن اعراس رقمطراز ہیں کہ آپ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی کی اولاد سے تھے اپنے والد شاہ محمد اکبر کے مرید تھے جو اپنے پدر بزرگوار شاہ برہان بن شاہ محمد چشتی کے اور وہ خواجہ علی اللہ کے اور وہ اپنے والد ماجد شاہ زین العابدین کے اور وہ اپنے والد شاہ محب اللہ کے اور وہ خواجہ محمد عاشق کے اور وہ خواجہ محمد فضل اللہ کے اور وہ اپنے والد خواجہ محمد عاشق کے اور وہ خواجہ محمد فضل اللہ کے اور وہ خواجہ ید اللہ محمد حسینی کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار عالی قدر سید محمد اصغر کے اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے مرید و خلیفہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

آپ کے چند صاحبزادے تھے بڑے فرزند سید شاہ عالم ہیں جو اپنے والد کے جانشین ہوئے شاہ عبد النبی صاحب کی وفات بتاریخ ۱۰ محرم ۱۱۵۸ھ واقع ہوئی اور آپ کی قبر شریف میدک میں واقع ہے آپکی مزار اقدس پر ایک بڑی گنبد بنائی گئی ہے اور گنبد کے قریب میں شاہ عالم بھی مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق جمال اللہ، عارف باللہ حضرت شاہ اسد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بغداد کے متوطن تھے۔ قلعہ محمد نگر کے عقب میں واقع نیک نام پورہ میں تشریف لائے اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے، بادشاہ عالمگیر آپ کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا چالیس بیگہ زمین مع عمارت اور محل نیک نام خاں آپ کی خدمت میں اسے بطور نذر پیش کیا۔ حضرت اسی مقام پر اقامت فرماتے تھے ایک لمبا بزرگ تھے آپ کے مزاج میں حد سے زیادہ توکل تھا۔ آپ کا مدفن بھی اسی مقام پر واقع ہے۔ آپ کی قبر پر ایک بڑی گنبد واقع ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شاہ رسول صاحب تھا اور جنکی خدمت میں نظام الملک آصفجاہ اکثر آیا کرتے تھے انکا مدفن بھی گنبد مذکور میں اپنے والد کے پہلو میں واقع ہے۔ سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شاہد عالم بے باکی، شہباز طیار افلاکی حضرت شاہ خاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شاہ عبدالقادر لنگ بند کے مرید تھے مبارز خاں اعتماد الملک میں بقید حیات تھے آپ پر حالت جذب و سلوک طاری رہتی تھی۔ ابتداء حال میں آپ ہر شب بھنگ خانہ میں تشریف فرما رہتے اور بعد ازاں اپنے مکان سکونت واپس ہو جاتے جو حسین ساگر تالاب کے کنارے واقع تھا اور جہاں اب آپ کی تربت موجود ہے دو شخص ہمیشہ آپ کی خدمت کیا کرتے تھے جب آپ بھنگ خانہ سے ایک پہر شب گذرنے کے بعد اٹھتے تو وہ دونوں اشخاص

آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگتے شاہ مذکور جب تالاب کے قریب پہونچتے تو کھڑے ہو جاتے اور ان لوگوں کو رخصت کر کے خود اکیلے اپنے مکان چلے جاتے ایک روز ان دو اشخاص نے ایک دوسرے سے کہا کہ حضرت ہم کو اس مقام سے رخصت کر دیتے ہیں اور اپنے مکان تک آنے نہیں دیتے اس میں نہیں معلوم کیا راز ہے ہم آج رات حضرت کے رخصت کرنے کے بعد ایک جگہ چھپ کر دیکھیں گے۔ القصہ دوسرے روز حسب معمول شاہ موصوف کے ہمراہ گئے اور رخصت ہونے کے بعد بالائی تالاب پتھروں کی آڑ لے کر دیکھا کہ شاہ خاکی صاحب چند قدم آگے بڑھے اور اسکے بعد تالاب مذکور کے پانی میں اس طرح چلتے ہوئے اپنے مکان تک چلے گئے جس طرح کوئی زمین پر قدم رکھ رہا ہے ان دونوں نے جب آپ کا یہ تصرف دیکھا تو دوسرے روز خانۂ مذکور میں بیٹھ کر حضرت کے سامنے لوگوں کے سامنے اس خرق عادت کا تذکرہ کیا حضرت وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان لوٹ گئے اور پھر کبھی وہاں قدم نہ رکھا۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے آپکے روبرو بے ادبی کی اور آپ کے روئے مبارک پر تھوک دیا آپ اسکی اس حرکت سے مشتعل نہ ہوئے اور اس کے تھوک کو اپنے چہرہ سے صاف بھی نہیں کیا اور نہ ہی اسکی طرف نظر کی۔ ایک دوسرے شخص نے آپ کے چہرہ کو صاف کیا آپ نے اس شخص پر بھی نظر نہ فرمائی اور نہ التفات کیا الغرض نہ اس شخص کو کچھ کہا اور نہ اس شخص کو کچھ کہا یہ مقام تمکین تھا۔ آپ صاحب مقام تسلیم و رضا تھے کبھی رنگین لباس زیب تن فرماتے اور کبھی سفید آپکی وفات سنہ ۱۱۳۰ھ میں بتاریخ ۲ رجب واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مجاہد شب خیز، با نفس در ستیز، زاہد وقت شاہ تمیم پرہیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب مکاشفہ قادری فرماتے ہیں کہ آپ دیار ہندوستان سے دکن تشریف لائے اور

حیدرآباد میں سکونت اختیار فرمائی ۔ آپ فقراء خانوادۂ قادریہ سے تھے حضرت شاہ محی الدین ثانی کے معاصرین متاخرین سے تھے اکثر اوقات حضرت مذکور کے ہم صحبت رہتے تھے ۔ حضرت محی الدین ثانی بھی شاہ مذکور پر کمال توجہ رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت مذکور زیر سایۂ الفت سکونت اختیار کی تھی اور اب بھی حضرت محی الدین ثانی کے روضہ کے متصل آسودہ ہیں ۔ راوی کا بیان ہے کہ شاہ تیم کو پرہیزی اسلئے کہا جاتا ہے آپ نے ابتداء سلوک سے دم واپسیں تک بلا نمک کھانا استعمال کیا آپ نے کبھی تیل بھی نہیں چکھا چہ جائے کہ دوسری چیزیں استعمال فرمائیں الغرض آپ ریاضت کیش اور مشغول بحق بزرگ تھے آپ کی آواز بھی بجید دلکش تھی اور آپ خوش الحانی سے قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے آپ بے نظیر قاری تھے اور قراءت سبعہ میں الحان داؤدی کے حامل تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول ہوتے اور تجوید کے قوانین کا ورد کرتے تو آپ کی پرجوش آواز سے وحشی پرندے بھی آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے تھے آپ جب تک تلاوت کلام فرمانے میں مشغول ہوتے جانوروں کو بھی اپنا شعور نہ ہوتا وہ بے خود ہو جاتے اور آپ کی آواز کے کیف و سرور میں محو ہو جاتے تھے ۔

آپ نہایت خوش خط انداز میں کلام الٰہی تحریر فرماتے گویا کہ آپ خوش نویس وقت تھے ۔ مؤلف عاصی عرض کرتا ہے کہ کلام پاک کا ایک بڑا نسخہ آپ کا دستخط شدہ ہے میں نے دیکھا ہے یہ ایسا حسین تھا کہ خط ولایت کے کاتب بھی ایسا نہیں لکھ سکتے ۔ الغرض آپ صاحب کمال تھے آپ کی وفات سنہ ۱۱۷۰ھ میں بتاریخ ۱۷ ربیع الثانی واقع ہوئی آپکی قبر شریف حضرت شاہ محی الدین ثانی کے روضہ منورہ کے نزدیک روضہ مذکور کے صحن میں واقع ہے آپکے ایک مرید صادق اور خلیفہ واثق تھے جو اپنے شیخ کے قائم مقام ہوئے انکا نام شاہ احمد پرہیزی تھا ان سے شاہ ہنر پرہیزی فیضیاب ہوئے اور ان کے بعد یہ سلسلہ معدوم ہو گیا ۔

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

عارف سبحانی، صاحب عرفانی، اکمل وقت حضرت محمد خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب مکاشفہ لکھتے ہیں کہ آپ حضرت شاہ محی الدین ثانی بن جناب عالی لاابالی کے مرید اور خلیفہ کامل تھے۔ آپ خطہ ملک دکن کے متوطن تھے کافی سیر و سیاحت فرمائی تھی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے تمام ہندوستان کے علاوہ لاہور ملتان وغیرہ کا سفر کیا۔ اکثر مشائخین وقت سے ملے اور انکی صحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد پھر دکن لوٹے اور حضرت شاہ محی الدین ثانی کی بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنے مقصود کو حاصل کر لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس بیعت و ارادت سے قبل تو آپ ہر اس شخص سے جویائے راہ حق ہوتے جس سے ملاقات ہوتی لیکن کسی نے آپ کی تسکین طلب نہ کی جب حضرت شاہ محی الدین ثانی کی جناب میں حاضر ہوئے تو تسکین خاطر کلیتہً حاصل کر لی۔

چنانچہ صاحب لطائف قادریہ تحریر کرتے ہیں کہ کسی شخص نے خان موصوف سے پوچھا کہ آپ نے بعید مسافرت فرمائی اور ہر ملک میں ایک بار تشریف لے گئے لیکن کسی سے بیعت نہ کی ان بزرگ سے کیا معلوم ہوا کہ آپ نے خود کو ان کے حلقہ ارادت سے منسلک کر لیا آپ نے فرمایا۔ دوستو سنو، ایک مدت سے میں ماہی بے آب کی مانند آب حیات کی تلاش میں بے تاب تھا جس کسی کی خدمت میں پہونچا اس سے آب مطلب طلب کیا لیکن سیراب نہ ہو سکا ان لوگوں نے اسکا اشارہ کیا اور مجھے خدا کے حوالہ کر دیا جب حضرت شاہ محی الدین ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو بغیر محنت کے میں نے اپنے مطلوب کو پا لیا اور انہوں نے اپنے ایک ہی اشارہ سے معشوق حقیقی کو "در من از من بمن" کر دیا اور ان میں اور دیگر بزرگوں میں بہت فرق ہے یعنی آپ دعا بھی نہیں کرتے اور مقصود کو پا لیتے ہیں۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

آں یکے را روی او شد سوئے دوست ٭ ایں یکے را روی او خود روئے دوست

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت محی الدین ثانی کے مریدوں میں خان موصوف کی

ذات بابرکات منفرد اور ممتاز تھی کبھی آپ وقت پر غالب ہوتے اور کبھی وقت آپ پر غالب ہوتا۔ جب وقت غلبہ کرتا تو آپ غلبۂ حال میں اکثر فرماتے کہ لوگوں کو مردہ کہا جاتا ہے لیکن مردانِ حق ہرگز نہیں مرتے کیونکہ دوستانِ الٰہی کو موت نہیں آتی وہ صرف چلے جاتے ہیں انکو مردہ کہنا حرف غلط ہے چنانچہ محرم راز حافظ شیراز فرماتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور فرماتے کہ دوستانِ حق ہمیشہ ایک حال پر ہوتے ہیں راوی کا بیان ہے کہ کسی کو خان مذکور کے آگے اتنی جرأت نہ ہوتی کہ وہ آپ کے ارشاد کو رد کر دے جب آپکا وقت رحلت آپہونچا اور آپ کے تمام اعضاء کی روح قبض ہوگئی تو سانس کی قدر گرمی اور ایک نامعلوم حرکت باقی تھی شاہ امین اللہ قادری جو آپکی عیادت کے لئے آئے تھے آپکے پائیں کھڑے ہوکر باواز بلند کہا کہ محمد خاں صاحب وہ بات جو آپ نے کہی تھی آج کہاں گئی۔ آخر موت حق ہے۔ کہتے ہیں کہ اکثر اوقات ان دونوں حضرات میں باہم اس طرح کے کلمات اور مذاق ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آخری وقت بھی لطیفہ کیا اور ابھی یہ کلمہ ادا ہوا ہی تھا کہ خان موصوف کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی آپ نے آنکھیں کھولیں اور اپنے بستر پر اٹھ بیٹھے اور پہلوان کی طرح اپنے زانو پر قوت سے ہاتھ مار کر فرمایا اے دختر تم ہم کو مردہ سمجھتی ہو آؤ میں تم سے پنجہ کشی کرتا ہوں تمام حاضرین دریائے حیرت میں غوطہ زن ہوگئے یہ گفتگو چل ہی رہی تھی کہ شاہ درویش محی الدین قادری جو آپ کے مرشد کے پوتے تھے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ محمد خاں صاحب دوستان خدا کو موت نہیں آتی لیکن وہ ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل کئے جاتے ہیں اب آپ اپنے بستر پر دوامی استراحت فرمائیے کیونکہ پاس شریعت ضروری ہے آپ نے اسی وقت اپنے پاؤں دراز کر دئے اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ جب خانِ بزرگ اپنے مرشد اقدس کی مزار کے طواف کی نیت سے حاضر ہوتے تو اپنے شیخ کی مرقد کے روبرو کبھی زمین بوسی نہ کرتے آپ مرید بھی نہ کرتے اس سے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ نے کس بزرگ کی خدمت میں فیض ارادت حاصل کیا۔

صاحب مخازن اعراس تحریر کرتے ہیں کہ آپ خان خانان کے ملازم تھے جو بہادر شاہ کے وزیر تھے

ایک روز وزیر صاحب مذکور نے فرمایا کہ محمد خانصاحب آپ دوستانِ خدا سے ہیں لیکن مرقد شیخ کا ادب بجا نہیں لاتے جو سلف صالحین کے طریق کے خلاف متصور ہوتا ہے نہ آپ زمین بوسی فرماتے ہیں اور نہ ہی سر زمین پر رکھتے ہیں یہ آپ کا طریقہ ہے۔ خان بزرگوار نے کہا کہ اے دختر تم نہیں جانتے کہ ایک سر جو تھا وہ ہم نے اس کے آستان پر جھکا دیا اور اور دوسرا سر تو نہیں ہے کہ کبھی جھکائیں اور کبھی اٹھائیں۔

راوی مذکور رقمطراز ہیں کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین کے بعد شاہ درویش محی الدین قادری نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ نماز ظہر کا وقت تنگ ہے ان کو دفن کر دو اور خود نماز ظہر میں مشغول ہو گئے چنانچہ آپ کے دیگر لوگوں نے سپرد لحد کیا اور چاہا کہ قبر پر کڑیاں رکھدیں جو پتھر لایا جاتا وہ چھوٹا پڑتا حاضرین متحیر ہو گئے ابھی تو تمام کڑیاں برابر تھیں اور ابھی ابھی کوتاہ کس طرح ہو گئیں اسی تگ و دو میں ایک ساعت گذر گئی جب حضرت درویش محی الدین نماز ظہر سے فارغ ہو کر تو صورت حال حضرت مذکور سے سنائی گئی۔ حضرت خود تشریف لائے ایک کڑی اپنے دست مبارک سے اٹھا کر قبر پر رکھی تو وہ کڑی نہ کم تھی اور نہ زیادہ اسکے بعد حضرت نے تمام کڑیاں اپنے دست مبارک سے مزار پر نصب فرمایا۔

راوی تحریر کرتے ہیں کہ جب محمد خاں صاحب کی رحلت کا وقت قریب آیا تو شاہ درویش محی الدین قادری کو آپ نے طلب فرمایا جو آپ کے مرشد کے پوتے تھے اور عرض کیا کہ مجھے اس مقام پر مدفون کیا جائے جہاں میں کہوں آپ اسکی اجازت مرحمت فرمائیں حضرت نے فرمایا کہ خانصاحب آپ کو جو جگہ پسند ہے حاضر ہے خان موصوف نے کہا صاحبزادہ من اگر میرا وقت آپہونچا ہے تو مجھے مسجد کے عقب میں مسجد کی اوپری جانب جہاں میرے مرشد کا بیت الخلا تھا وہاں دفن کیا جائے میری نجات اسی میں ہے چنانچہ آپ کی وصیت کے بموجب آپکی وفات کے بعد آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔

مؤلف عاصی عرض کرتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۹ھ میں جب دریائے موسیٰ میں طغیانی اس درجہ بڑھی کہ طوفانِ نوح کی حالت نظر آنے لگی اور دریا کی موجیں روضۂ مبارکہ کے چھت پر سے بہنے لگیں تو اس صدمہ عظیم سے آپ کی قبر بہہ گئی اور قبر میں ایک بڑا سوراخ پڑ گیا اس سوراخ سے تعویذ قبر برآمد ہوا۔ فقیر نے چاہا کہ اس پتھر کو آپ کی مرقد کی جگہ نصب کر دوں چنانچہ میں نے اپنی یہ

یہ خواہش حضرت پیر و مرشد سے عرض کی فرمایا کہ بہتر ہے چنانچہ اس پتھر کو آپکی قبر کے مقام پر نصب کر دیا گیا دوسرے روز حضرت پیر و مرشد کونین (حضرت سید شاہ موسیٰ قادری) روضہ منورہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور آپ کی قبر پر بھی پھول نذر کئے عشاء کے بعد اپنے گھر میں رونق افروز ہوئے اور بوقت فجر اس عاصی کو یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے فلاں سنگ تراش کو جلد بلاؤ کیونکہ آج رات محمد خاں نے میرے مکاشفہ میں فرمایا ہے کہ صاحب تعجب ہے کہ میرا لوح مزار عورتوں کی قبروں کے تعویذ کے مانند ہے۔ سنگ تراش کو بلوا کر اپنے مردوں کی قبر کے تعویذ کی مانند کروا دو۔ حسب ارشاد سنگ تراش کو بلوا کر مصلیٰ مزار مردوں کی قبروں کی طرح ترشوایا گیا جو آج تک آپ کی قبر پر نصب ہے۔ الغرض آپ مستکمل وقت تھے آپکی وفات ۱۱۳۳ھ میں بتاریخ ۹ صفر المظفر واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ مقتدا، قبلہ ابدا، پیشوائے قوم شاہ علی رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام شاہ محمد تھا اور آپ سرہند کے اکابرین سے تھے کہتے ہیں کہ شاہ علی رضا کو طفولیت سے ایسا شوق الٰہی تھا کہ آپ کے تمام قرابت دار آپ کو مجنون کہتے تھے۔ آپ صاحب تقویٰ و ریاضت تھے ایام جوانی میں سرہند سے نکلے اور بادشاہ عالمگیر کے لشکر میں شامل ہوئے تو آپ کی ذات اقدس سے بعض تصرفات وقوع پذیر ہوئے جس سے آپکا کمال شہرہ آفاق ہو گیا آپ کو سماع کا بہت شوق تھا خصوصاً طائفہ بہاندان مرغوب طبع تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی آمد کے بعد عالمگیر بادشاہ نے آپ کے والد کو سرہند سے اپنے روبرو طلب کیا اور ان کو کتب خانہ اور تسبیح خانہ کا داروغہ مقرر کیا جب آپکی بزرگی کی داستاں بادشاہ کے گوش گذار ہوئی تو آپ کے والد سے کہا کہ میں تمہارے صاحبزادے سے ملاقات

کا اشتیاق رکھتا ہوں انہیں تسبیح خانہ میں بلا کر مجھے اطلاع دیجئے شاہ محمد نے عرض کیا کہ وہ شخص دیوانہ ہے آپ کی صحبت کے لائق نہیں بادشاہ نے فرمایا کے مجھے انکے افعال سے کام نہیں صرف انکو دیکھنے کا مشتاق ہوں شاہ محمد نے شاہ علی رضا سے سلطان سے ملاقات کرنے کے لئے کہا تو آپ نے قبول نہ کیا شاہ محمد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جذب کے باعث وہ تسبیح خانہ میں آنا پسند نہیں کرتا ۔ بادشاہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ پالکی اپنے ہمراہ شاہ علی رضا کے پاس لے جاؤ اور ان کو اس پہ سوار کر کے لے آؤ الغرض آپ تشریف لے گئے تو بہت تواضع سے بادشاہ نے ملاقات کی اور بوقت رخصت بادشاہی ملبوسات اور کچھ مبلغ نذر کی اور بہ تعظیم تمام رخصت کیا ۔

راوی سطور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ معز الدین ہندوستان کا تخت نشین ہوا تو گجرات سے شاہ علی رضا کو طلب کیا اور ان کے سلسلہ ارادت میں داخل ہوا ۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ سے بادشاہ جب کبھی ملاقات کرتا تو حد سے زیادہ جھک کر سلام کرتا ۔ ایک روز ذوالفقار خان نے عرض کیا کہ بادشاہوں کا یہ وطیرہ نہیں کہ بزرگوں کو اس قدر جھک کر سلام کریں بادشاہ نے کہا بیشک لیکن جب ان بزرگ سے آنکھیں چار ہوتی ہیں تو بے اختیار میرا جسم سلام کے لئے جھک جاتا ہے جیسے کوئی قوت سے مجھے جھٹکا دیتا ہے اسکے بعد جب فرخ سیر بادشاہ ہوا تو اسے معز الدین سے عداوت تھی اس وجہ سے اس نے چاہا کہ حضرت کو گجرات سے طلب کر کے جبراً بے ادبی سے پیش آئے چنانچہ یہ فرمان جب حکام گجرات کو پہونچا جو سب کے سب شاہ صاحب موصوف کے معتقدین سے تھے تو ان لوگوں نے باتفاق آراء فیصلہ کیا کہ حضرت موصوف رات کے وقت شہر سے نکل کر بندر کی جانب روانہ ہو جائیں اور وہاں سے مکہ معظمہ تشریف لے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا فرخ سیر کے انتقال کے بعد پھر آپ مکہ سے گجرات آئے اور کچھ ہی عرصہ بعد بتاریخ ۱۰ رمضان المبارک رحلت فرمائی حضرت مذکور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اولاد سے تھے ۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ شاہ فضل، شاہ علی صاحب شاہ غلام حسین صاحب ۔ شاہ فتاح مرحوم وغیرہم جیسے طریقہ چشتیہ میں آپ کے ایک سو اسی خلفائے کاملین تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

مشکوٰۃ سی و پنجم

ذکر شریف

قدوۃ المحققین، زبدۃ الواصلین و العارفین، مہبط انوار حیدری حضرت شاہ درویش محی الدین القادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب شریف صاحب دستگیر صاحب مشہور آفاق تھا۔ صاحب جام حق نما جو آپکے فرزند ارجمند ہیں اپنی تالیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مرشد کونین ما حیدر آباد کے ارکان مشائخ سے تھے مستعد پورہ میں جو متصل شہر مغربی جانب واقع ہے سکونت پذیر تھے۔

صاحب لطائف قادریہ نقل کرتے ہیں کہ جب آپ چار سال کے تھے آپکے والد بزرگوار کی رحلت ہو گئی اسکی تفصیل سابقہ مشکوٰۃ میں مرقوم ہو چکی ہے آپ نے سن شعور کو پہونچنے تک حضرت شاہ محی الدین ثانی جو آپکے جد امجد تھے فرزند کی طرح آپ کی پرورش فرمائی آپ بھی صحرا اور آبادی میں غرض ہر جگہ اپنے جد بزرگوار کے ساتھ رہتے فیض باطنی اور علم ظاہری کی سند بھی حضرت مذکور سے حاصل کی تھی ایک روز عشق الٰہی اور جذب حق کے ولولہ کے زیر اثر ایام شباب میں اپنے جد بزرگوار سے ارادت، بیعت، اجازت اور خلافت اجدادیہ طلب کی۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی نے فرمایا بابا غلام درویش اگر تم راہ حق میں اسطرح داخل ہونا چاہتے ہو جسطرح دیگر جانبازوں کا داخلہ ہوا تھا تو پہلے کچھ عرصہ تک عالم روزگار میں سپاہ گری اختیار کرو اور میدان جہاد میں دست و پا اندازی کرو کہ تم زخمی ہو جاؤ تمہارے خون کا جوش کم ہو جائے اور تمہارا دل محبت اور طلب سے سرد ہو جائے اس وقت مجھے دست ارادت بیعت دینا اور اگر ابھی اس سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہو تو اس کے لئے راہ سلوک کی محنت اور ریاضت ضروری ہے جس کے لئے فقر و فاقہ لازم ہے اور اگر کبھی تمہارے دل میں خیال آئے کہ میں نے اس بار گراں کو اٹھانے کی بجائے فکر معاش کیوں نہیں کی تو جب کبھی ایسا خیال

تمہارے دل میں گذرے تمہیں فقر میں کمال حاصل نہ ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ محی الدین قادری نے اپنے جد بزرگوار کے ارشاد کی تعمیل میں روزگار اختیار کیا اور کامل پانچ سال تک مقرب خاں کی خدمت میں ملازمت کی اتفاق سے دو تین مقامات پر کارزار گرم ہوا اور آپ کے بدن مبارک پر چند زخم آئے اسکے بعد آپ نے ملازمت ترک کر دی اور اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں پہونچ کر مکرر التماس کیا کہ یا جدی! اب میرا دل دنیا کی جاہ و حشم سے سرد ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو دست بیعت دوں۔ حضرت محی الدین ثانی نے فرمایا بابا غلام درویش میں تمہارا دست بیعت قبول کرتا ہوں آؤ تاکہ میں تمہیں طالبان حق سے کر دوں۔ الغرض حضرت مذکور نے آپ کو شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور ایک مدت مدید تک آپ کو اپنی خدمت میں رکھا حضرت شاہ درویش محی الدین قادری نے بھی سالہا سال اپنے جد بزرگوار کی خدمت سے تمام علوم ظاہری و باطنی کا استفادہ فرمایا اور کچھ ہی عرصہ میں صاحب ارشاد و تلقین ہو گئے۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ خلافت، اجازت اور خرقۂ مشائخ اجدادیہ کے لئے حضرت محی الدین ثانی کی خدمت میں عرض پرداز ہوئے تو حضرت نے فرمایا بابا غلام درویش میں تمہیں غیر کا محتاج نہ رکھوں گا۔ تمہاری تکمیل میرے ہی ہاتھوں ہوگی جو کچھ تمہارے مقدر میں ہے تمہیں پہونچ چکا ہے اور آئندہ بھی پہونچے گا۔ خاطر جمع رہو لیکن تمہارا خرقۂ خلافت تمہیں تمہارے چچا کے ہاتھ سے ملیگا انشاءاللہ انکے ذریعہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائیگی۔ جب آپ نے اپنے جد بزرگوار کی رحلت کے بعد اپنے حقیقی چچا حضرت سید عبداللطیف ثانی کے دست مبارک سے جو آپ کے جد امجد کے قائم مقام تھے خرقۂ خلافت اور اجازت مطلقہ حاصل کیا اور عم محترم کی وفات کے بعد مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو ایک عالم آپ کے فیض عام سے مرتبۂ ہدایت پر فائز ہوا ۴۲ سال کی مدت تک آپ مریدوں کی تعلیم میں مشغول رہے اور آپ کے اکثر خلفا صاحب کمال ہوئے مثلاً شاہ عارف خدا نما، شاہ توکل وغیرہما۔ آپ نے اپنے رموز حقائق آشکار فرمائے کہ جناب عالی حضرت لاابالی کی اولاد میں کسی اور نے نہ کئے ہونگے آپ کی خدمت میں امرائے عظام کو بھی خلوص اور اعتقاد تمام تھا اور اکثر اہل دول آپ کے مرید تھے مثلاً خان عالم کلاں، امین خاں احتشام جنگ وغیرہ جو آپ کی ارادت کا حلقہ کے حال تھے خصوص خان بھی جو محقق وقت تھا آپ کے

حلقۂ ارادت میں صادق تھا۔

سید انوار اللہ اخبار الانوار میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری بزرگی اور سے موصوف تھے آپ ہمیشہ مشغول بحق رہتے تھے صاحب تقویٰ اور بلند ہمت تھے جو کوئی آپ سے سوال کرتا آپ اسکو رد نہ فرماتے اور خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ ملک دکن کے اکثر امراء آپ کے مریدین سے تھے۔ نظام الملک آصفجاہ مرحوم بھی آپ سے باادب تمام ملاقات کرتے تھے شہر حیدرآباد کے تمام مشائخین آپکی تعظیم و تکریم بجالاتے۔ ملک دکن میں بود و باش کے باعث آپکی گفتگو کا انداز بھی اہل دکن کے مانند تھا ادنیٰ اور اعلیٰ سب سے کشادہ پیشانی سے ملاقات فرماتے آپ کے چہرہ مبارک سے آپ کی شان بزرگی ہویدا تھی۔ اور ایسی شان کا کوئی اور مشائخ فقیر کی نظر سے نہیں گذرا۔

صاحب اخبار الانوار یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ درویش صاحب اور حضرت صاحب دونوں بزرگ ہم عصر تھے اور ان دونوں میں قرابت قریبہ تھی یعنی ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے الغرض شاہ درویش محی الدین قادری کے کمالات اور تصرفات قید تحریر سے باہر ہیں۔

صاحب لطائف قادری فرماتے ہیں کہ آپ کثیر اخراجات کے باوجود کسی سے نذر قبول نہ فرماتے تھے آپ کی گذر بسر محض توکل پر تھی چنانچہ ایک روز قاضی میر خلیل اللہ خاں ابن قاضی بابا مرحوم جو آپ کے معتقد تھے آثار پور کی جاگیر کا پروانہ جو دو ہزار روپیہ محاصل کا تھا آصفجاہ مغفور کی خاص مہر سے آپ کے نام تیار کیا اور نواب صاحب موصوف کی جانب سے بطریق تواضع آپ کی خدمت میں پیش کیا اس وقت حضرت قصبہ سنت نگر میں تشریف فرما تھے جب پروانہ اور عرضی آپ کی خدمت میں پہونچی تو کہتے ہیں کہ وہ رات کا وقت تھا آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے کو یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ غلام محی الدین میر خلیل خاں کے جواب میں تحریر کرو کہ فقیر تم کو اپنے مخلصین سے تصور کرتا تھا اب سمجھتا ہے کہ تم مفسدین سے ہو اگر فقیر تمہاری اس پیشکش کو قبول کرے تو تا حیات مجھے فکر معاش سے فراغت حاصل رہے گی اور میرے بعد میری اولاد دنیا کی طمع میں ترکہ کے لئے ایک دوسرے میں مخاصمت پیدا کرے گی اور جب جاگیر مسطور ضبط ہو جائے گی تو اسکی دوبارہ اجرائی کے لئے میری اولاد دربدر پھرے گی اس سے بڑا فساد اور کیا ہو سکتا ہے فقیر کو روسا کی نذر نہیں چاہیئے اگر تمہیں اس فقیر سے محبت ہے تو بار دیگر ایسی حرکت نہ کروگے۔ اس کے بعد آپ نے پروانہ کے دو ٹکڑے کر دئے

اور لفافہ میں بند کر کے واپس بھیج دیا۔

راوی دیگر سے منقول ہے کہ جب حضرت نے شاہ صبغۃ اللہ ثانی سے ملاقات کے لئے ارکاٹ کا سفر فرمایا تو اثناء راہ میں کڑپہ گئے۔ اس وقت وہاں پر موچہ میاں کی حکومت تھی جو عبدالحلیم خاں کا دادا تھا جب اس نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو استقبال کے لئے نکلا اس روز اسکے والد کی سالانہ فاتحہ تھی اس نے اپنے دیوان سے کہا کہ میں فلاں بزرگ کی خدمت میں جارہا ہوں میری واپسی تک تم ہر درویش سائل کو فی آدمی ایک روپیہ اور ایک چادر کے حساب سے دیتے رہو الغرض بادشاہ مذکور بکمال رسوخ آپ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ایک درویش آیا اور کہا نواب تمہارے دیوان نے مجھے ایک روپیہ نقد اور کپڑا نہ دیا حاکم مذکور نے اپنے ملازم کو حکم دیا کہ اس درویش کو دیگر درویشوں کے موافق روپیہ اور چادر دیدو خدمت گذار اس درویش کو دے گیا اور پھر حاضر ہو کر کہا کہ اس درویش نے اپنا حصہ پہلے ہی لے لیا اور اب دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے نواب مذکور عبدالعزیز خان عرف موچہ میاں نے بے ساختہ اور بے تامل اپنی زبان سے کہا کہ یہ درویش کسقدر لالچی ہے اس کا یہ کہنا ہی تھا کہ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری اٹھ گئے اور فرمایا کہ اے فلاں ہمارے مشرب میں الفقراء کنفس واحد آیا ہے تم نے جو کچھ اس کے متعلق کہا وہ مجھ پر بھی صادق آتا ہے اب حریص فقیروں کا تمہارے گھر میں کیا کام وہ بکمال معذرت کے ساتھ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے قصور پر نادم ہوگیا۔ حضرت پر غیرت فقر سے جلال طاری تھا اس کی عاجزی کے باوجود آپ نے فرمایا کہ فقیر کے لئے تمہاری سرحد میں کچھ کھانا سور کے گوشت کی مانند ہے الغرض آپ وہاں سے اٹھ گئے اور فوراً کوچ کیا اسکی سرحد کے باہر آنے کے بعد ہی کچھ تناول کیا سبحان اللہ مشرب درویشی کی یگانگت کسقدر آپ کو ملحوظ خاطر تھی جو بیان نہیں کیجا سکتی جو اس مشرب کا حامل ہے وہی آپ کا مرتبہ جان سکتا ہے

یہ روایت بھی تحقیق سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت شاہ درویش محی الدین قادری مستعد پورہ میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھے تھے جہاں سے شارع عام کا نظارہ ہوتا تھا آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ہیں اور اسے ایک کثیر مجمع کے کے ساتھ قتل کرنے کے لئے لے جایا جارہا ہے آپ نے جب یہ حال دیکھا تو کسی سے فرمایا کہ اس جماعت سے استفسار کرو کہ کس گناہ عظیم میں اس شخص کی گردن زدنی کیجارہی ہے جماعت نے جواب

دیا کہ اس شخص کا جرم یہ ہے کہ اس نے مکہ مسجد میں علی کا نام لیا اور دیگر اصحاب ثلاثہ کا تذکرہ نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ رافضی ہے لہذا اسکو اس جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہے ۔ کیونکہ یہ واجب القتل ہے آپ نے فرمایا کہ اس جماعت کے لوگوں کو میری جانب سے کہو کہ فقیر کے پاس آو اور اس کی بات بھی سن لو آپ کی شوکت مشیخت ظاہر تھی چنانچہ تمام لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بیان کا اعادہ کیا حضرت نے فرمایا کہ اے مسلمانو ایک شخص نے حضرت علی ابن ابی طالب کا نام لیا تو تم اسکے قتل کرنے کے درپے ہو اور میں حضرت علی کی ہی نسل سے ہوں پہلے مجھے قتل کرو بعد میں اس مجرم کا سر قلم کرنا۔ آپکے حسن بیان اور تصرف سے تمام لوگ نادم اور پشیماں ہوئے اور شخص مذکور کی جان بخشی کر دی ۔

راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ کے روبرو اقرار کلمہ طیبہ گروہ امامیہ کے طور پر کیا حضرت نے اس پہ کچھ نہ فرمایا۔ جب بعض حاضرین مجلس نے آپ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ دوستو ہمارے مذہب سنت الجماعت میں کلمہ طیبہ میں انضمام کے بغیر علی ولی اللہ کہنا روا کہا جاتا ہے اور ہم اس کے معنوں کو حق جانتے ہیں۔ شیعہ امامیہ اس کلمے کے کلمہ طیبہ میں انضمام کے قائل ہیں۔ صوفی صافی بیان کرتے ہیں کہ رسالت اور ولایت خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کے دو گواہ ہیں جل جلالہ و عم نوالہ یعنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پر رسالت محمد رسول اللہ اور ولایت علی ولی اللہ شاہد کافی ہیں۔ الغرض حضرت کی خوش بیانی کو جو سنتا وجد کرتا اور آیت ان من البیان لسحر کا ورد کرتا۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت بحر حقائق اور دریائے علم معرفت تھے اور آپکے کلام سے توحید کی بارش ہوتی تھی آپ نے اکثر اپنے مریدین کے لئے تصوف، ارشاد اور تلقین کے مضامین اپنے مکتوبات میں تحریر فرمائے خصوصاً امین خاں احتشام جنگ کے نام کئی مکتوب ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں :-

مکتوب اوّل

فارسی	ترجمہ
عقیدت نشان امین خان بداند کہ	عقیدت نشان امین خاں کو معلوم ہو کہ فقیر

الفقر سواد الوجہ فی الدارین گفتہ اند و آں سیاہی کتابت از خال است کہ زیبائے چہرۂ مقصود دانست و آنانکہ سیاہ روئے مرا دانستہ اند صبغة اللہ خوانند بدانکہ بالاتر از و رنگ دگر نباشد۔ بالاتر از سیاہی رنگ دگر نباشد و ہر رنگ انگے دیگر پذیرد آنا از سواد متبدل نگردد کہ نور سیاہ عبارت از نور ذات است چنانچہ عارفی گفتہ است ؎

در مقام نیستی ہستی گذر نباشد
بالاتر از سیاہی رنگ دگر نباشد

دیگر سالک ملکوتی را ہشت چیز می باید تا بمقام ملکوت رسد اول بحدود شریعت قائم شد۔ دوم دائم الوضو بود۔ سوم بدام بذکر دوام مشغول باشد۔ چہارم دل را متوجہ بجانب پیر کند۔ پنجم خطرۂ غیر را نفی کند۔ ششم بقضاء الٰہی راضی باشد۔ ہفتم سخن کم کند۔ ہشتم بخلاف نفس کار کند تا بمقصد رسد زیادہ والسلام والدعا۔

کو دارین میں روسیاہی کہا گیا ہے اور کتاب کی سیاہی ایسی ہے کہ جیسے معشوق کے چہرہ پہ خال۔ اور جو لوگ کہ میرے چہرہ کی سیاہی کی حقیقت سے واقف ہیں وہ اسکو صبغة اللہ کہتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سے بہتر کوئی اور رنگ نہیں۔ سیاہی سے بہتر کوئی رنگ نہیں اس رنگ پہ اگر دوسرا رنگ چڑھا بھی دیا جائے تو یہ رنگ سیاہ متبدل نہ ہوگا کیونکہ سیاہ نور نور ذات ہے۔ جیسا کہ ایک عارف کا ارشاد ہے ؎

در مقام نیستی ہستی گذر نباشد
بالاتر از سیاہی رنگ دگر نباشد

اسکے علاوہ سالک ملکوتی کے لئے آٹھ چیزیں لازم ہیں تاکہ وہ مقام ملکوت تک پہونچ جائے اول یہ کہ شریعت کے حدود کا پابند ہو۔ دوسرے دائم الوضو رہے۔ تیسرے ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے۔ چوتھے دل سے اپنے پیر کی جانب رجوع رہے۔ پانچویں غیر کے خطرہ کی نفی کرے۔ چھٹے تقدیر الٰہی پہ راضی رہے۔ ساتویں کم سخن رہے اور آٹھویں اپنے نفس کی خواہشات کے خلاف ورزی کرے تاکہ اپنا مقصد حاصل کرلے۔ زیادہ والسلام والدعا۔

مکتوب دوم

فارسی

بجانب برادر دینی دعای دارین از درویش خیر اندیش مطالعہ باد و مخفی و محتجب نماند کہ مبتدی تا دو مقدمہ نزول نمی شناسد عروج کردن ممکن نبود و این عروج کنایہ پیش ارباب حقیقت سیر الی اللہ باشد پس سیر دست ندہد تا کہ تزکیہ و تصفیہ حاصل نکند بریاضات تام و مجاہدۃ تمام چنانکہ طریق ابرار و اخیار است اما اقرب الطرق شطار است دریں طریق کم می برند فکر اصحاب عجائب و غرائب کہ صاحب ذوق وجدانند۔ ذلک فضل اللہ و طریق شطار منقسم بدہ قسم است اول توبہ ھو الخروج عن کل مطلوب ماسوا اللہ کما ھو بالموۃ دوم زہد ھو الخروج عن الدنیا و محبتھا و متاعھا و شھواتھا کما ھو بالموۃ سیوم توکل ھو الخروج عن الشھواۃ النفاسۃ النفسانیہ کما ھو بالموۃ۔

چہارم عزلت ھو الخروج عن مخالط الخلق بالانقطاع کما ھو بالموۃ پنجم التوجہ الی اللہ تعالیٰ والاعراض عما سوا اللہ کما ھو بالموۃ ششم مجاہدہ ھو لا یبقی مطلوبہ ولا محبوبہ ولا مقصودہ

ترجمہ

برادر دینی کی خدمت میں اس درویش خیر اندیش کی جانب سے دعائے دارین پیش ہے یہ امر پوشیدہ اور مخفی نہ رہے کہ مبتدی جب تک دو مراتب نزول نہ پہچانے اسکو عروج کا عرفان نہیں ہو سکتا اور یہ عروج ارباب حقیقت کے نزدیک سیر الی اللہ سے کنایہ ہے اور اس سیر کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ریاضت تام اور کامل مجاہدہ سے تزکیہ اور تصفیہ نفس نہ ہو اور جو ابرار و اخیار کا طریقہ ہے لیکن سب سے زیادہ قریب ترین طریقہ شطاریہ ہے اس طریقہ میں بہت کم لوگ داخل ہوتے ہیں اور جو داخل ہوتے ہیں اصحاب فکر و عجائب و غرائب و ذوق و وجدان ہوتے ہیں طریقہ شطاریہ کی دس اقسام ہیں۔ اول توبہ جس سے مراد یہ ہے کہ خدا کے علاوہ تمام مطالب سے اسطرح دست برداری کرنا جس طرح موت سے دوسرے زہد جو دنیا کی محبت متاع اور خواہشات سے اسطرح نکلنا ہے جس طرح موت ان سب کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ تیسرے توکل جس سے مراد خواہشات نفسانی سے اس طرح نکلنا جسطرح موت ان خواہشات کو ختم کر دیتی ہے۔ چوتھے

کما هو بالموۃ ۔ ہفتم ارتفاع عن حظوظ النفس فی رضاء اللہ بالکلیۃ کما هو بالموۃ ۔ ہشتم رضا هو الخروج عن رضا والنفس بالدخول کما هو بالموۃ ۔ نہم تفویض ثلاثۃ من علامات التفویض ترک الحکم فی اقدام امر اللہ وانتظاراً لقضاء وقتٍ من الوقت وتعطیل التدبیر فی ارادۃ اللہ تعالیٰ کما هو بالموۃ دہم ذکر ۔ یذکر اللہ فی کل نفسٍ من انفاس ۔ اکنون سیر الی اللہ بشنو سیر الی اللہ تعالیٰ عبارت از آنست کہ سالک چنداں جہد وسعی نماید کہ حق سبحانہ تعالیٰ بشناسد کہ یکے است وبذات مطلق ومنبط است بجمیع صفات واعیان وبصاحب سیر الی اللہ علامات بود ۔ اول طلب حق تعالیٰ دوم طلب دانا کہ بے دلیل راہ نتواند رفتن سیوم ارادہ صادق زیرا کہ ارادۂ کامل مر سالک را امر کبیر است تا ہر چند ارادت قوی تر مرکب قوی تر باشد ۔ چنانکہ حضرت شیخ ما رضی اللہ عنہ می فرماید المرید لا یرید سواہ واذا اراد بطل دعواہ ۔ چہارم مطیع ومنقاد بدستور ۔ پنجم ترک فضولات کہ لازمی است ۔ ششم تقویٰ یعنی راست گفتار وکردار وحلال خوار وبشریعت پایدار باشد

تنہائی جس سے اس طرح مخلوق سے بے تعلق مراد ہے جیسا کہ موت کے باعث ہو جاتی ہے پانچویں توجہ الی اللہ اور ماسوی اللہ سے اسطرح روگردانی جیسی موت کے بعد ہو جاتی ہے چھٹے مجاہدہ جس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح موت کی وجہ سے مطلوب، محبوب اور مقصود کا وجود باقی نہیں رہتا یہی حال زندگی میں بھی رہے ۔ ساتویں رضائے الٰہی کی خاطر خواہشات نفسانی سے اجتناب جس طرح موت کے بعد میسر ہوتا ہے ۔ آٹھویں رضا، اپنی مرضی اور نفس کی بندشوں سے آزاد ہونا مراد ہے جس طرح موت کے بعد یہ حالت ہو جاتی ہے ۔ نویں تفویض ثلاثہ تفویض کی علامات یہ ہیں کہ خدا کے اوامر کے مقابلہ میں نہ دوسرے اوامر کی نفی ۔ وقت مقررہ تک وقت گذرنے کا انتظار اور خدائے تعالیٰ کے ارادے یعنی تقدیر الٰہی کے آگے اپنی تدابیر سے دست برداری جس طرح موت کے باعث ہو جاتی ہے ۔ دسویں ذکر یعنی نفس کی برآمد وشد میں یاد الٰہی ۔ اب سیر الی اللہ کا حال سنو ۔ سیر الی اللہ تعالیٰ سے یہ مراد ہے کہ سالک اتنی سعی بلیغ کرے کہ اس میں حق شناسی پیدا ہو جائے اور وہ جان لے کہ ذات باری واحد ہے اور تمام صفات واعیان ثابتہ میں مطلق ومنبط ہے ۔ صاحب سیر الی اللہ کی یہ علامات

که متابعت سید الثقلین است۔ ہفتم قلت الکلام که ہمه وقت بدون ذکر الطالب نگذرد مگر کلام لابدی۔ ہشتم قلت الطعام که مخالفت نفس است و اختلاف نفس فتح باطن است۔ نہم قلت المنام که تزاید شوق و ذوق است۔ دہم قلت الانام مگر ضروری پس درین مقیدات ہر سالک را انوار تجلیات پیدا می شود که از غلبۂ خودی فارغ می گردد اما اصحاب ذوق و وجدان تجلیات را سه قسم گفته اند افعالی و صفاتی و ذاتی که اشاره بمحاصره و مکاشفه و مشاہده است غرض این ہمه نتیجه ہا مر طالب را تصحیح نیت و عقیده باشد که نیت از عالم غیب است نه از عالم کسب و نسب و علم اے دوست نمی دانی ابن سیرین بر جنازه حسن بصری نماز نکرد و گفت لم تحضرنی النیة فان النیة نسیم الروح۔ پس نیت و عقیده بجمیع امور از شیخ باشد و اگر کار بر معتقدی نشود باید که بے اعتقاد و بے صبر نشود در صبر نتیجه ہا حاصل بود چنانکه گفته اند اگر طالب را حالتش باز گیرند و عقیده از آں باقی نمانده است دلیل آنست که از و تضرع و نیاز خواسته اند که نیاز بنده بجدی که مرتبه جوشش می آید زیاده اگر خدا می طلبی بلا مے طلبی، والسلام والدعا۔

ہیں۔ اول طلب حق تعالیٰ۔ دوسرے عقلمند کی طلب کیونکہ بغیر راہبر کے راستہ پر چلنا دشوار ہے تیسرے ارادۂ صادق کیونکہ ارادۂ کامل مرد سالک کے لئے ناگزیر ہے۔ جس قدر عزم قوی ہوگا اسی قدر انجام بھی قوی تر ہوگا۔ جیسا کہ ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرید صرف طالب حق ہوتا ہے اور اگر اسکے سوا اس کا کچھ اور مطلوب ہو تو اس کا دعویٰ باطل ہے چوتھے مطیع و منقاد ہونا۔ پانچویں فضول مکروہات سے گریز لازمی ہے۔ چھٹے تقویٰ جس سے راست گوئی صحیح کردار، حلال خوری اور شریعت کی پابندی مراد ہے کہ یہ سید الثقلین کی متابعت ہے ساتویں کم گوئی کی ہر وقت سوائے ذکر اللہ کے اور ضروری باتوں کے کوئی اور بات نہ کرے اٹھویں کم خوری کہ یہ نفس کی خلاف ورزی ہے۔ اور نفس کی مخالفت فتح باطن ہے۔ نویں کم سونا کہ اس سے ذوق اور شوق میں زیادتی ہو جاتی ہے دسویں لوگوں سے کم میل جول رکھنا یعنی سوائے ضروری امور کے لئے ان تقیدات سے ہر سالک پر انوار الٰہی کی تجلیات ہوگی ہیں کیونکہ اسے غلبۂ خودی سے نجات مل جاتی ہے لیکن اصحاب عرفان تجلیات کی تین قسمیں بتاتے ہیں افعالی صفاتی اور ذاتی جس سے محاصرہ، مکاشفہ اور مشاہدہ مراد ہے۔ ان تمام مشائخ کے متعلق

مرد طالب کو اپنی جانب نسبت نہ کرنی چاہیئے بلکہ یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ عالم غیب سے اسکا تعلق ہے نہ کہ عالم کسب، نسب اور علم سے۔

اے دوست کیا تم نہیں جانتے کہ ابن سیرین نے حسن بصری کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور کہا نیت میں یہ بات نہ آئی اور نیت نسیم روح ہے۔ لہذا تمام امور میں نیت اور عقیدہ کا ایسا شیخ کی جانب سے ہونا چاہیئے اگر مبتدی پہ یہ امر گراں گذرے تو اس کو بے اعتقاد اور بے صبر نہ ہونا چاہیئے۔ صبر سے کشود کار ہوگا جیسا کہ کہا گیا ہے اگر طالب پہ ایسی حالت طاری ہو کہ اس کا کوئی عقیدہ ہی باقی نہ رہے تو یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اس سے عجز و الحاح اور نیازمندی طلب کیجا رہی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بندہ کی نیازمندی اسکی خوشنودی کا باعث ہے زیادہ یہ کہ اگر حق طلبی کا ارادہ ہو تو اس راستہ میں آزمائشوں کا سامنا ہے۔

والسلام والدعا۔

مکتوب سیوم

فارسی	ترجمہ
سعادت نشان امین خاں بداند اے طالب الٰہی انچہ کہ ترا رہبر تو فرماید بیقین صدق با لوحی المنزل تصور نمائی و جہد بلیغ کنی کہ درین خطرہ دیگر دخل نکند و بچشم خیال مرصورتش را	سعادت نشان امین خان کو معلوم ہو کہ اے طالب الٰہی جو کچھ تم کو تمہارے راہبر بتائے تم اس کو یقین کے ساتھ وحی کی مانند سمجھو۔ اور سعی بلیغ کرو کہ اس میں کسی خطرہ کا گذر نہ ہونے

چناں پیوند گیری کہ در عیان و بدل و جان و زبان و وہم و فہم سوائے برزخ او راہ نیابد و از تعین اول تا مرکز اسفل او را بصور محمدی تصور کن و جمیع اشیاء موجود بہ را اعضائے آں صورت بشناسی وحدت ذات او بجمیع کثرات دریابی وحدہ لاشریک لہ گوئی و ظاہر و باطن خود را بعدم محض ملاحظہ نمائی جذبہ من جذبات اللہ توازی عمل الثقلین در ہر جان تو روکشد بکثرت وہمی مشاہدہ وحدت قائم و مسلم گردد کہ دراں جمعیت و ذوق عجائب و غرائب معائنہ شود و فہم من فہم من لم یذق لم یعرف اما اے دوست نسیم ایں تفصیل وقتے بمشام جاں تو در رود کہ صدق و اعتقاد مثل کوہ قائم باشی ہیچ رنگ در رخ مذاہب و ملت و علم و نقل و عقل و دلیل و برہان و حکمت و منطق و معانی و نحو و صرف و طب و نجوم و ہندسہ و رمل و باطن و ظاہر تو جنبان و لرزاں نتوانکرد زیراکہ ماضی و مستقبل دریں محل مجہول است ؎

عشق را بو حنیفہ درس نگفت
شافعی را در روایت نیست

پائے۔ اور اپنی چشم تصور میں اپنے شیخ کی صورت کو اس طرح رکھو کہ آنکھوں میں دل میں کانوں میں زبان پر وہم اور فہم میں سوائے اسکے کسی کا گذر نہ ہو اور تعین اول سے مرکز اسفل تک اسکو صورت محمدی تصور کرو اور تمام موجودات کو اس صورت کے اجزاء تصور کرو اور اسکی وحدت ذات کو کثرت میں دیکھا کرو وحدہ لاشریک لہ کہو اور اپنا ظاہر و باطن عدم محض خیال کرو دو جہاں کے کاروبار میں بھی جاذبۂ الٰہی بکثرت کارفرما ہے اور یہی مشاہدہ وحدت مستوفی ہے اس حال میں عجائب و غرائب کا ذوق پیدا ہوگا اور اس ذوق کا حال اسی شخص کو معلوم ہے جو اس سے آشنا ہو۔ لیکن اے دوست اس تفصیل کی نسیم اس وقت تمہاری مشام جاں میں پہونچے گی جبکہ تمہارا صدق اعتقاد مانند کوہ ہو جائے اور تم کو کوئی رنگ فرق مذاہب و ملت علم، نقل، عقل، دلیل، برہان، حکمت، منطق معانی، نحو، صرف، طب، نجوم، ہندسہ، رمل اور تمہارا باطن و ظاہر اس راستے سے جنبش نہ دے سکے کیونکہ اس راہ میں ماضی و مستقبل ہیچ ہیں ؎

عشق را بو حنیفہ درس نگفت
شافعی را در روایت نیست

مالک از رمز عشق بے خبر است
حنبل آگاہ زیں حکایت نیست
بوالعجب عالمے ست عالم عشق
چار مصحف درو یک آیت نیست

آہ صد آہ زہے عالم عشق کہ از کون و مکاں آزاد است وزہے آزادی کہ از خود اخلاص است وزہے خلاصی کہ رقبۂ بندگی در جان است وزہے بندگی کہ شاہد و مشہود و عابد و معبود و ساجد و مسجود و عاشق معشوق و عالم و معلوم خود اوست ہیہات خود از درون و بیرون جلوہ کرد و من زمیان چو سایہ محو شدم بشتاب گر تو عاقلے دریاب گر تو صاحب دلے اے برادر جانی شب و روز در غم دنیا روزی ست افسوس نمی دانی کہ در ہمہ ساعت مرگ در کمین و تو غافل و مہد تو در مین تو از عبادت او کاہل فردا تو را ندامتے بصد اوقات در پیش آید۔ اے دوست بفہم اگر بندہ در سند بندگی باش و دریں دنیا دوں جگر بند ہیچ است۔ دریاب زود دریاب تعلق مزخرفات فانی و وابستگی زن و فرزند دانی غایت نادانی است بلکہ حیوانی ست نہ انسانی۔ چنانکہ حضرت شیخ ما رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا میفرماید العاقل منکم من لا یفرح بالدنیا ولا بالاولاد واهل ومال وماکولات والملابس والمناکح والمراکب کل هذا

مالک از رمز عشق بے خبر است
حنبل آگاہ زیں حکایت نیست
بوالعجب عالمے ست عالم عشق
چار مصحف درو یک آیت نیست

آہ صد آہ۔ زہے عالم عشق کہ جو کون و مکان سے آزاد ہے اور زہے وہ آزادی کہ جو خود سے بھی خلاص ہے اور زہے خلاص کہ بندگی کا پٹہ زیب گلوئے جان ہے اور زہے بندگی کہ خود ہی شاہد بھی ہے مشہود بھی عابد بھی معبود بھی ساجد بھی ہے مسجود بھی۔ عاشق بھی ہے معشوق بھی۔ عالم بھی ہے معلوم بھی۔ افسوس کہ میرے ظاہر و باطن سے وہی آشکار ہے اور درمیان سے میں سایہ کی مانند غائب ہو گیا جلدی کرو اگر تم عقلمند ہو۔ پالو اگر تم صاحب دل ہو۔ اے میرے جانی دوست تم شب و روز دنیا طلبی میں مبتلا ہو جس شخص کے شب و روز اس طرح گزرتے ہوں تو اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہر وقت موت تمہاری تاک میں ہے اور تم اس سے بے خبر ہو۔ اور تمہارا استراحت اس کی عبادت میں کاہل ہے۔ کل تم کو یقیناً اس کی ندامت ہوگی سے پابند رہو اور اس دنیائے دنی کے متنفر رہو کیونکہ یہ ہیچ ہیں۔ پالو جلد پالو۔ خرافات فانی سے تعلق اور زن و فرزند سے وابستگی کمال نادانی ہے۔ بلکہ یہ حیوانیت ہے نہ کہ انسانیت جیسا کہ ہمارے

ھوس فرح المومن بقوت ایمانہ ویقینہ زیادہ اللہ بس باقی ہوس والسلام والدعا۔

شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا فرماتے ہیں تم میں سمجھدار ہے جو دنیا، اولاد، اہل ال، ماکولات، ملبوسات، شادی بیاہ، سواریوں سے خوش نہ ہو یہ سب کاروبار ہوس ہیں۔ مومن کی فرحت اسکے ایمان اور ایقانی قوت میں مضمر ہے زیادہ اللہ باقی ہوس والسلام والدعا۔

مولف عاصی عرض کرتا ہے کہ حضرت کے کلمات طیبات جو آپ نے اپنے مریدین کے لئے مواعظ کے طور پر فرمائے ہیں بہت ہیں ان تمام کو ضبط تحریر میں لانا طوالت کا باعث ہوگا اسلئے انکے منجملہ اہم ملفوظات یہاں تحریر کئے جلتے ہیں۔ سنو! حضرت ایک مقام پر فرماتے ہیں الولایت افضل من النبوۃ آیا ہے اور اس خصوص میں کافی لطائف واقع ہوتے ہیں جو کوئی اس میں بحث کرے تو سمجھنا چاہیئے کہ یقیناً اسے اسرار طریقت و حقیقت کا کوئی علم نہیں۔ اور وہ مشائخین کے لطائف کو نہیں پہچانتا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں جسم کے ذریعہ عبادت عام علم الیقین ہے اور عبودیت خاص یعنی خطرات دل کی نفی کرنا عین الیقین ہے اور عبدیت اخص یعنی خود کو محو کر دینا اور ہمیشہ مشاہدہ میں مستغرق رہنا حق الیقین ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ جس طرح شرع میں اثبات معبود شرک ہے۔ اسی طرح محققین وجود کے نزدیک وجود بھی شرک ہے کیونکہ اصل توحید کے منافی ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ جو کوئی خدائے تعالیٰ کی بجلت تمام عبادت کرتا ہے تو اس کا معبود وہی ہے۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ "ہرچہ دلبر بست خداوندیست" یعنی جس شئے سے تجھے دل لگاؤ ہو جائے وہی تیرا خداوند ہے۔

یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جس طرح نماز شریعت میں لباس اور جسم کی پاکی شرط ہے اسی طرح نماز طریقت میں دل وجان کی پاکی شرط ہے۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا تھا کہ شریعت میں ایک غسل کے بعد نماز ادا کی جا سکتی ہے لیکن طریقت میں دس اخلاق ذمیمہ سے غسل وطہارت کے بعد نماز پڑھنی چاہیئے۔ دس بڑے صفات یہ ہیں۔ حرص

حسد۲ - دام۳ - کینہ۴ - بغض۵ - طمع۶ - ریا۷ - تکبر۸ - دروغ گوئی۹ - غیبت۱۰ -

ایک دفعہ ارشاد ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرند یعنی کبوتر، مور، مرغ اور کوا ذبح کئے۔ محققین کا کہنا ہے کہ ان پرندوں کے ذبح کرنے میں بھی اگر غور کیا جائے تو بعض اشارے ملتے ہیں۔ کبوتر ہمیشہ لوگوں سے قریب رہتا ہے اس کو مارنے سے خلق سے رشتۂ الفت توڑنا مراد ہے۔ مرغ ہمیشہ شہوت پر مائل ہوتا ہے اسکو ذبح کرنے سے خود کو شہوت سے بے نیاز رکھنا مراد ہے۔ کوا حرص و طمع کا منبع ہوتا ہے اس کو قتل کرنا حرص و طمع کو قتل کرنا ہے اور مور جو بہت خوبصورت ہوتا ہے اس کا سر قلم کرنے سے آرائش دنیا سے اپنا دیدۂ ہمت بند رکھنا ہے یقیناً جو شخص مجاہدہ میں ان چار پرندوں کو ذبح کر دے گا اسے حیات ابدی حاصل ہو جائے گی اور وہ سرمدی زندگی میں پہونچ جائے گا۔

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں عناصر اربع کی چار صفات ہیں جن کو تیغ مخالفت سے ذبح کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ؎

چار مرغ است بچار طبع بدن — جملہ را ہمبرا ہنرن گردن
پس بایمان و عشق و عقل و دلیل — زندہ کن ہر چہار را چو خلیل

ایک جگہ یہ بھی زبان فیض ترجمان سے نکلا کہ العابد محجوب بعبادتہ والزاھد محجوب بزھدہ والعالم محجوب بعلمہ۔

ایک دفعہ یہ بھی ارشاد ہوا فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمون یعنی خدائے تعالیٰ کے فضل عام پر توکل کرو اگر تم گروہوں کے گروہ سے ہو۔ محققین کا کہنا ہے کہ توکل ماسوی اللہ سے خوف و رجا کا اسقاط ہے بلکہ بحر شہود میں استغراق کا باعث ہے۔ کیونکہ توکل سے آدمی آلائشات دنیا اور اسباب دنیاوی سے منقطع ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ پیر طریقت نے فرمایا ہے کہ منافق سانپ کی مانند ہے جس کے اندر زہر ہوتا ہے اور بظاہر جسم پر نقش و نگار ہوتے ہیں۔

صورت ظاہر ندارد اعتبار — باطنی باید مبرا از غبار

ایک مقام پر فرماتے ہیں آدمی کے سر میں ایک سوراخ ہوتا ہے جسے فوخ کہا جاتا ہے عارفین اور محبان الٰہی کی ارواح طیبہ اسی سوراخ کے ذریعہ قبض کی جاتی ہیں۔ ایک براق آتا ہے

اور انکی روح کو سوار کرکے لے جاتا ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عارفوں کی روح حجرۂ قدس میں شب و روز اسرار الٰہی کی باتیں سنتی رہتی ہے۔

الغرض آپ کے کمالات اور کلمات طیبات تمام کے تمام اگر یہاں نقل کئے جائیں تو ایک طویل دفتر کی شکل اختیار کرلیں گے جسکی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں لہٰذا آپ کا یہ ذکر شریف آپ کی چند ابیات پر ختم کیا جاتا ہے ؎

رباعی

ذات او را از صفات او حجابے ہست نیست ٭ کائنات از مہر علینش ہیچ تابے ہست نیست
انچہ عالم نام دارد و انچہ آدم خوانیش ٭ بر سر دریائے ہستی جز حبابے ہست نیست

رباعی

جملہ عالم تو ئی پس من حجابے کیستم ٭ مطلع حسنش ہویدا شد نقابے کیستم
ذات حق چو موجزن شد مثل دریائے محیط ٭ بر سر امواج کثرت ایں حبابے کیستم

الغرض آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور آپ کی قادر الکلامی اور قوت بیانی پر تمام مشائخین وقت مقر تھے آپ کے ہم عصر اکثر علمائے آپ کے خوارق عادات کے مشاہدہ پر آپ کی ولایت کا اقرار کیا۔

مؤلف عاصی نے اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری اپنی رحلت کے تین سال قبل اسی مقام پر جہاں اب آپکی مرقد منور واقع ہے ایک روز تشریف لے گئے اور اپنے مقام مدفن سے تھوڑی سی خاک اٹھا کر فرمایا دوستو! یہ خاک ہماری خمیر ہے۔ حاضرین متعجب ہوگئے خصوصاً عبداللہ خاں مخلی جو آپ کے خاص مریدین سے تھے عرض کیا کہ حضرت کی ذات اقدس کو خدائے تعالیٰ ہمارے سروں پر ارشاد گستر رکھے کیونکہ حضرت کی ذات ہمارے لئے وسیلہ دو جہاں ہے۔ آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ آپ نے فرمایا اے فلاں یہ تردد کا مقام نہیں ہمارا خمیر یہی ایک مٹی خاک ہے الغرض حضرت کو اس واقعہ کے تین سال بعد اسی جگہ دفن کیا گیا۔

راوی دیگر کا کہنا ہے کہ عبداللہ خاں مطور نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت کو کفن پہنا کہ نماز جنازہ

کے بعد وضع مذکور ریجا کہ قبر میں اتارا گیا تو یہ بندۂ آستانِ درویش مرقد مطہر کے بائیں کھڑا تھا آپ کے صاحبزادہ والاشان سید محی الدین احمد عرف محی الدین بادشاہ صاحب قبلہ نے معمول مستمرہ کے موافق چاہا کہ حضرت کا چہرہ مبارک قبلہ کی جانب پلٹائیں اس خیال کے پیش نظر انہوں کے کفن شریف کا لفافہ ہٹایا ہی تھا کہ حضرت نے از خود خورشید مشرق کو رو بمغرب کر دیا۔ اور خود ہی چہرہ آفتاب کو نقاب میں چھپا لیا تمام حضرات کو ایسا محسوس ہوا کہ شاید حضرت بیدار ہو گئے ہوں۔ خان مذکور نے بے اختیار اپنا ہاتھ زانو پر مارا اور نعرہ لگایا کہ حضرت زندہ ہیں۔ آپ کو زندہ درگور کس طرح کیا جا سکتا ہے اس پر بہت شور و فغاں برپا ہو گیا حضرت نے خواب محوی سے آنکھیں کھولیں اور اپنی انگشت شہادت دہان مبارک پر رکھ کر شدت غضب سے بآواز بلند "خاموش" کہا خان موصوف کا کہنا تھا کہ معاً میں لرزہ براندام ہو گیا۔ حاضرین پر بھی آپ کی پُرغضب آواز کی سماعت سے ایسی حالت طاری ہوئی کہ سب بے خود ہو گئے اس واقعہ کی حقیقی صورتحال الفاظ کے پیرایہ میں نہیں بیان کی جا سکتی۔ الغرض اسکے بعد حضرت نے اپنے دست مبارک سے کفن اپنے رخ جہاں تاب پر کھینچ لیا اور ابدی نیند میں استراحت فرما ہو گئے چنانچہ کہا گیا ہے ؎

خواب و بیداری ایں طائفہ یکساں است

صاحب لطائف قادری رقمطراز ہیں کہ جب حضرت بیمار ہوئے تو کچھ عرصہ تک فراش رہے لیکن شدید بیماری میں بھی کبھی فرائض فوت نہ ہوئے۔ تقلید شریعت میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو تمام صاحبزادے خلفاء، مریدین، محبان وغیرہم حاضر تھے اور حضرت شریعت اور طریقت کا کلام بطور وصیت ارشاد فرما رہے تھے۔ اس کے بعد تمام باتیں ترک کر دیں اور مشغول بحق ہو گئے۔ اور قدرے آنکھ بند کر کے تبسم فرمایا اور پھر آنکھیں کھول کر تین دفعہ لفظ حق اپنی زبان فیض شان سے ادا فرمایا اور آخری دفعہ لفظ "حق" کی ادائیگی کے وقت روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ اور آپ کے منہ سے سفید کف بہنے لگا۔ اس کف سے قطرہ قطرہ نوش کیا کف اس طرح جا رہا تھا کہ کسی صورت کم نہ ہوتا تھا غرض وہ دن تمام فرزندان، خلفاء اور مریدین کے لئے حشر کا دن تھا۔ صاحبزادے نعلین مبارک سر پر لئے ہوئے تھے اور تمام مجمع پا پیادہ اور سر برہنہ آپ کے جنازہ کے ساتھ تھا۔

المقصود آپ کی وفات ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۱۵۴ھ کو واقع ہوئی آپ کا مرقد انور بیرون شہر حیدرآباد کاروان کے متصل شہر کے مغربی جانب زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد نوربخان عالم مرحوم نے آپ کی مرقد پر روضہ تعمیر کیا جو آپ کے مرید صادق اور دکن کے امیر کبیر تھے۔ یہ عجب جا خوش فزا ہے جہاں عارفوں کو تسکین خاطر ہوتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اکثر اوقات حضرت اثناء کلام میں فرماتے تھے کہ دوستو آگاہ رہو کہ درویش کے لئے لازم ہے کہ وہ چاہے اپنی حیات مستعار میں ہزاروں لاکھوں روپے صرف کرے لیکن جب اس جہاں سے رحلت واقع ہو تو اس کے پاس کفن کے لئے بھی کچھ نہ ہو اگر اسکے پاس کچھ رہ جائے تو اسے اس سے داغ دیا جاتا ہے کیونکہ یہ درویشی کے خلاف ہے۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ حضرت کا یہ معمول تھا آپ کو جب کوئی شئے مطلوب ہوتی تو صندوق میں سے جس پر قفل ابجد ہوتا جس کسی شئے کی ضرورت ہوتی نکال کر صرف فرماتے جب حضرت کا وصال ہوا تو فاتحہ چہلم کے بعد صاحبزادے نے لوگوں کے سامنے قفل مذکور کو کھولا تو اس صندوق میں سے آپ کے دو خاص جبہ تین کلاہ مبارک اور ایک خاک شفا سے بنی تسبیح برآمد ہوئی یہ بھی آپکا تصرف تھا کہ آپ کے وصال کے وقت کچھ باقی نہ تھا۔

غائت کلام یہ کہ جب حضرت نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا تو اس وقت ایک درہم نقد بھی آپ کے گھر میں موجود نہ تھا۔ قاضی میر خلیل خاں مغفور نے جو آپ کے معتقد تھے، تجہیز و تکفین کی خدمت بجا لائی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے المسمون سید محی الدین احمد، سید محی الدین محمد اور سید عبداللطیف ثانی، یہ تینوں حضرات بھی اپنے وقت کے مقتدا ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب معلم ربانی، شاہ اسرار عرفانی قبلہ وقت سید عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف مبارک شاہ حضرت صاحب تھا۔ اور آپ حضرت سید شاہ سعدالدین کے صاحبزادے

تھے جن کا ذکر اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے۔

صاحب انوار الاخیار فرماتے ہیں کہ حضرت حیدر آباد کے عمدۃ المشائخین سے تھے۔ آپ ایسی بزرگی سے موصوف تھے کہ ابتداء شب سے نماز چاشت تک یاد حق میں مشغول رہتے اور ہمیشہ آپ کی زبان مبارک پہ درود شریف جاری رہتا۔ ساکنانِ شہر کیا غریب اور کیا امیر اکثر آپکے مرید تھے۔ نواب آصف جاہ مرحوم جب شہر حیدر آباد آتے تو حضرت قبلہ کی خدمت میں آتے اور دعائے خیر کی درخواست کرتے۔

راوی موصوف یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ دکن میں بود و باش کی وجہ سے آپ روزمرہ اہل دکن کی طرح گفتگو فرماتے تھے صاحب ریاضت شاقہ تھے۔ آپ کی مشیخت حیطۂ تحریر میں سما نہیں سکتی۔

صاحب لطائف قادریہ فرماتے ہیں کہ آپ سات سال کے تھے آپ کے والد کی رحلت ہو گئی حاضرین نے آپ کو بوقت نزع آپ کے والد سے بیعت دلوا کر ان کا قائم مقام کیا۔ حضرت عبدالقادر ثانی مادرزاد ولی تھے ایک روز آٹھ سال کی عمر میں آپ کی خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ آپ اپنے والد کی وفات کے بعد ایام طفولیت میں اپنے ایک خادم کے کندھوں پہ بیٹھے تھے کہ ایک شخص جو نہایت خوش شکل اور نورانی صورت کا حامل تھا آیا اور آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور بہت شفقت کی اور تھوڑا گڑ آپ کے ہاتھ میں دے کر اسی وقت غائب ہو گیا۔ اس کے اس طرح غائب ہو جانے سے آپ کو اور آپ کے اس خادم کو بہت خوف ہونے لگا اسی طرح ڈرتے ڈرتے گھر لوٹے اور آپ کو لرزہ کی شدت سے حرارت آگئی اور تین روز تک بخار رہا۔ جب آپ سے اس کا باعث معلوم ہوا تو آپ کے والدہ نے صورت واقعہ حضرت شاہ محی الدین ثانی بن جناب عالی شاہ عبداللطیف لاابالی سے بیان کی اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مسطور کی خدمت میں لے گئیں۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی نے فرمایا نور چشمی خاطر جمع رہو کہ تمہارا یہ فرزند قطب وقت ہوگا اور یہ گڑ اسکی قطبیت کی دلیل ہے اور وہ شخص خضر علیہ السلام تھے پھر فرمایا یہ گڑ اپنے بچے کو کھلا دو۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی تکمیل کی گئی۔ اسکے بعد حضرت شاہ محی الدین ثانی نے شاہ حضرت صاحب مذکور کے دونوں ہاتھ پکڑ کر سونگھنے لگے۔ حضرت جیسے جیسے سونگھتے ویسے ویسے بخار اترتا جاتا تھا تھوڑی دیر میں ہی سارا بخار رفع ہو گیا اور شاہ حضرت صاحب کا مزاج

بحال ہو گیا۔ اس وقت سے حضرت صاحب حضرت شاہ محی الدین ثانی کی صحبت میں رہنے لگے۔ حضرت مذکور نے بھی آپ کی علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم میں دلچسپی لی اور جس طرح اپنے حقیقی پوتے کی تلقین مراتب فرمائی تھی اسی طرح آپ کی بھی فرمائی۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ شاہ حضرت صاحب سن شعور کو پہونچے اور طلب الٰہی کا شوق دامنگیر ہوا تو آپ نے حضرت شاہ محی الدین ثانی کی خدمت سے ارشاد و تلقین کے مراتب اور خاندانی نعمتیں حاصل کیں۔ حضرت مذکور نے معارف الٰہی کے تمام مقامات سے آشنا کرنے کے بعد آپ کو مرتبہ تکمیل پر فائز کر دیا اور منازل کے حصول کے بعد حضرت شاہ محی الدین ثانی نے فرمایا اب اپنے آباء و اجداد کی جادۂ خلافت پر رہو۔ چنانچہ اس وقت سے آپ کو اپنے اجداد کی مشیخت پر چھوڑ دیا۔

شاہ حضرت صاحب موصوف تمام علوم ظاہر و باطن میں کامل وقت تھے آپ کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے باہر ہیں اور اس مختصر رسالہ میں اس کی گنجائش نہیں۔ آپ کا تصرف تا حال ظاہر ہے۔ آپ کی گنبد کے پائیں میں ایک درخت کی شاخ سایہ فگن ہے اگر اس سے پتے توڑ کر کھائے جائیں تو یہ میٹھے ہوتے ہیں جبکہ دوسری شاخوں کے پتے اسکے برخلاف ہیں۔ قاضی میر محمد فاضل پنج گنج میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید قطب عالم مفتی نے آپ کے متعلق کہا تھا کہ اگر کوئی چاہے کہ جناب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا دیدار کرے تو اسے چاہئے کہ وہ حضرت شاہ عبدالقادر قادری عرف حضرت قادری کو دیکھ لے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات کے روز آپ کی قبر مریدین وغیرہم کی نذر کردہ عبیر سے پُر ہو گئی تھی۔ سید انوار اللہ اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ آپ صاحب خُلق و مروت تھے اجدادی ارادت و خلافت ایام طفولیت میں اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ آپ کی عمر شریف (۷۰) سال سے متجاوز تھی۔

شاہ درویش صاحب اور شاہ حضرت صاحب کے مابین کمال موافقت تھی کیونکہ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ دعوت تقاریب اور مجالس میں ایک دوسرے کے بغیر نہ جاتے اور جہاں کہیں تشریف فرما ہوتے باہم ہوتے۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ جب حضرت صاحب قبلہ مرض الموت سے بیمار ہوئے تو محی الدین بادشاہ صاحب، شاہ صاحب پیراں صاحب جو شاہ درویش محی الدین قادری کے صاحبزادے تھے اپنے چچا کی عیادت کے لئے آئے۔ حضرت نے بیماری کے باوجود تکیہ کا سہارا لیکر ان حضرات کی تعظیم بجالائی آپ کے بڑے صاحبزادے سید محی الدین احمد عرف محی الدین صاحب نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں

عرض کیا کہ آپ ان لوگوں کی تعظیم کے لئے تکلیف کیوں فرماتے ہیں ان کا مرتبہ ہمارے برابر ہے آپ نے فرمایا غلام محی الدین تم نہیں جانتے یہ ہمارے صاحبزادے ہیں میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے ان کے جد امجد کے قدوم کی برکات سے ہے اور تمام خزانہ علیا بی مجھے حضرت مذکور سے سند ہے۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی میرے مرشد ہیں اسلئے ان کی تکریم مجھ پر واجب ہے۔ الغرض حضرت کی ذاتِ کثیر البرکات تھی اور آپ فرد کامل تھے آپ کے پچاس خلفائے کاملین تھے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں۔

سید محی الدین احمد۔ سید حسین۔ سید محمد علی۔ سید سعد الدین۔ محمد ثانی آپ کی وفات ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۵۹ھ کو واقع ہوئی جیسا کہ مورخ کا کہنا ہے ؎

کہ چھپ آمد آں آفتاب عالم تاب

آپ کی قبر شریف آپ کے اجداد عالیہ کے روضہ کے نزدیک تالاب لنگر حوض متصل قلعہ گولکنڈہ واقع ہے آپ کی عالیشان گنبد آپ کے مرید صندل خاں نے بنوائی تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلہ اربابِ عدنی، فرزندِ دلبندِ حسینی، مقتدائے اخلاصان، سیدنا سید محمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف مبارک مدنی صاحب کلاں تھا۔ شاہ عبدالحی الدین صاحب قادری کے صاحبزادے اور شاہ درویش محی الدین قادری کے برادر حقیقی تھے۔ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے وقت آپ دو سال کے تھے آپ کی پرورش آپ کی والدہ شریفہ کے سایۂ شفقت میں ہوئی۔ جب سن بلوغ کو پہونچے تو شاہ عبداللطیف ثانی بن سید شاہ موسیٰ قادری کلاں نے جو دار الظفر بیجاپور میں آسودہ ہیں لاولدی کے باعث آپ کو اپنی فرزندی میں لیا اور تعلیم و تربیت کے بعد اپنا خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اور اپنا قائم مقام کیا۔ آپ کی ذاتِ مبارک اولیائے کاملین سے تھی۔ چنانچہ سید انوار اللہ اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ جب شاہ موصوف شاہ محفوظ بن شاہ شہاب الدین مرحوم

اپنے وطن جہاں آباد میں تھے تو ایک روز خواب میں انھیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے حکم ہوا کہ اے محفوظ تمہیں سید محمد مدنی سے فیض درویشی حاصل ہوگا جو شہر بیجاپور میں سکونت پذیر ہیں۔ اور انہیں حضرت کی شبیہ مبارک سے آشنا کیا گیا کہ تمہیں نعمت حق سے پہونچی ہے۔ حضرت شاہ محفوظ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے اس رویائے صادقہ سے بیدار ہوا تو شوق الہی کا غلبہ مجھ پر طاری ہوا اور حضرت بزرگوار کی شکل وصورت تصور میں متمکن ہوگئی۔ آنحضرت علیہ السلام کے حکم کے بموجب میں نے اپنے والد ماجد سے جن سے مجھے بیعت بھی تھی رخصت لی اور ملک دکن آیا اور پہلے شہر بیجاپور جا کر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ حضرت وہاں موجود نہ تھے۔ پس میں نے حضرت کی تلاش میں ایک ملک سے دوسرے ملک تک اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک مسافرت اختیار کی اور آخر کار جب ملک آرکاٹ پہونچا تو وہاں اپنے ایک خادم کے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا جو شارع عام میں واقع ہے کہ حضرت کی سواری مبارک وہاں سے گذری جب میری نظر آپ کے جمال پر پڑی تو دیکھا کہ یہ وہی صورت ہے جو مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی میں بالاخانہ سے اترا اور آپ کی سواری کے پیچھے روانہ ہوگیا اور ہمراہیوں سے استفسار کیا کہ اس بزرگ کا کیا نام ہے آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور آپ کا قیام کس مقام پر ہے۔ خادموں نے کہا کہ یہ حضرت سید محمد مدنی ہیں، بیجاپور سے شاہ صبغۃ اللہ ثانی سے ملاقات کی غرض سے آئے ہیں اور فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں۔ شاہ محفوظ فرماتے ہیں کہ دوسرے روز میں حضرت سے ملاقات کے ارادہ سے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا لوگو! انہیں میرے سامنے سے دور کرو لوگوں نے مجھ کو گھر سے باہر کر دیا بار دیگر میں حاضر خدمت ہوا تو پھر بکمال عنایت فرمایا کہ انہیں یہاں سے نکال دو۔ تیسری دفعہ میں بے اختیار حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور آپ کے قدوم مبارک پر گر پڑا آپ نے مجھے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور جو کچھ میری قسمت میں تھا اس نعمت سے مجھے سرفراز کر دیا۔ اس وقت سے میں آپ کی صحبت میں رہنے لگا اور اس فیض درویشی سے جو میری امانت تھی حضرت کی خدمت سے مستفیض ہوا۔

الغرض آپ کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں ان کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے شاہ محفوظ کو آپ کے فیض کے حوالہ کیا اور شاہ موصوف نے رویت کے بموجب آپ کو دریافت کیا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۴۰ھ میں بتاریخ ۱۴ ر صفر المظفر واقع ہوئی آپ کی قبر

شہر دار الظفر بیجاپور میں آپ کے عم محترم اور جد عموی کی ضرورت کے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

زبدۂ اہل اللہ عارف باللہ یگانۂ وقت سید شاہ امان اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف شاہ وزیر صاحب بن شاہ فرید صاحب کلاں تھا جو دودمانِ سادات بخاریہ سے اور حضرت شاہ عالم بخاری کی اولاد سے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی مادر شریفہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھیں۔ حضرۃ مذکورہ سیدہ جمال شاہ صاحبہ بنت سید حسین بن شاہ محمد کلاں بن سید عبد القادر عرف شاہ عبد الحلیم بن سید عبد الرزاق ثانی بن شاہ رفیع الدین احمد تھیں (شاہ رفیع الدین صاحب کا ذکر شریف گذر چکا ہے۔ الغرض سید امان اللہ قادری نے اپنے جد مادری کے برادر حقیقی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا یعنے آپ نے حضرت سید محی الدین احمد بن محمد کلاں سے دست بیعت اور فیض و نعمت قادریہ کا استفاضہ فرمایا۔ حضرت مسطور نے آپ کو اپنی لاولدی کے باعث اپنا قائم مقام مقرر کیا۔

صاحب لطائف قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت درویش محی الدین قادری نے جو آپ کے برادر نسبتی تھے آپ کو آپ کے جد مادری کی رحلت کے بعد بالکنڈہ سے جو ملک دکن کا معروف علاقہ ہے اور جہاں آپ سپاہ گری میں مشغول تھے طلب کر کے حضرت مذکور کی مسند پہ بٹھایا۔

آپ صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے علم کلام میں اکثر لطائف آپ سے منسوب ہیں۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی کو ایام طفولیت میں دیکھا تھا۔ چنانچہ صاحب پیراں صاحب جو آپ کے فرزند ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے والد نے فرمایا کہ فقیر اپنی خوردسالی میں حضرت شاہ محی الدین ثانی کی خدمت میں تھا حضرت بہت مسرور تھے اور آپ کے نزدیک کوئی چیز نہ تھی فوراً حضرت نے مجھے گرم کانۂ چلم مرحمت فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے امان اللہ تم ہمیشہ حفظ و امانِ حق میں رہوگے

اور غیر کے محتاج نہ ہونگے ہمیشہ سرسبز رہوگے اس روز سے آج تک مجھے غیر حق کی محتاجی نہ رہی۔

راوی دیگر کے بیان ہے کہ حضرت وزیر صاحب قبلہ صاحب مشیخت صاحب خلق اور تصرف ظاہر کے حامل تھے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ سید محمد عرف شاہ میاں صاحب، تقی محی الدین عرف فرید صاحب خورد۔ سید محی الدین احمد عرف صاحب پیراں صاحب اور سید شاہ رفیع الدین احمد ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے سید محمد مذکور اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ ان کے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام سید عبد المحی الدین صاحب عرف صباخاں صاحب جو اپنے پدر بزرگوار کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے اور ایام شباب میں لاولد رحلت فرمائی۔ حضرت صاحب پیراں صاحب موصوف اپنے بھتیجے کی وفات کے بعد اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ اور جادۂ مشیخت کو رونق بخشی۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت وزیر صاحب کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں آپ کی وفات بتاریخ ۲۹ شعبان المعظم سنہ ۱۱۶۴ھ واقع ہوئی آپ کا مدفن بیرون شہر حیدرآباد کنارہ ان کے متصل بلند مقام پہ واقع ہے۔ اب آپ کی مزار شریف پہ تعمیر کی عمارت ترتیب پائی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف سر خفی، واقف رموز جلی، خلاصہ خاندان حضرت سید علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف مبارک سید علی صاحب کلاں تھا اور آپ سید شاہ حسن عبد القادر ثانی قادری بن سید شاہ اولیاء سلطان الفقراء قادری کے صاحبزادے تھے جن کا ذکر شریف تحریر پا چکا ہے حاصل کلام یہ کہ سید علی مذکور کو دست بیعت خرقۂ ارادت اور خلافت اپنے عم بزرگوار حضرت قادر شاہ صاحب کلاں سے تھی جو سید شاہ حسین کے برادر بزرگ تھے۔ حضرت قادر شاہ صاحب مذکور نے لاولدی کے باعث سید علی قادری کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور پرورش کے بعد اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا۔ حضرت سید علی نے تمام نعمات ظاہری و باطنی اپنے عم شریف سے حاصل کئے

اور انکی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے آپ صاحب کشف و کرامات تھے جیسا کہ راوی کا بیان ہے کہ ایک روز آپ کو چند روپیوں کی ضرورت تھی آپ نے اپنے فرزند شاہ عبدالرزاق کو طلب کیا اور فرمایا حضرت معشوق ربانی ثانی کی گنبد میں جاؤ اور مزار انور پر اڑھائے گئے مصلی مبارک میں ہاتھ ڈالو۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ آئے لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ شاہ عبدالرزاق اپنے پدر بزرگوار کے حکم کے بموجب گنبد شریف میں گئے اور غلاف میں ہاتھ ڈالا حضرت کو جس قدر رقم مطلوب تھی وہ صاحبزادے کے ہاتھ میں آگئی اور وہ مبلغ مذکور لے کر اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے حضرت نے ان کو اخراجات ضروری پر صرف کر دیا۔

ایک شخص جو سرکار ورنگل کے حاکم کے معتمدین سے تھا گھاس کاٹنے کی غرض سے چند اونٹ اور گھوڑے ہمراہ لے کر موضع عرس آیا اور وہاں کی گھاس جمع کر کے لیجانا چاہا ایک خادم درگاہ نے یہ واقعہ حضرت سے سنایا آپ نے فرمایا اس سے کہو یہ فقیر کا مکان ہے تمہیں گھاس کی کمی نہیں یہاں کی گھاس نہ لیجاؤ کہ فقیر کے جانور بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے اور تمہیں اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ خادم مذکور نے حضرت کا یہ پیغام اس شخص تک پہونچا دیا وہ شخص بدمزاج تھا اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسے بہت فقیر دیکھے ہیں میں گھاس نہ چھوڑوں گا۔ خادم نے اسکی سرکشی بلاکم و کاست حضرت کی خدمت میں عرض کر دی اس وقت حضرت اپنے دولت سرا پر کھڑے تھے اور وہاں تناول کر رہے تھے۔ جب آپ نے یہ سنا تو کمال جلال سے کچھ کہے بغیر اپنے ہاتھ میں چپیان تھے زمین پر پھینک دئے۔

راوی کا بیان ہے کہ یاان کا زمین پر گرنا ہی تھا کہ فی الفور اونٹ اور گھوڑے زمین پر گر پڑے اور مردوں کی طرح بے حس و حرکت ہو گئے تب اس شخص نے یہ حال دیکھا تو لرزہ بر اندام ہو گیا اور کمال ندامت سے آکر حضرت کے پاؤں پر گر کر عفو تقصیر کی درخواست کی اس وقت حضرت کا غضب کم ہو گیا آپ نے فرمایا بار دیگر کسی درویش سے ایسی گستاخی نہ کرنا اب جاؤ اور اپنے جانوروں کو لے جاؤ میں نے تمہاری غلطی سے درگذر کیا جب وہ شخص حضرت کے ارشاد پر اپنے جانوروں کے قریب آیا تو دیکھا کہ سارے جانور جیسے پہلے تھے اسی طرح بھلے چنگے کھڑے ہیں۔

ایک وقت حضرت کو رئیس وقت نظام الملک آصفجاہ سے ملاقات کا اتفاق ہوا آصفجاہ مرحوم نے آپکی نہایت تعظیم و تکریم بجا لائی۔ دونوں میں باہم گفت و شنید رہی۔ جب آپ نظام الملک سے

رخصت ہو کر اپنے مقام سکونت کو لوٹ گئے تو رئیس مذکور کی مجلس میں اس کے ایک معتمد نے جو خارجی المذہب تھا آپ کی واپسی کے بعد کہا کہ ساری دنیا رافضی ہے اور حیدرآباد کی خاک میں بھی رافضیت رچی بسی ہے نظام الملک نے کہا ایسا مت کہو یہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں ہوتے ہوتے یہ بات حضرت کے گوش گذار ہوئی تو آپ نے از سر غضب فی الفور رئیس مذکور کی مجلس میں تشریف لے گئے اس وقت نظام الملک اپنے محل میں گئے ہوئے تھے۔ جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو معاً باہر نکلے اور آپ کی دوبارہ تشریف آوری کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا میں نے تمہیں دیکھا خوش ہوا اور دعائے خیر بھی کی اب رخصت کے ارادہ سے آیا ہوں۔ آصف جاہ نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت سے مستفیض ہو سکوں رخصت میں اتنی عجلت کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا ظاہر ہے کہ جس مجلس میں فقراء کا منکر ہو وہ مجلس مجلس فقراء نہیں ہوتی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس شخص نے ایسے کلمات تمہارے روبرو کہے ہیں وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ اس کے منہ سے غلاظت نکلے گی اور وہ کتے کی آواز نکالتے ہوئے مر جائیگا۔ یہ فرمانے کے بعد آصفجاہ کی مجلس سے باہر آئے۔ ہر چند رئیس مذکور نے عذر خواہی کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اسی وقت حضرت سوار ہو گئے اور اپنے مکان مالوف روانہ ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے جب مجلس برخواست ہوئی اور نظام الملک اپنے محل میں گئے اور وہ خارجی اپنے گھر آیا تو معاً اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا اس کے منہ سے غلاظت نکلنے لگی۔ اور شدت درد سے واویلا کرنے لگا آخر الامر اس کی آواز کتے کی آواز میں تبدیل ہو گئی اور وہ کتے کی طرح "عوعو'' کرنے لگا جب یہ خبر آصف جاہ کو پہونچی تو انہوں نے کہا یہ وہی تیر ہے جو ہدف میں پہونچ چکا۔ آخر اسی روز ایک پہر بعد شخص مذکور فوت ہو گیا اور اپنی سزا کو پہونچ گیا۔

راوی تحقیق سے کہتے ہیں کہ حضرت عالم وقت تھے اور علما کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اکثر علماء اور فقراء آپ کی مجلس میں حاضر رہتے آپ کو جو کچھ فتوحات حاصل ہوتیں تمام علماء اور درویشوں میں تقسیم کر دیتے اور جب یک پہر شب باقی رہتی تو حضرت معشوق ثانی کے روضہ پر تشریف لے جاتے اور صبح ہونے تک مشغول بحق رہتے۔ آپ اکثر اپنی مجلس میں فرمایا کرتے کہ درویش کے لئے لازم ہے کہ جو کچھ ہاتھ آئے اسے خرچ کر دے اور اگلے روز کے لئے کچھ ذخیرہ نہ کرے اور جب وہ دنیا سے اٹھے تو اس کے گھر سے ایک حبّہ بھی نہ برآمد ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو وہ

درویش نہیں ہے۔ اکثر فرماتے بارخدایا جب اپنے اس بندہ کو اس عالم فانی سے اٹھانا تو ایسے اٹھانا کہ گھر میں عود کے لئے بھی کچھ موجود نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا آپ کی رحلت کے روز آپ کے دولت خانہ میں کچھ نقد نہ تھا آپ کا مریدین اور خدام جمع ہوگئے اور آپ کی تجہیز و تکفین کی اور جب حضرت کو غسل دیا گیا تو معتقدین غسل کے پانی کو زمین پر گرنے نہ دیتے تھے۔ اور اپنے ہاتھوں میں لے کر پی جاتے تھے۔ اور جب نماز جنازہ اور تدفین سے فراغت ہوئی تو ناگاہ ایک سبز پوش کی مغرب سے سواری برآمد ہوئی جو گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا وہ اپنی سواری سے اترا اور آپ کی قبر مبارک پر کھڑے ہوکر فاتحہ کے بعد یہ رباعی پڑھی ؎

چوں سید علی شاہ پیروزنگل   ازیں دار کردہ بفردوس منزل
گزشتند از ہجرت شاہ مرسل   ہزار و صد و چہل یک سال کامل

اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے اس راستہ پہ جدھر سے آیا تھا ادھر غائب ہوگیا۔ باوجود تفحص کے اس سوار کا کچھ پتہ نہ چلا۔

حضرت کثیر الاولاد تھے ان کے منجملہ چار صاحبزادے نجیب الطرفین تھے ان کے نام یہ ہیں سید عبدالقادر عرف قادر پاشاہ صاحب خورد۔ سید حسین۔ سید محی الدین عرف پیر پاشاہ اور

ذکر شریف

قدوۂ کشف و مواہب زبدۂ ارباب مآرب و سالکین برحق سید علی صاحب و بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

یہ دونوں بزرگ بڑے شاہ حسینی کے صاحبزادے تھے جو شاہ میراں جی خدا نما کے حقیقی نواسے تھے اور جو اپنے ماموں شاہ امین الدین بن شاہ میراں جی خدا نما کی وفات کے بعد اپنے ماموں صاحب کی مسند ارشاد پر جلوس فرما ہوئے۔

راوی کا بیان ہے کہ شاہ امین الدین ثانی نے چار سال تک اپنے پدر بزرگوار کی سجادگی بجالائی اور اسکے بعد اپنے روبرو شاہ حسینی مذکور کو اس منصب جلیلہ سے سرفراز فرماتے کے ایک

سال بعد رحلت فرمائی۔ حسینی موصوف ایک مدت تک اپنے جد مادری کے روضہ میں قائم مقام رہے آپ سالک مجذوب تھے ایک روز حالت جذب میں روضہ مبارک سے اٹھ کر موصلی مٹرک تشریف لے گئے اور موضع مسطورہ کے ایک کوہ میں بارہ سال تک اس طرح پوشیدہ رہے کہ کوئی آپ کا سراغ نہ پاسکا اور مدت مذکور آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ قلعہ موصلی مٹرک میں رونق افروز ہیں جس پر سید شہباز حسینی جو آپ کے اقرباء سے تھے مقام مسطورہ پر جاکر حضرت کو پھر حیدرآباد لے آئے چند سال تک آپ مسند ارشاد پر فائز رہے اور پھر اپنے بڑے صاحبزادے سید علی صاحب کو خرقۂ خلافت عنایت فرمانے کے بعد رحلت پذیر ہوئے۔

بادشاہ صاحب کامل اپنے بھائی کی خدمت میں رہے سید علی موصوف بہت صاحب تصرف تھے یہ اپنے پدر بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے آخر زمانہ میں آپ سے اتنے خوارق عادات ظاہر ہوئے کہ کم ہی کسی اور سے ظاہر ہوئے ہونگے۔ آپ کے بھانجے سید حمید اللہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے حضرت مذکور سے کہا کہ آج ایک عجیب حکایت سننے میں آئی ہے یعنی زمانہ پیشین میں کشن کا وجود تھا جسکی ایک ہزار چار سو عورتیں تھیں ایک روز اسکی قوم کے ایک درویش نے اس سے کہا کہ اے کشن یہ کیا انصاف ہے کہ تم اتنی عورتیں رکھو اور میں مجرد رہوں۔ ان میں سے ایک مجھے دو کشن نے کہا ٹھیک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عورت تمہاری ہوگی جس کے مکان میں تم مجھے نہ پاؤ۔ قصہ مختصر کہ درویش مذکور نے تمام مکانوں میں گردش کی اور ہر مکان میں کشن کو بیٹھا ہوا پایا جو واحد ہوتے ہوئے بھی ہر جگہ موجود تھا۔ حضرت نے فرمایا تعجب کی کیا بات ہے۔ امت محمدیہ میں ایسے کئی افراد گذرے ہیں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مظاہرہ کرتے تھے اسی طرح کشن نے کثرت میں اپنا جلوہ نمایاں کیا۔ سید موصوف کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت ایک مولسری کے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے حقہ رکھا ہوا تھا۔ شب روشن تھی حضرت وحدت سے کثرت کی جانب رجوع ہوئے جب میں نے نگاہ کی۔ حضرت کے مقابل ایک بڑ کا درخت تھا جس کا ہر پتہ آئینہ کے مانند صاف اور شفاف تھا۔ میں نے حضرت سید علی صاحب کو اس درخت کے ہر پتہ پر مع حقہ کے تشریف فرما پایا۔ ایک ساعت تک میری چشم شہود میں کثرت میں وحدت کی جلوہ گری رہی کہ آپ کثرت سے وحدت حقیقی میں آئے اور فرمایا اے حمید الدین جب تک کہ اس قدر قدرت حاصل نہ ہو جائے سالک کے لئے لازم ہے

وہ اسکی توحید کا دم تو بھرے یعنی بکلِّ شیئٍ محیط یہ ہوتا ہے ۔ الغرض آپ کے کمالات قید تحریر سے باہر ہیں آپ کی وفات سنہ ۱۱۶۰ھ میں واقع ہوئی ۔ آپ کی قبر آپ کے جد مادری کی گنبد میں آپ کے والد کے پاس واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

صاحب اخبار الانوار کہتے ہیں کہ جب بڑے شاہ حسینی نے رحلت فرمائی تو سید علی صاحب اپنے پدر بزرگوار کے سجادہ نشین اور قائم مقام ہوئے ۔ یہ بادشاہ صاحب جو مادرزاد مجذوب تھے اور جنکی ذات سے اکثر تصرفات ظاہر ہوتے تھے ہمیشہ شہر میں رہا کرتے تھے آپ کے زمانہ حیات میں اکثر مرادمند آپ کی خدمت میں ایسے حاضر ہوتے جس طرح بزرگوں کے مقابر پر ارادۂ مقاصد سے جاتے ہیں بعض لوگ آپ کے بدن مبارک پر صندل اور چادر گل نذر کرتے آصفجاہ مرحوم نے دہلی جاتے وقت آپ سے استمداد طلب کی حضرت نے یک لخت حقہ کھینچکر اس کا دھواں آصفجاہ پر پھونک دیا اور کہا کہ اے صاحبزادے تم جیسے جارہے ہو ویسے ہی لوٹو گے ۔ آپ نے تین دفعہ یہ کلمہ دہرایا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا نظام الملک تین دفعہ دہلی گئے اور پھر خیریت سے اپنے وطن مراجعت کی آپ کی وفات ماہ رمضان المبارک میں واقع ہوئی ۔ سن رحلت نظر سے نہیں گذرا آپ کی قبر آپ کے جد مادری کے روضہ میں گنبد کے باہر ایک چبوترہ پر واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عاشق حق مصاحب حضرات واہب شیخ وقت شاہ امین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شاہ میراں حسینی کے صاحبزادے تھے ۔ دھول پیٹ میں سکونت اختیار کی تھی جہاں آپ کے والد کی مزار ہے آپ اپنے وقت کے قطب تھے ۔ تمام کمالات آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے اور اپنے والد ماجد کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے آپ سے خوارق عادات کا بھی ظہور ہوا ۔ چنانچہ کہتے ہیں ایک روز ایک بزرگ کے مکان میں زیارت ہوتی تھی اور وہاں شہر کے تمام

مشائخین جمع تھے حضرت بھی وہاں موجود تھے آپ مجلس میں ہرن کے چمڑے پر تشریف فرما تھے اس اثناء میں فاتحہ کے بعد حلقۂ ذکر نفی و اثبات گرم ہوا اور ہر شخص ذکر میں مشغول ہو گیا حضرت پہ بھی کیفیت طاری ہوئی اور کبھی نفی اور اثبات کرنے لگے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ نفی کرتے تو ہرن کے چمڑے پر سے غائب ہو جاتے اور جب اثبات ہوتا تو پھر آپ چمڑے پر پائے جاتے دو ساعت کامل یہ جلسہ جاری رہا حاضرین نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کی ولایت کا اقرار کر لیا۔ آپ لاولد تھے جس کی بنا پر شاہ غنی صاحب ابن محمد صاحب دکھنی کو جو اہل دکن سے تھے آپ نے اپنی فرزندی میں لے کر انہیں مرید اور خلیفہ کیا اور بعد ازاں اپنا قائم مقام فرمایا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۴۲ھ میں واقع ہوئی آپ کی قبر بھی دھول پیٹ میں آپ کے پدر بزرگوار کی گنبد کے پائیں بیرون گنبد واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عمدۂ متاخرین زبدۂ معاصرین مقتدائے وقت شاہ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام شاہ میر محمود اولیا رنعمت اللہی تھا۔ جن کا ذکر اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے۔ سید انوار اللہ اپنی تالیف میں لکھتے ہیں کہ شاہ شمس الدین آصفجاہ کے زمانہ تک بقید حیات تھے آپ جمعرات کے روز محل سرا سے خانقاہ تشریف لاتے اور جو کوئی حاضر خدمت ہوتا اس سے ملاقات فرماتے بجز اس دن کے کسی اور دن آپ کا دیدار میسر نہ ہوتا تھا۔ اکثر اہل ایران آپ کے مریدین سے تھے۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ آپ انہی لوگوں کی روش پر کار فرما تھے حالانکہ سید مذکور مذہب صوفیا کے پابند تھے۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ فقیر اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ رکاب سعادت بارہا بروز پنجشنبہ کو شاہ محمود اولیاء جاتا ہے لیکن کبھی شاہ مذکور کی زبان سے ایسی بات نہ سنی۔ آپ مشائخین عصر سے بطور مشیخت ملاقات فرماتے جیسا کہ اس فقیر کے والد سے کمال جوش ملاقات فرماتے تھے آپ اپنے

مریدین اور معتقدین سے سجدہ لیتے اور جو کوئی آپ کو سجدہ یا سلام کرتا تو آپ سینہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی زبان سے سلام کا جواب دیتے۔ آپ بہت کم تعظیم کرتے تھے سوائے عُہدۂ معاصرین کے جنکو تعظیم آپ کا وطیرہ تھا۔ حیدرآباد میں اس وقت کئی مشائخین کبار موجود تھے لیکن آپ کوہِ مذکور سے کبھی حیدرآباد کے کسی مشائخ سے ملاقات کی غرض سے نہ آتے۔ جمعرات کو جلوس کے ساتھ گھر سے نکلتے اور خانقاہ میں تشریف فرما ہوتے۔ آپ کے اکثر مرید آپکے سامنے کھڑے درود شریف کا ورد کرتے۔

راوی مذکور کا کہنا ہے کہ حضرت گھر سے نکلتے وقت سفید کمربند باندھتے تھے اور کٹار کمر بستہ کر لیتے تھے۔ گلے میں علمی بند مع شمشیر پہنتے اور عمامہ کے طور پر سفید دستار زیب سر ہوتی۔ اور پھر سفید لباس پہنے ہوئے باہر تشریف لاتے۔ آپ صاحب تصرف تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شاہ محمود اولیاء کے عرس کے روز یہ شور و غلغلہ پیدا ہوا کہ دامان کوہ میں شیر بیٹھا ہوا ہے اور لوگ خوف کے باعث آنے سے معذرت کرنے لگے۔ جب حضرت نے یہ ماجرا سنا تو آپ باہر نکلے اور شیر کی جانب روانہ ہوئے جب اسکے قریب پہونچے تو فرمایا کہ آج عرس کا دن ہے تمام عالم فاتحہ کے لئے جمع ہو رہا ہے تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ شیر اٹھا اور چلا گیا۔ اس کے بعد اس پہاڑ پر کبھی شیر کی آمد سننے میں نہ آئی۔ آپ سے اور بھی کئی تصرفات ظاہر ہوئیں۔ آپ کے چہرہ سے آپ کی بزرگی ہویدا تھی۔ عمر شریف اسی سال ہو چکی تھی۔ آپ ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ اہل بیت سے محبت میں آپ کو غلو تھا۔ حضرت کی وفات بتاریخ ۱۴ر جمادی الاول ۱۱۶۱ھ واقع ہوئی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ شاہ علی رضا، سید محمد علی شاہ عظیم الدین اور سعید۔ آپ کی قبر کوہ مذکور پر آپ کے پدر بزرگوار کے پائیں میں واقع ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عارف باللہ، واقف اسرار اللہ، شیخ وقت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شاہ حبیب اللہ قادری بن شاہ پیر محمد کے بڑے صاحبزادے اور جانشین تھے جو حیدرآباد کے عمدۃ المشائخین سے تھے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ خلافت اٹھارہ واسطوں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے آپ چند سال گلبرگہ کی مسجد رنگین میں سکونت پذیر رہے اور بعد ازاں حیدرآباد تشریف لائے۔ الغرض شاہ ولی اللہ قادری صاحب تقویٰ و ریاضت تھے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے۔ ابتدائے حال میں اکثر اوقات نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد حیدرآباد پا پیادہ تشریف لاتے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں پائے مبارک مفلوج ہوگئے ہیں علی الصبح آپ نے اپنے مریدین کے سامنے اس خواب کو بیان کیا ہر کسی نے اسکی ایک نہ ایک تعبیر کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ مجھے پیدل چلنے سے معذور کیا گیا ہے آپ اسی کشف کے منتظر تھے کہ صندل خاں آپ کے مرید ہوئے اور حضرت کی سواری کے لئے پالکی مقرر کردی اس کے چند روز بعد نواب نورالدین خاں مرحوم آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اس وقت آپ کی بزرگی کا بہت چرچا ہوا۔

راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت ایسا بزرگ تھے نواب آصف جاہ مغفور آپکی بہت تکریم کرتے۔ حیدرآباد کے مشائخین میں آپ کی بزرگی مسلم الثبوت تھی۔ علم حقائق میں عالم وقت تھے۔ آپ نے چند تصوف کی کتابیں بھی تالیف فرمائیں۔ اپنی لاولدی کی وجہ سے آپ نے اپنے بھائی کو قائم مقام کیا۔

راوی لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے بعد کچھ دیر کے لئے مراقب ہوئے اس کے بعد فرمایا دوستو! آج انوار اللہ خاں کو مصاف میں شکست ہونے والی ہے انہوں نے مجھ سے رجوع کیا فقیر نے نواب مذکور کی فتح کے لئے دربار الٰہی میں درخواست کی

تائید آسمانی سے اسے فتح نصیب ہوئی اور وہ مظفر ہو گئے۔ حاضرین نے آپ کا یہ ارشاد تاریخ اور ماہ کے ساتھ قلمبند کر لیا۔ چند دن گذرنے کے بعد جب خان موصوف حیدرآباد آئے تو وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی سرگذشت اور حضرت کی استمداد کا ذکر کیا۔ اور اپنی فتح کی تاریخ جو لکھی گئی تھی حضرت کی خدمت میں گذرانی۔ جب خادموں نے دونوں تواریخ کا مقابلہ کیا تو وہی وقت اور وہی تاریخ تھی۔ انوار الدین خاں نے دوسری تحریر کردہ تاریخ کو دیکھ کر شکر الٰہی بجا لایا اور اپنے حال پہ اپنے مرشد کی عنایت دیکھ کر آداب و شکریہ ادا کئے اور یہی اسکی مزید ارادت کا باعث ہوا۔

حاصل کلام یہ کہ آپ کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے باہر ہیں۔ دوسری کرامت یہ ہے کہ حضرت کی قبر انور نیم کے درخت کے نیچے واقع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شاخ حضرت کے مزار پہ آتی ہے اس کا پتہ پتہ میٹھا ہوتا ہے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲۹ محرم الحرام سنہ ۱۱۵۸ھ واقع ہوئی آپ کی قبر شریف شہر حیدرآباد کے بیرون، گوردھن باغ کے متصل ایک بلند چبوترہ پر واقع ہے انہی ایام میں محمد علی خاں سراج الدولہ نے جو انوار الدین خاں مرحوم کے فرزند ہیں آپ کی مزار کے گرد اگرد جو کھنڈی سنگ سیاہ سے تعمیر کروائی ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سالک سیاح، عارف حق آگاہ، شیخ وقت، شاہ عبدالفتاح رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ کے والد کا نام نامی سید فرخ شاہ تھا۔ اور آپ اکابرین سرہند سے تھے۔ سید فرخ شاہ مذکور کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے منجملہ عبدالفتاح سب سے کم عمر تھے۔ والد ماجد کی رحلت کے بعد ترکہ کے لئے بھائیوں میں ناچاقی ہو گئی تھیں یہ حضرت نے اپنا حصہ بھی اپنے بھائیوں میں تقسیم فرما کر خود گجرات میں اپنے حقیقی ماموں شاہ علی رضا گجراتی کے پاس چلے گئے۔ شاہ موصوف آپ پہ اپنے فرزندوں سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ سید انوار اللہ جو سید عبدالفتاح گجراتی کے صاحبزادے

ہیں اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ جب ہندوستان میں فرخ سیر بادشاہ ہوا اور اس نے سلطان معز الدین کو قتل کر دیا سلطان مذکور حضرت کا مرید تھا ابتداء سے فرخ سیر کو سلطان معز الدین سے عداوت تھی بنا برآں حضرت شاہ علی رضا جو اس کے مرشد تھے اس نے مخالفت تمام ناظم بلدہ گجرات کے پاس فرمان بھیجا کہ آپ کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ ناظم مذکور بھی آپ کا مرید صادق تھا رات کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ غلام کو اس قسم کا حکم ملا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت آج رات بندر سورت کی جانب کوچ کر جائیں۔ چنانچہ شاہ علی رضا نے ایسا ہی کیا اس وقت شاہ فتاح صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ نے چار حج کئے اس کے بعد شاہ علی رضا سے رخصت ہو کے خجستہ بنیاد حیدر آباد تشریف لائے اور وہاں شاہ فضلی بن شاہ کریم اللہ قادری جو بزرگ تھے اور جو شاہ علی رضا کی خدمت میں پہونچ کر سکونت پذیر رہے تھے اور جن کو شاہ علی رضا سے اخلاص قدیم تھا وہ آپ کی آمد کی خبر سنکر آئے اور آپ کو اپنے مکان میں لے گئے اس کے چند روز بعد ہی مبارز خاں اعتماد الملک حیدر آباد کی صوبیداری پر مقرر ہوئے اور خجستہ بنیاد پہونچے۔ شاہ فضلی صاحب کو نواب مذکور سے اخلاص تھا۔ شاہ مذکور نے بعد ملاقات شاہ فتاح صاحب کے اوصاف بیان کئے جس سے خان مذکور کو آپ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا جب دوسرے روز ملاقات ہوئی تو اس وقت مبارز خان نے ہمراہی کے لئے التماس کی اور آپکو بخواہش تمام حیدر آباد لے آئے وہاں آپ اس قدر مشہور ہوئے کہ امیر آپ کے ہمراہ رکاب سعادت رہتے اور مشائخین بلدہ آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے آپ آصف جاہ کے زمانہ تک بقید حیات رہے۔ حاصل تحریر یہ کہ حضرت کو علم دعوت میں کمال حاصل تھا۔ دیگر کمالات کے علاوہ آپ کو اسماء اللہ وغیرہ کی نعمت اور اجازت شاہ فضلی صاحب سے حاصل ہوئی تھی اور آپ نے صاحب موصوف سے طریقۂ چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں خلافت بھی پائی۔ طریقۂ قادریہ میں آپ کو شاہ علی رضا سے خلافت ملی تھی آپ فرد وقت تھے اور آپ کی ذات مرجع عالم تھی۔ آپ ہمیشہ تارک جمیع اثاثات رہے نہایت بلند ہمت تھے۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ کی رحلت کا وقت قریب پہونچا تو مریدین اور معتقدین رونے لگے آپ نے فرمایا دوستو ہم مرتبہ تنزیہہ سے مرتبہ تشبیہہ میں آئے ہوئے تھے اب پھر تشبیہہ سے تنزیہہ کی جانب رجوع ہو رہے ہیں اس قدر گریہ وزاری کی کیا ضرورت ہے تم لوگ مرتبہ تنزیہہ میں

کو اپنے سامنے حاضر سمجھو ۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے بارہ سال تک اپنی پشت زمین پر نہ رکھی اور کبھی قبلہ کی جانب پیٹ نہ فرمائی صاحب ہمت اور خوش خلق تھے ملبوسات میں آپکو سفید، زرد اور سیاہ رنگ پسند خاطر تھا ۔ صاحب شریعت کاملہ تھے اپنی ساری زندگی میں آپ کبھی اشیائے شکر سے آشنا نہ ہوئے ۔ علم حقائق میں آپ کو استعداد کلی حاصل تھی ۔ فصوص پر قدرت کامل رکھتے تھے عمر شریف ۸۵ سال تھی آپ کی وفات بتاریخ ۲۸ رجمادی الثانی سنہ ۱۱۶۱ھ واقع ہوئی آپ کے دو صاحبزادے تھے ۔ میر محمد فضل اللہ عرف محمد صاحب اور صاحب انوار الاخیار میر محمد انوار اللہ عرف میرن صاحب رحمۃ اللہ علیہما ۔ آپ کی قبر شریف شہر حیدرآباد محلہ چوڑی بازار میں خانقاہ کے صحن میں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
حقیقت آگاہ، ارشاد دستگاہ، مظہر حق حضرت قادر پاشاہ صاحب

آپ سواد دکن کے ساکنین سے تھے ۔ جب آپ سن بلوغ کو پہونچے تو آپ پر طلب الٰہی کا جاذبہ طاری ہوا جس کے باعث آپ نے حصول حق کے لئے محنت اور ریاضت شاقہ کی سارا دن راستے، بازار اور ویرانی مساجد میں جاروب کشی فرماتے اور ہر مقام سے خار اور خاشاک نکال پھینکتے اور جو کچھ آپ کو میسر ہوتا تو اس کا نصف اپنی والدہ کی خدمت میں لاتے اور بقیہ نصف خدا کی راہ میں فقراء میں تقسیم کر دیتے اور جو کچھ والدہ شریفہ پکا کر آپ کے سامنے رکھ دیتیں آپ اس میں سے کچھ کھا کر بقیہ نصف درویشوں کو دے دیتے ۔ ہر بزرگ سے ملاقات کرتے ایک مدت مدید گزرنے کے باوجود آپ کو آپ کے مقصود دلی حاصل نہ ہوا ۔ ایک وقت ایک شخص نے آپ کے جوش طلب حق کو دیکھ کر کہا کہ اے مرد مجاہد اس محنت سے کچھ نہیں ہوتا ۔ جب تک تم خدمت کامل نہ کرو گے تمہیں مطلوب حقیقی نہ ملے گا ۔ حضرت نے کہا بے شک میں ابھی تجسس اور تفحص

میں ہوں۔ اس شخص نے کہا اے عزیز اس وقت صاحب کمال شاہ عبدالرزاق موضع بناآں میں سکونت پذیر ہیں اگر تم ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو تمہیں تمہارے دل کی مراد مل جائے گی آپ یہ سنکر حضرت مذکور سے ملاقات کی نیت سے نکل پڑے اور ایک مقام پر پہونچے جہاں ایک جنگلی دولابی کے ذریعہ کنوئیں میں پانی کھینچ رہا تھا آپ نے اس سے حضرت عبدالرزاق کا پتہ پوچھ کر حضرت کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب اپنے مکان کی چھت پر تشریف فرما تھے جب دور سے ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ میری متاع رائگاں ہو رہی تھی اب اس کا خریدار آ رہا ہے۔ الغرض آپ نے حضرت مذکور کی جناب میں پہونچ کر اپنا حال سنایا حضرت نے فرمایا کہ فقیر اس کام کے لائق نہیں۔ تم گلبرگہ میں حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی اولاد کے پاس یا بیجاپور میں حضرت امین الدین علی کی اولاد کے پاس جاؤ تاکہ تمہارا مقصد تمہیں حاصل ہو جائے آپ نے عرض کیا کہ غلام نے ان سب کا نام سنا ہے لیکن ارادۂ غلامی آپ کی خدمت میں رکھتا ہے۔ جب حضرت نے آپ کو اپنی ارادت میں استوار دیکھا تو دست بیعت سے سرفراز فرما کر کہا کہ تمہاری خوراک کتنی ہے آپ نے کہا کہ ایک گیہوں کی روٹی کافی ہے حضرت نے تلقین فرمائی اور لنگر سے ایک خشک روٹی مقرر کر دی

راوی کہتے ہیں کہ حضرت قادر پاشاہ مذکور اپنے کام میں سرگرم تھے اس روٹی میں سے بھی آدھا حصہ صدقہ میں دے دیتے اور بقیہ حصہ تناول فرماتے چند روز بعد لوگوں نے یہ حقیقت آپ کے مرشد کے گوش گذار کی۔ حضرت نے فرمایا آج سے انہیں آدھی روٹی ہی دیجائے گی چنانچہ اس روز سے آپ کو آدھی روٹی دی جانے لگی حضرت قادر پاشاہ نے اس میں سے بھی دو حصے کئے اور ایک حصہ خدا کی راہ میں ایثار کرنے کے بعد دوسرا حصہ خود کھایا بارہ سال تک آپ اس طرح مجاہدہ کرتے رہے اس کے بعد دو سال تک حضرت شاہ عبدالرزاق کا معمول تھا کہ جب آپ حضرت مذکور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ آپ کو اپنے سینہ سے لگاتے اور نعمات الٰہی سے آپ کے سینہ کو پُر کر دیتے اور فرماتے کہ جو کچھ میرا حصہ تھا میں نے تمہیں دے دیا اور اپنی اولاد کے لئے کچھ نہ رکھا۔ اگر میری اولاد میں سے کوئی طالب حق ہو تو وہ تم سے حاصل کرے گا۔ الغرض مریدی کی یہی مراد ہے کہ شیخ ایسا فرمائے۔ حاصل تحریر یہ کہ حضرت مرتبہ تکمیل پہ فائز ہوئے اور آپ آخر زمانہ آصفجاہ تک بقید حیات رہے۔ آپکی وفات ماہ ربیع الثانی

میں ہوئی اور آپ کا مزار موضع بیڑ میں زیارت گاہ خلائق ہے ۔

ذکر شریف

عارف اسرار اللہ، شاہد صفات اللہ، الشیخ وقت، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف مبارک شاہ راہی بن شاہ برہان الدین شاہ درویش بن شاہ محمد بندگی حسینی ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ شاہ بندگی کو سلطان ابراہیم قطب شاہ اور محمد قلی قطب الملک نے گلبرگہ سے آبادی بلدہ کے زیر نظر۔ اخذ برکات کی جہت سے بخواہش تمام طلب کیا اور یہی آپ کی حیدر آباد میں سکونت کا باعث ہوا۔ آپ کو چند مواضع بھی بطریق انعام نذر کئے گئے آپ نے سلطان کا یہ انعام قبول نہ کیا اور موضعوں کو بطور مقطعوں کے لیا اور مقطعوں کی اسناد پر سلطان کی مہر حاصل کی۔ چنانچہ تا حال قطب شاہی اسناد آپ کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔ جب بادشاہ عالمگیر نے حیدر آباد کی تسخیر کی تو آپ کے مقاطع کو جاری رکھا اور قطب شاہی اسناد کے مطابق اپنی مہر خاص سے سند لکھ کر دی۔ شاہ بندگی حسینی شاہ ید اللہ حسینی کے فرزند تھے۔ شاہ گیسو دراز مذکور شاہ حسن کے خلف صدق اور شاہ حسن شاہ قبول اللہ حسینی کے صاحبزادے تھے۔ شاہ محمد اصغر الحسینی کے فرزند دلبند تھے جو حضرت مخدوم المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے ۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ کا لقب شاہ راہی آپ کے مرشد کا عنایت کردہ تھا۔ آپ سید احمد عرف صاحب جی صاحب بن سید شاہ علی بن سید اسمٰعیل بن سید علی صاحب کے نواسہ تھے جو حضرت حسین شاہ ولی کے جلیل القدر خلیفہ تھے ۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت شاہ راہی کو دست بیعت اور خرقہ چشتیہ آپکے جد مادری سے حاصل تھی۔ اور آپ کو علم کیمیا، حکمت یونانی اور ہندی میں ایسی قدرت تامہ حاصل تھی کہ ان فنون کے اکثر اساتذہ آپ کے کمال پہ اقرار کیا۔ خلافت قادریہ عالیہ آپ کو حضرت

سید علی صاحب کلاں کے واسطے سے حضرت شاہ جمال البحر معشوق ربانی ثانی سے تھی۔ آپ معلومات حقائق دکھنی زبان میں فرماتے تھے۔ ایک روز آپ کی شاہ امین صاحب بن شاہ میراں صاحب ثانی سے پل بادشاہی پر ملاقات ہوئی جو دھول پیٹھ میں آسودہ ہیں شاہ امین صاحب مذکور نے آپ سے پوچھا کہ معائنہ اور مشاہدہ میں کیا فرق ہے اس وقت آپ کا ابتدائے حال تھا۔ آپ نے کچھ بیان کیا شاہ امین صاحب نے فرمایا بیشک تمہارا عرف تمہارا وصف ہے۔ اسوقت سے آپ شاہ امین صاحب کے ہم صحبت رہے اور ان کے فیض صحبت سے استفاضہ فرمایا۔

صاحب انوار الاخیار فرماتے ہیں کہ شاہ راہی صاحب سید احمد بن شاہ علی مذکور کے مرید اور خلیفہ تھے اور سید احمد مذکور آپ کے حقیقی ماموں تھے حضرت نے لاولدی کے باعث اپنے اس خواہرزادہ کو اپنی فرزندی میں لے کر اپنے مقام پر متمکن فرمایا۔ حضرت سید علی صاحب موصوف دراصل حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ شاہ راہی کی وفات سرکارارکاٹ میں بتاریخ ۱۶ محرم الحرام واقع ہوئی آپ کو وہاں ایک مقام پر سپرد خاک کر کے ایک سال بعد آپکی نعش کو حیدرآباد منتقل کیا گیا۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ کا جنازہ حیدرآباد آیا تو تمام مشائخین بلدہ جمع ہوئے اور ان کے منجملہ حضرت شاہ قبلہ نے جو اعظم ارکان شہر سے تھے دفن کے وقت فرمایا کہ روئے مبارک سے کفن ہٹایا جائے جب ان کے ارشاد کی تکمیل کی گئی تو دیکھا گیا کہ آپ کا چہرہ عرق آلود تھا اور آپ کے ریش مبارک کے چند بال سینہ پر پڑے ہوئے تھے باقی تمام جسد تازہ میت کی طرح تھا۔ یہ آپ کا تصرف تھا کہ ایک سال بعد بھی اس قسم کا ظہور رہا۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ شاہ درویش صاحب، محی الدین صاحب، اور فقیر صاحب آپکی قبر شریف اندرون بلدہ متصل محلہ جوہری گلی واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

صاحب کرامت، شاہ ریاضت، شاہد حق، شاہ قناعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں آپ عام سپاہ گری میں مشغول رہے روزگار نہایت عمدگی سے کیا شاہ عبدالنبی کی خدمت میں اعتماد تمام رکھتے تھے جن کا مکان سکونت چوک میں واقع ہے۔ ان کی صحبت کی برکت سے آپ میں عشق الٰہی کا جاذبہ پیدا ہوا آپ نے انکی خدمت میں لباس ترک کرکے خرقہ درویشی زیب تن کیا اور ان کے سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ چند ایام کے بعد جب شاہ موصوف کے ارشاد پر خاطر جمع نہ ہوئی تو ایک روز اپنے شیخ کی خدمت میں آپ نے عرض کیا کہ مجھے اسرار شب معراج سے واقف کروائیے۔ شاہ عبدالنبی صاحب کی زبان مبارک سے نکلا کہ پہلے اپنا چہرہ سیاہ کرلو اور ایک گدھے پر سوار ہوکر گلی کے بچوں کے ساتھ اور ان کی زبان سے کلمات رسوائی سننے کے بعد اگر تم میرے پاس آؤ تو اس وقت میں تمہیں یہ اسرار بتاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ شاہ قناعت نے جو دیوانہ راہ تھے۔

دوسرے روز حضرت کے ارشاد کی تکمیل کی تالاب میر جملہ سے جہاں آپ کا مکان تھا وہاں سے شاہ عبدالنبی کے گھر تک ایسا ہنگامہ اور شور سے آئے کہ سارا شہر جمع ہوگیا۔ تمام مشائخین شہر بھی شاہ عبدالنبی کے گھر پہونچ گئے۔ تین روز تک شاہ مسطور نے شاہ قناعت کی تعلیم و تلقین کی لیکن آپ کی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ آخر شاہ مذکور نے آپ کو شاہ مراد دھوتی کے حوالے کردیا اور کہا کہ تمہارا بقیہ حصہ وہاں سے لے لو۔ شاہ قناعت ان سے اجازت لے کر شاہ مراد دھوتی کی خدمت میں پہونچے اور اپنے مقصود کو حاصل کرلیا۔ شاہ مراد دھوتی کی وفات کے بعد اپنے گھر لوٹے اور پائے توکل دامانِ قناعت میں یوں رکھا کہ پھر اپنے قدوم دروازہ سے باہر نہ نکالے۔ آپ آزاد مشرب مرد تھے۔ اکثر جادۂ شریعت سے ہٹ کر کلام فرماتے جو شطحیات کے مانند ہوتا۔ مبارز خاں کے زمانہ میں بقید حیات تھے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۴۸ھ واقع ہوئی اور آپ کی قبر کھڑکی رنگ علی شاہ متصل مُرکی نالہ زیر تالاب

میر حلہ واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

مخزن اسرار اللہ، مظہر صفات اللہ، قبلۂ وقت، حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خاندان قادریہ عالیہ سے تعلق رکھتے تھے آپ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ بیعت و خلافت شاہ رکن الدین صاحب سے تھی جو آرکاٹ میں آسودہ ہیں۔ آپ کا مقام بود و باش حیدرآباد میں شاہ علی بنڈہ کے نزدیک واقع ہے آپ کا مدفن بھی اسی مقام پر ہے۔ صاحب انوار الاخیار فرماتے ہیں کہ امام صاحب دیوان سعد اللہ خاں ناظم آرکاٹ آپ کے معتقد تھے آپ کی وفات کے بعد انہوں نے آپکی تربت پہ گنبد عالیشان تعمیر کروائی یہ عجیب جائے پر رونق ہے۔ حضرت شاہ عبداللہ بڑی بزرگی سے موصوف تھے۔ صاحب ریاضت و تقویٰ تھے اور تمام مشائخین بلدہ میں نامور تھے۔ خاص و عام سب آپ کے مرید تھے ناصر جنگ نظام الدولہ مرحوم بھی آپ کی خدمت میں اعتقاد تمام رکھتے تھے۔ ملک آرکاٹ کے اکثر حکام بھی آپ کی ذات مبارک کے معتقد تھے جسکی بنیاد پہ حضرت نے بارہا آرکاٹ کا سفر کیا۔ دیگر کمالات کے علاوہ دست غیب برائے دس روپیہ رکھتے تھے۔ جو کوئی محتاج نظر آتا اپنے جیب سے دس روپیہ نکال کر اسکو عنایت فرمادیتے اور ارشاد ہوتا کہ یہ قرض حسنہ ہے آصفجاہ مذکور کے زمانہ سلطنت میں بقید حیات تھے حیدرآباد کے مشائخین آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ شاہ صاحب موصوف کسی کے گھر میں بہت کم آمد و رفت رکھتے۔ آصف جاہ اکثر آپ کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتے اور حضرت ان سے بے باکانہ گفتگو فرماتے۔ مرید بہت کرتے تھے لیکن خلافت کسی کو نہ دی تھی۔ آپ کے بعد آپ کا کوئی خلیفہ تھا نہ کوئی صاحبزادہ آپ کے مریدین اور خدام روضہ مبارکہ کی خدمت انجام بجالاتے ہیں۔ تاحال آپ کا مکان اذان، نماز اور فقراء کا مسکن ہے۔ آپکی وفات

بتاریخ ۵ صفر المظفر سنہ ۱۱۵۹ھ واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

سید اطہر، قبلہ مطہر، شیخ وقت حضرت شاہ علی اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ دراصل ملک شور کے متوطن تھے۔ شاہ دوست محمد نقشبندی کے مرید و خلیفہ تھے جو شہر وزیر آباد میں سکونت پذیر تھے۔

صاحب انوار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد اپنے گھر کا سارا مال و اسباب راہِ خداوندی میں فقراء میں تقسیم کر دیا اور شاہ مسطور کی خدمت میں درویشانہ لباس اختیار کیا۔ آپ نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا تناول نہ کیا اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کمالِ بزرگی سے موصوف تھے۔ ہر وقت ہر کسی کو آپ کی ملاقات کا موقع میسر ہوتا تھا۔ نہایت بلند ہمت تھے اور آپ کو اسبابِ دنیاوی سے ذرہ برابر محبت نہ تھی۔ احکام شریعت پر محکم تھے۔ اگر کسی کو خلافِ شرع عمل کرتے دیکھتے تو اس کو اپنی آنکھوں سے ممانعت فرماتے۔ نماز پنجگانہ با جماعت ادا فرماتے۔ رات میں نوافل، شغل و اذکار آپ کا معمول تھا۔ اور دن روزہ اور وظائف میں بسر فرماتے۔ سنتِ نبوی کے بموجب آپ کی چار بیبیاں تھیں جنھیں آپ کبھی خود سے جدا نہ کرتے تھے۔ سفر اور حضر ہر جگہ ان کو سواریوں میں اپنے ہمراہ رکھتے۔ آپ ہمیشہ مسافرت میں رہتے۔ جہاندار شاہ بادشاہ جو محمد شاہ بادشاہ کا والد اور فرمانروائے ہندوستان تھا آپ کا مرید تھا۔ شہر کے دیگر امراء عظام وغیرہم بھی کافی تعداد میں حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ مثلاً ناصر جنگ مرحوم۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ کبھی آپ نے سونے اور چاندی کو ہاتھ نہ لگایا۔ اگر کوئی سونا اور چاندی بطور نذر لاتا تو ہاتھ پر آستین کھینچ کر اسے لیتے تھے۔ طعامِ لذیذ سے ہمیشہ پرہیز رہا۔ ایک روز نواب آصفجاہ مذکور نے حیدر آباد میں مشائخین کی ضیافت کی۔ شہر کے تمام بزرگ

وہاں موجود تھے جب کھانے کی نوبت آئی تو دیکھا گیا کہ وہاں انواع و اقسام کی نعمتیں موجود ہیں حضرت نے نواب کے آبدار سے صراحی خاص لے کر اپنے کھانے میں پانی ملا لیا اور چند لقمے تناول فرمائے۔

راوی مذکور لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت نواب آصفجاہ سے ملاقات کے لئے گئے ہوئے تھے نواب مسطور نے بوقت رخصت پاندان طلب کیا جو نقرئی تھا۔ شاہ موصوف نے اپنے خادم سے فرشی ٹھیکر منگوا کر اسے اس ٹھیکر پہ لیا اور نواب مغفور کے آگے رکھ کر فرمایا کہ چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔

اسی راوی سے منقول ہے کہ حضرت کا یہ دستور تھا کہ بوقت شب خود بدولت پانی لاتے اور گرم فرماتے اور جب چار گھڑی شب باقی رہ جاتی تو گھر سے باہر نکل کر تمام خدام کو بیدار کر دیتے اور کہتے اگر غسل کی حاجت ہو تو گرم پانی حاضر ہے غسل کر لو تا کہ نماز فجر قضا نہ ہو۔ یہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ کو مرض الموت کا غلبہ ہوا اور بیماری طویل ہو گئی تو آپ کا جسم نہایت لاغر اور ضعیف ہو گیا آپ میں بیٹھنے کی طاقت بھی باقی نہ رہی آپ نے خدام سے فرمایا کہ جماعت کے وقت میرے پلنگ کو اٹھا کر لے چلو تا کہ جماعت ہاتھ سے نہ جائے۔ الغرض آپ اشارہ سے نماز ادا کرنے لگے۔ رحلت واقع ہونے تک بھی آپ سے نماز با جماعت فوت نہ ہوئی۔ جب آپ حالت بیماری میں شہر لاہور پہونچے تو خدام سے فرمایا جب کبھی میں اس عالم تشبیہ سے رحلت کر جاؤں میرے بدن کو صندوق میں بند کر کے شہر برہان پور لے جانا اور وہاں دفن کرنا۔ آپکی وفات بتاریخ ۵ ربیع الاول ۱۱۵۲ھ میں واقع ہوئی۔ خادمین نے آپ کے ارشاد کے بموجب آپ کو برہان پور میں دفن کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق مطلوب، طالب محبوب، دیوانۂ حق، حضرت سید محمد مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بیجاپور کے رہنے والے تھے۔ صاحب انوار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپکے والد کا نام

بزرگ فرید تھا۔ روزگار پیشہ تھے۔ اپنی اہلیہ اور دو صاحبزادیوں کی وفات کے بعد والد بزرگوار سے جدا ہوئے اور موضع جھوتی میں آئے محی الدین صاحب بن شاہ ہاشم خداوند ہادی کی خدمت میں لباس ترک کیا اور کچھ عرصہ بعد ہی آپ پر حالت جذب طاری ہو گئی یعنے آپ سالک مجذوب تھے سالہا سال اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر رہے شغل دل کا بہت استعمال کیا تھا جس سے آپ کا دل صنوبری ہمیشہ یاد حق میں جنبش کرتا تھا آپ کو دست غیب کی بھی اجازت تھی مبارز خاں اعتماد الملک ناظم حیدرآباد کے زمانہ میں بھی آپ بقید حیات تھے۔ جھوتی سے آپ حیدرآباد تشریف لائے عمارت بادشاہی داد محل کے نیچے گھاس پوس کی جھونپڑی بنا کر وہاں اپنی نشست گاہ مقرر کی تھی جب مبارز خاں نواب آصف جاہ کے مقابلہ کا ارادہ کیا تو آپ کی دعا کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جھونپڑی میں آمد و رفت کی جانب چھت بہت جھکا ہوا تھا۔ جب وہ اندر داخل ہونا چاہتا تھا تو لکڑی اس کی دستار میں اڑ گئی اور دستار سر سے نیچے گر پڑی آخر کار وہ مقابلہ میں مارا گیا۔ الغرض حضرت مجذوب صاحب تصرف تھے بکری کے بچوں کو دوست رکھتے تھے آج تک لوگ آپ کی درگاہ پر بکریاں نذر کرتے ہیں۔ آپ کی رحلت کے بعد آپکو اسی جگہ مدفون کیا گیا جہاں آپ کی جھونپڑی واقع تھی۔ قبر شریف چوک سے متصل بر سر راہ زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر اسی سال تھی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

سالک فی اللہ، واقف صفات اللہ، مجذوب خدا، شاہ جان اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی بیجاپور کے متوطن تھے شہر مذکور کے شرفا سے تھے اور آپ کے آباؤ اجداد منصبدار بادشاہی تھے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے روزگار ترک کیا اور شاہ محی الدین صاحب بن شاہ خداوند ہادی کی خدمت میں موضع جھوتی میں دست بیعت سے سرفراز ہوئے سالہا سال

شغل و اشغال میں بسر کئے اور آپ پر حالت جذب طاری ہو گئی حیدر آباد تشریف لائے اور چار مینار کی سکونت اختیار کی ۔

صاحب انوار الاخیار نقل کرتے ہیں کہ آپ کی قومیت شیخ تھی حالت جذب حد درجہ تھا جسکے باعث عالم شہادت کا آپ کو کچھ شعور نہ تھا کسی سے گفتگو نہ فرماتے صاحب تصرف اور واقف خطرات تھے اگر کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ خود اس کا مطلب بیان کر دیتے آپکے کمالات آج تک ظاہر اور ہویدا ہیں کہ چند بار دجلۂ موسیٰ کی طغیانی آپ کی تربت سے گذری لیکن آپ کی قبر پر ایستادہ چوبی بنگلے کو بھی کوئی گزند نہ پہونچا اور فرش کے پتھروں کو بھی حرکت نہ ہوئی ۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب پہونچا تو آپ اپنے مکان سے نکلے اور شہر کی جانب چل پڑے بتاریخ ۵ رجب المرجب سنہ ۱۱۴۰ھ کو مسجد تشریف لائے اور وہاں جان بحق تسلیم ہو گئے آپ کی قبر دریائے موسیٰ کے کنارے بیرون شہر واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

شیخ ہستی، فانی از قید نیستی، پیر وقت، حضرت شاہ ابوالحسن چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب انوار الاخیار رقمطراز ہیں کہ حضرت مذکور ابتدائے حال میں روزگار دنیوی میں مشغول رہے آپ قوم نوائت سے تھے اور آپ کا سلسلہ نسب سید عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے ۔ صاحب انوار الاخیار کے بموجب آپ دراصل خاندان قادریہ عالیہ کے مرید تھے مذہب شافعی کے پیرو تھے جب جاذبہ الٰہی آپ پر طاری ہوا تو روزگار ترک کر دیا اور خجستہ بنیاد تشریف لے گئے وہاں شاہ جعفر صاحب کی خدمت میں جو حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے جلیل القدر خلیفہ تھے لباس درویشی اختیار کیا سالہا سال ریاضت کرنے کے بعد اپنے مرشد کے ہمراہ جو آپ کے برادر نسبتی تھے حیدر آباد تشریف لائے اور دبیرپورہ میں سکونت

پذیر ہوئے ارادت اور پیر پرستی میں آپ بے نظیر تھے دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ جب شاہ جعفر چشتی نے رحلت فرمائی تو حضرت ابوالحسن نے ان کو شہر حیدرآباد میں دبیرپورہ دروازہ کے قریب دفن کیا اور تکیہ اور بارونق خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کے اوقات ہمیشہ یاد الٰہی میں بسر ہوتے شہر کے تمام مشائخین آپ کا بیحد احترام کرتے آپ کے چہرہ انور سے رونق و روشنی ہویدا تھی ہر کسی سے بتواضع تمام ملاقات کرتے۔ شہر مذکور کے اکثر لوگ جن میں مرد اور عورتیں سب شامل تھیں آپ کے حلقہ ارادت میں واصل تھے حضرت کے تین صاحبزادے تھے بادشاہ صاحب مجذوب، شاہ عبدالقادر عرف شاہ قادر صاحب اور علی صاحب انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے اذکار مناسب مقام پر نقل کیے جائیں گے آپ کی وفات بتاریخ ۱۲؍ شوال المکرم ۱۱۶۸ھ واقع ہوئی اور آپ اپنے مرشد کے پائیں مدفون ہوئے یہ عجیب جائے پر فضا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ والا مناقب شاہ علی مناصب ہادی وقت حضرت شاہ قادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب انوار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ مرد بزرگ، صاحب ریاضت شاقہ اور متقی تھے۔ چنانچہ ابتدائے حال سے بارہ سال تک آپ نے اپنے آپ کو قبر میں مقید کر لیا اور ہمیشہ صائم الدہر اور قائم اللیل رہے۔ عالم ارواح کا حد درجہ کشف حاصل تھا۔

چنانچہ راوی کا بیان ہے سید محمد قاضی سمد صوت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں تھا کہ آپ نے میرے والد کی قد و قامت، جسم، رنگ، اطوار، دستار گفتار اور رفتار کا ذکر کیا باوجودیکہ آپ نے ان کو نہ دیکھا تھا۔ میں حیرت میں غرق ہو گیا اور بالآخر میں نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک روز تمہارے والد کی قبر پر اتفاقاً میرا گذر ہوا اسی وجہ سے میں ان کے یہ شمائل آج تمہارے آگے بیان کر سکا۔ مجھے عالم ارواح کا کشف حاصل ہے اور ہر شخص مجھ سے اس عالم میں ملاقات کرتا ہے۔

راوی مذکور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ نواب عبد النبی خاں ناظم کڑپہ اور ان کی اولاد آپکے مریدین سے تھے۔ عبد النبی خان مذکور کے فرزند عبد الحمید خاں نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت محو خواب ہوتے تو ایک چودہ سالہ جن جو بہت حسین تھا جسکے لباس میں زرد جواہر جڑے تھے آپ کے بیدار ہونے تک آپ کے قدموں کے پاس کھڑا رہتا تھا۔ سید انوار اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت کے ایک خلیفہ کامل تھے جنکا نام شیخ فرید تھا جو اپنے مرشد کے ارشادات، بزرگوں کی کتب کے مطالعہ اور عارفان وقت کے کلام کے باعث نہایت سلوک تک پہونچے اور انا الحق کا نعرہ لگایا یہ مذہب ملامتیہ کے پیرو تھے اور اکثر شطحیات بیان کرتے۔ حضرت مذکور کی تاریخ رحلت نظر سے نہیں گذری لیکن آپ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری کے ہمعصر تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شریعت نشان معرفت بیان قاضی حاجات حضرت قاضی میر خلیل خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ سادات رضویہ سے تھے آپ کے والد کا نام نامی قاضی بابا بن قاضی ابا رضی تھا جنہوں نے بخارا سے تشریف لانے کے بعد ملتان میں سکونت اختیار کی تھی اور وہاں سے ہندوستان آکر چند دن وہاں رہنے کے بعد دکن کا رخ کیا۔ مبارز خاں اعتماد الملک نے آپ کو عالم و عامل جان کر قضاۃ حیدر آباد کی مسند شریعت پر فائز کیا ایک مدت تک خدا اور اسکے رسول کے حکم کے موجب مسند رسول پر حکمرانی کرنے کے بعد جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے دو فرزند تھے ایک میر خلیل اور دوسرے میر قیوم جو دونوں اپنے باپ کے حقیقی جانشین تھے لیکن قاضی میر خلیل خان مسند پدری کے لائق تھے اور آپ آصفجاہ مغفور کے عہد سلطنت میں قاضی حیدر آباد ہوئے ایک مدت تک آپ نے یہ خدمت سر انجام دی اور کبھی خلاف شرع سر مو حکم جاری نہ کیا۔ نواب نظام الملک آپ کو عزیز رکھتے تھے۔ چند روز بعد آپ کے نام بعض پرگنہ جات مثلاً کھنبول، سیکاول اور راجمندری وغیرہ کی عاملی مقرر کی گئی اور آپ کو جبراً اس کام پر رجوع ہونا پڑا۔ عاملی کے زمانہ میں بھی آپ نے اپنی بلند ہمتی سے ایک عالم

کو فیض پہونچایا۔ آپ ایسا عمل فرماتے کہ ادنیٰ اعلیٰ سب آپ کے مشکور ہوتے۔ رعایا سے کمال رعایت سے پیش آتے آپ عالم دوست اور مشائخ پرست تھے اکثر بزرگ آپکی مجلس میں موجود رہتے اور اس محفل میں قال اللہ اور قال رسول کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ ہوتی آپ بدرجہ کمال، رقیق القلب اور سلیم الطبع تھے مغرب کی نماز میں مصلے پر سر رکھ کر بایں خیال بے انتہا گریہ وزاری کرتے کہ مبادا آج مجھ سے خلاف شرع کوئی عمل ہو گیا ہو۔ اور ندامت سے بہت تضرع فرملتے۔ قوت بیانی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ اواخر حال میں شاہ فتاح صاحب کے دست بیعت سے سرفراز ہوئے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ آپ سفید پوشی میں مرد کامل تھے۔ آپکی اہلیہ سے تین دختر اور ایک انجب صاحبزادے تھے آپ کی زوجہ شاہ شمس الدین بن شاہ میر محمود اولیاء کی صاحبزادی تھیں جن کا ذکر اس سے قبل منقول ہو چکا ہے۔ قاضی صاحب مذکور کی وفات بتاریخ ۲۱ رجب المرجب ۱۱۵۶ھ کو واقع ہوئی اور آپ کی قبر آپ کے والد ماجد کے مقبرہ میں والد کے بائیں ایک دوسری گنبد میں ہے جو اندرون حیدرآباد محلہ قاضی پورہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلۂ معنوی و صوری، شیخ باحضوری، مجذوب کامل شاہ حسین ہتنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شاہ عبدالقادر لنگ بند کے مرید و خلیفہ تھے قصبہ ہتنورہ میں سکونت پذیر تھے جو شہر بیجاپور کا تعلقہ ہے۔ مشائخین مشاہیر سے تھے جب نواب نظام الملک آصفجاہ ہتنورہ کی جانب سے آرکاٹ گئے تو آپ سے ملاقات کی ان کے ہمراہ خواجہ عبداللہ خان بھی تھے جو آپ کی نذر کے لئے ایک سو روپیہ لائے تھے جب آصفجاہ نے آپ سے ملاقات کی اور آپکی بزرگی کو دیکھا تو عبداللہ خاں کے کان میں کہا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں پانچ سو روپیہ نذر دو۔ جب مبلغ مذکور حضرت کے سامنے لائی گئی تو حضرت نے اس میں سے صرف ایک سو روپیہ لے کر

بقیہ رقم مسترد کر دی۔ جب نواب مسطور نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تمہاری نیت تھی وہ پوری ہو گئی اب زیادہ تکلیف نہ کرو آصفجاہ خاموش ہو گئے اور گھر لوٹنے کے بعد خواجہ عبداللہ خاں سے کہا عجیب صاحب کمال درویش ہیں جنکی مثال نظر سے نہیں گذری۔

راوی کا کہنا ہے آپ کے کمالات کی کوئی حد نہیں آپ صاحب تصرف تھے وفات حضرت آیات بتاریخ ۴ر رجب واقع ہوئی۔ سن رحلت نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ شاہ درویش محی الدین قادری کے ہم عصر تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلۂ اہل اللہ مقتدائے خلق اللہ حضرت شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خاندان چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد کا نام نامی شاہ شمس الدین تھا۔ جو شہر اکبر آباد کے مشائخین سے تھے بادشاہ عالمگیر کے زمانہ میں آپ اپنے والد بزرگوار سے رنجیدہ خاطر ہو کر بنگالہ گئے اور وہاں شاہ ناصر صاحب کے مرید ہو گئے جو علم دعوت میں عاملین کاملین سے تھے آپ بھی دعوت اسماء الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ تین سال تک اس علم کا اپنے مرشد کی خدمت میں اشتغال رکھا اس اثناء میں آپ کو علم دست غیب بھی ہاتھ آیا۔ آپ جس قدر چاہتے آپ کو غیب سے حاصل ہو جاتا۔ دعوت کے علاوہ تمام علوم میں مستعد ہو کر مرتبۂ تکمیل پہ پہونچنے کے بعد اپنے مرشد سے خلافت لی اور عازم دکن ہو گئے ملک دکن کی سیر کرتے کرتے جب قصبۂ ترچناپلی میں آئے تو وہاں کی فضا آپ کے پسند آئی اور آپ نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے وہاں ایک بڑی خانقاہ بھی تعمیر کی جسکی تعمیر کے دوران روزآنہ پچاس روپیہ مزدوروں پر خرچ ہوتے تھے۔ جس مکان میں آپ قیام پذیر تھے اس کے فرش کے نیچے سے ان کی مزدوری آپکو مل جاتی جسے آپ مزدوروں میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ لالہ عورتوں کو دگنی مزدوری دیا دیتے۔ بڑے صاحب تصرف تھے لیکن سب سے بڑا تصرف یہ تھا کہ آپ نے کبھی اپنے لئے کچھ نہ پکایا صبح و شام

غیب سے دو خوان آپ کو پہونچ جاتے جس سے حاضرین مجلس بھی شکم سیر ہو جاتے آپ کی یہ کرامت تا دم زندگی جاری رہی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کی زندگی کا صرف ایک سال باقی رہ گیا تو آپ نے اپنے سارے مریدین سے اس کا اظہار کر دیا اور مقام مسطور سے رخصت ہو کر اکبر آباد لوٹ گئے جہاں اپنے والد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رویت حق را راوی، یکنہ حقائق حاوی، محقق وقت شیخ مخدوم محمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف مبارک مخدوم صاحب سوائی تھا اور آپ قوم مغل سے تھے مقام اصل ترکمان تھا جہاں سے آپ کے اجداد تشریف لائے اور بندر چیناپٹی کے نزدیک قصبہ میاپور میں سکونت پذیر ہو گئے آپ کے ہمعصر بزرگ آپ کو سیاہ پیشہ کہتے تھے۔ حضرت محمد ساوی کے دل میں آپکے والد بزرگوار کی وفات کے بعد خدا طلبی کا شوق پیدا ہوا اور صوفیا کے کلام پر فریفتہ ہو کر معرفت الٰہی کی جستجو میں بزرگان وقت سے رجوع ہوئے لیکن کہیں آپ کی تسکین خاطر نہ ہوئی اسی تلاش و تفحص میں جب آپ خجستہ بنیاد کے قریب قصبہ ست نگر پہونچے تو قصبۂ مذکور میں شاہ نام صاحب سے ملاقات ہوئی جو مشائخین قادریہ سے تھے۔ ان سے آپ کی خاطر پریشانی کو جمعیت کلی حاصل ہوئی آپ ان کی خدمت میں کئی سال تک رہے اور خلافت پانے کے بعد مدینہ منورہ کا قصد فرمایا تین سال تک وہاں مشغول بحق رہے اور پھر آنحضرت علیہ السلام کے حکم کے بموجب واپس ملک دکن آئے اور ساکنان ملک دکن کو معرفت الٰہی سے آشنا فرمایا جو کوئی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا آپ اس پر اسرار الٰہی کے دروازے کھول دیتے اور معرفت الٰہی کے متعلق اپنے مریدین کے سوائے کسی اور سے گفتگو نہ فرماتے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ آپ کو علم تصوف اور حقائق میں کمال قدرت حاصل

کسی کو آپ کے آگے کلام حقائق بیان کرنے کی جراءت نہ تھی۔ آپ نے اس علم شریف میں چند رسائل بھی تصنیف کیے، آپ اس علم میں اصطلاحات کے موجد تھے۔ چنانچہ ملک دکن میں مسئلہ غیریت حقیقی کی اصطلاح جو صوفیا میں رائج ہے وہ آپ ہی کی ذات مبارک کی ایجاد کردہ ہے۔

راوی مذکور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ صاحب تصرف اور خرق عادت تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ قصبۂ میلاپور جو دریا کے کنارے واقع ہے آدھی رات کے وقت حضرت دریا کی جانب تشریف لے جاتے ساری مچھلیاں کنارے پر آجاتیں اور اپنے احوال سے آپکو آگاہ کرتیں حضرت انکے جوابات عنایت فرماتے اکثر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا ہے۔

راوی مسطور نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے ریاضت شاقہ کو جو سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے معتبر دلائل سے ترک کر دیا تھا اور فرماتے تھے کہ فرض نماز کی کفایت کرنی چاہیئے اور اپنے معبود حقیقی کی معرفت ہونی چاہیئے۔ آپ نے اپنے سلسلہ میں کشف کونی کو مسترد کر دیا اور کشف الٰہی کو بحال رکھا کئی بہترین لوگ آپ کے مرید تھے مثلاً خواجہ عبد اللہ خاں، خواجہ احمد اللہ خاں، حیدر جنگ وغیرہ آپ اپنے مریدوں کو ریاضت شاقہ سے منع فرماتے اور کشف الٰہی کے حصول کی تاکید کرتے۔ آپ شریعت کے نہایت پابند تھے۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ دیگر ریاضات کی جانب متوجہ نہ ہوتے تھے حضرت مذکور کے پانچ صاحبزادے تھے ان کے منجملہ دو آپ کے خلیفہ تھے یعنی شاہ ناصر ثانی اور احمد صاحب۔ آپ کی وفات ۳ رجب المرجب ۱۱۲۵ھ کو واقع ہوئی آپ کی وفات کے بعد آپکو چھ مہینہ تک خواجہ رحمت اللہ خان کے مقبرہ میں امانتاً مدفون رکھ کر بعد ازاں میلاپور منتقل کیا گیا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

تارک کونین، شاہد قوسین، شیخ وقت حضرت شاہ غلام حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اصل مقام گجرات تھا لیکن آپ کے والد بزرگوار نے گجرات سے خجستہ بنیاد آکر یہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے پدر گرامی قدر کا نام مع سلسلہ نسب سید اسحٰق بن سید یعقوب

بن سید حمید الدین بن محمد الیاس بن صدر الدین بن رکن الدین بن عبد اللہ بن عبد الباسط بن سید شہاب الدین احمد ثانی تھا جنکا ذکر شریف مشکوٰۃ بست و دوم میں تحریر کیا جا چکا ہے۔

الغرض آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے شاہ علی رضا سرہندی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا جنکے حالات قبل ازیں مرقوم کر دئے گئے ہیں۔ آپ نے حضرت مذکور سے سلسلہ قادریہ عالیہ کی خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ مقام مشیخت کو آپ نے ایسی زیب و زینت دی کہ اکثر علماء اور فضلا آپ کے معتقد تھے آپ علماء سے ایسی گفتگو فرماتے جیسے کوئی عالم کسی طالب علم سے کرتا ہو۔ خصوصًا مولوی قمر الدین صاحب کو آپ سے کمال موافقت تھی اور نواب ناصر جنگ مرحوم بھی آپ کے معتقد تھے وہ باعتقاد تمام آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اکثر اوقات نماز تراویح میں وہ آپ کے ساتھ ہوتے آپ حافظ قرآن اور خوش الحان تھے اکثر رمضان المبارک کی ایک ہی رات میں قرآن ختم فرما دیتے تھے احکام شریعت کے بدرجہ اتم پابند تھے اور آپ سے نماز باجماعت کبھی فوت نہ ہوئی۔ بہت بزرگی سے موصوف تھے اور آپ کی مشیخت کا رعب و داب ہر شخص پر ایسا مستولی تھا کہ اُس شوکت کا کوئی دوسرا نظر سے نہیں گذرا۔ عوض خاں ناظم اورنگ آباد آپ کے مرید صادق تھے۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے ایک شاہ جمال اللہ اور دوسرے سید اسحٰق آپ نے اپنی خلافت اپنے بڑے صاحبزادے کو عنایت فرمائی اور انہیں اپنا جانشین کیا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۷۲ھ میں واقع ہوئی اور آپکی قبر شریف خجستہ بنیاد میں چیلہ پورہ کی جانب واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

زبدۂ ارباب قدوۂ اصحاب مقتدائے اوقات حضرت سید شاہ عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ آپ گجرات کے رہنے والے تھے اور حضرت سید عبد الجلیل

اولاد سے تھے جنکا مقبرہ گجرات میں مشہور آفاق ہے آپ چند واسطوں سے قطب الابرار سیدنا تاج الدین عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں سے تھے۔ صاحب ریاض الایمان فرماتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے :۔

سید شاہ عبدالوہاب بن شاہ محمد زاہد بن شاہ محمد بن شاہ برہان بن شاہ عرف سید اخوان بن سید برہان الدین بن کبیر الدین بن غیاث الدین محمد بن غیاث الدین شہید اللہ بن شہاب الدین محمد بن سید عبداللہ بن سید عبدالجلیل بن ابو الفرح بن ابو الحسن علی بن قطب الابرار سیدنا تاج الدین عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہم۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ شاہ غیاث الدین شہید اللہ بغداد سے شہر گجرات آئے ان کی شمشیر پر بھی غیاث الدین شہید اللہ لکھا ہوا تھا۔ الہام الٰہی پر وہ گجرات میں رونق افروز ہوئے اور کافروں کے قتل کی سعی فرمائی اور اس شمشیر سے اکثر کفرۃ الفجرہ کو جہنم رسید کر دیا۔ باقی ماندہ افراد آپ کی صولت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ان کے منجملہ ایک نے عین میدان کارزار میں آپ سے دریافت کیا کہ اے بزرگوار آپ کے جسم پر زخم کیوں نہیں آتے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ نے یہ کلمات سنا تو تازہ وضو کیا اور رو بہ قبلہ ہو کر جام شہادت نوش فرما لیا۔ آپ کی وفات کے بعد حاضرین نے دیکھا کہ آپ کا جسد مبارک کافروں کی تیغ سے گل صد برگ کی مانند پارہ پارہ ہو گیا ہے اسکے بعد حضرت مذکور کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

شاہ عبدالوہاب معشوق اللہ جو آپ کے صاحبزادے تھے آپ کی شہادت کے بعد آپکے قائم مقام ہوئے ان کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شاہ غیاث الدین ثانی تھا اور جو کبیر الدین عبدالجلیل کے لقب سے ملقب تھے ان کے ایک فرزند تھے شاہ برہان الدین جنکے صاحبزادے سید شاہ عرف اخوان مذکور تھے۔ سید اخوان کے پسر کا نام سید شاہ محمد اور انکے فرزند دلبند شاہ محمد زاہد تھے جو حضرت شاہ عبدالوہاب طوبیٰ لہ وحسن مآب کے پدر بزرگوار تھے۔ شاہ محمد مذکور کی وفات سنہ ۱۱۳۹ھ میں واقع ہوئی۔ اسی راوی کا کہنا ہے آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۱۰۳ میں ہوئی۔ آپکی والدہ ماجدہ امۃ الرحیم نے آپ کی ولادت کے بعد وفات پائی۔ لوگوں نے دایہ تجویز کی کہتے ہیں کہ جب دایہ کو لایا جاتا حضرت اسکے دودھ کی جانب راغب نہ ہوئے چنانچہ اسی پر قناعت کی گئی آپ کے پدر بزرگوار نے بھی بشارہ میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ آفرزند

اس لڑکے کو دودھ نہ دو بجز گائے کے دودھ کے وہ عورتوں کا دودھ نہیں پیئے گا۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد زاہد نے ایسا ہی انتظام فرمایا۔

راوی فرماتے ہیں کہ جب آپ پانچ سال کے تھے تو شاہی شارع عام پہ اپنے خدام اور غلاموں کے ساتھ کھڑے تھے کہ ایک شخص نے آواز لگائی کہ لوگو بدمست ہاتھی آرہا ہے اس نے بہت سارے لوگوں کو قتل کر دیا ہے اپنی حفاظت کرو اور بازو ہٹ جاؤ آپ کے تمام حواشی ایک طرف ہٹ گئے اور اہل بازار دروازے بند کر کے چلے گئے ایک دوسرے شخص نے کہا اے صاحبزادے یہاں سے چلے جاؤ کہ اس ہاتھی پہ فیلبان بھی نہیں ہے مصلحت اسی میں ہے کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت نے اس مقام سے جہاں آپ کھڑے تھے حرکت تک نہ فرمائی یہ گفت و شنید جاری تھی کہ فیل مذکور حضرت کے سامنے آیا اپنا سر زمین پہ رکھا اور اسکی مستی اتر گئی۔

راوی سطور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت چودہ سال کے ہوئے تو ایک روز حضرت شاہ غیاث الدین شہید اللہ کے روضہ مقدسہ میں آئے اور کلام اللہ کی تلاوت کرنے لگے آپ تلاوت میں مصروف تھے کہ حضرت مسطور کی مرقد سے آواز آئی کہ اے شاہ عبدالوہاب تم دکن کی جانب چلے جاؤ کہ تمہارا مقام وہی ہے حضرت نے الہام غیبی سے چند سال اور احمد آباد و گجرات میں سکونت اختیار کی اور پھر حامد خاں مرحوم جو ناظم گجرات تھے آپ کے والد سے بیعت رکھتے تھے آپ سے عرض پرداز ہوئے کہ اے صاحبزادے میں آپ کی خدمت میں بامید اجابت التماس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہو انہوں نے کہا کہ نظام الملک میرا بھتیجا ہے اور وہ مجھے ملک دکن میں طلب کرتا ہے بارہا اس نے خطوط لکھے اور میں نے جواب نہ دیا۔ اگر حضرت ارادہ فرمائیں تو آپ کے ہمرکاب سعادت وہاں جاؤں گا۔ حضرت جو اس سے قبل ہی سفر کا ارادہ رکھتے تھے اس کی اس التماس پہ ملک دکن میں رونق افروز ہوئے۔ آصفجاہ آپ کی دکن میں تشریف آوری پہ بہت مسرور ہوئے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملاقات کے بعد عرض کیا اگر اس ملک کے دیہات آپ کو پسند آئیں تو میں نذر کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر شرعی خمس (پانچواں حصہ) سے کچھ یومیہ مقرر کرنا چاہو تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ ہمارا حق ہے۔ آصفجاہ مرحوم نے خمس سے کچھ حصہ آپ کے لئے مقرر کر دیا

راوی دیگر کا بیان ہے کہ کوتوال شہر حیدرآباد آپ کا مرید تھا اقتضائے بشریت سے اس سے کچھ قصور سرزد ہوا۔ نواب نظام الملک نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ اس کو توپ سے

باندھ کر جلا دیا جائے۔ حسب الحکم ایسا ہی کیا گیا لیکن آگ ٹھنڈی ہو گئی لاکھ کوشش کے باوجود کوئی ترکیب سود مند نہ ہوئی مجبوراً صورتحال آصفجاہ مرحوم کے آگے پیش کی گئی کہ فلاں شخص توپ سے ہلاک نہیں ہوتا۔ نظام الملک نے اسکو طلب کیا اور دریافت کیا تو شخص مذکور نے کہا کمترین حضرت شاہ عبدالوہاب گجراتی کے مریدین اور غلاموں سے ہے میں نے حضرت سے استمداد کی تھی کہ اس آگ سے مجھے پناہ دیں اور مجھے جلایا نہ جاسکے آصفجاہ نے یہ سن کر سکوت اختیار کیا اور اسکی غلطی سے درگذر فرمایا۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حیدرآباد کی سکونت اختیار فرمائی تو دارالسرور برہان پور سے آپ کا ایک معتقد اسد اللہ خاں آیا حضرت نے اس کو اپنا خاص جبہ عنایت کیا اس لباس کی برکت سے کچھ عرصہ بعد نظام الملک نے اسکو جیت پول کی عاملی عطا کی اور اس مقام پہ روانہ کیا۔ خان موصوف کے بھائی عبداللہ خاں اسکے ساتھ تھے ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت اسکو بیعت دے رہے ہیں اور روز مریدی کے مراسم بجا لا رہے ہیں جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا لباس صندل سے رنگین ہے۔ اسی روز سے وہ بھی حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

صاحب اخبار الانوار فرماتے ہیں کہ سید عبدالوہاب آصفجاہ مرحوم کے عہد سلطنت میں دہلی سے انکی آمد کے وقت ان کے ہمراہ گجرات سے حیدرآباد آئے اور نواب مسطور کی خاطر اس شہر کی سکونت اختیار کی نواب نظام الملک ہمیشہ آپ کو سفر میں اپنے ہمراہ رکھتا اور اکثر اوقات آپ سے باادب تمام ملاقات کرتا آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تصویر کے ہم شبیہ تھے۔ شہر حیدرآباد کے مشائخین آپ کی عزت کرتے تھے آپ گجرات سے اپنے تمام متعلقین کے ساتھ تشریف لائے تھے اور آپ کی اہلیہ شریفہ بڑے صاحبزادے سید انوار اللہ عرف سید صاحب اور ایک صاحبزادی آپ کے ہمراہ تھیں آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک سید انوار اللہ مذکور اور دوسرے سید عبدالقادر عرف شاہ قادر صاحب آپ کی وفات بتاریخ ۱۹ر ذی الحجہ سنہ ۱۱۰۶ھ میں واقع ہوئی قبر شریف شہر حیدرآباد کے بیرون مغربی جانب کوہ معز باغ سے متصل زیارت گاہ خاص و عام ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

طالب جمال مطلوب، شاہد حسن محبوب، دیوانہ حق حضرت شاہ حسین مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خجستہ بنیاد اورنگ آباد کے متوطن اور مادر زاد مجذوب تھے۔ اکثر امراء آپکے معتقد تھے اور ایک عالم آپ کی ولایت کا مقر تھا خصوصاً نواب خانعالم مرحوم کو آپکی خدمت میں کمال عقیدت تھی۔ خان عالم مذکور آپ کو قصبہ نسبت نگر لے آئے آپ کی ذات مبارک سے کئی خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے جیسا کہ راوی کا بیان ہے۔

ایک روز حضرت نواب مذکور کے گھر گئے اور ان کی مسند امارت پر بیٹھ کر فرمایا کہ بابا میں قضاء حاجت کے لئے آیا ہوں خانعالم نے کہا کہ بیت الخلاء حاضر ہے تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہاری مسند پر رفع حاجت کروں انہوں نے مسند کے بازو کے دونوں تکیہ درست کئے اور کہا کہ یہ اس مسند کی سعادت ہے حضرت بفراغت تمام قضاء حاجت فرمائیں۔ شاہ موصوف نے ایسا ہی کیا۔ فراغت کے بعد آپ نے فرمایا بابا مجھے اپنے ہاتھ سے طہارت اور آب دست کراؤ انہوں نے قبول کیا اور آفتابہ ہاتھ میں لے کر اشارہ کیا کہ میں پانی ڈالتا ہوں آپ خود اپنے ہاتھ سے طہارت لے لیں۔ شاہ صاحب روشن ضمیر تھے نواب کی کراہت سے آگاہ ہوگئے اور انکے ہاتھ کو طاقت سے پکڑ کر اپنے براز میں گھسا دیا اور کہا کہ بابا اسکے سونگھو نواب عالم کہتے تھے کہ قسم ہے وحدہ لاشریک لہ کی کہ جب میں نے سونگھا تو عطر گلاب سے بہتر خوشبو پائی میں نے انواع واقسام کے عطریات استعمال کئے ہیں لیکن یہ ان سب سے بہتر تھی۔

خانعالم مذکور ایک اور تصرف بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ میرے گھر تشریف لائے مجھے اس سے قبل ارادہ تھا کہ آپ کے دست بیعت سے مشرف ہو جاؤں اس روز میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ بابا چندے توقف کرو میں نے تمہاری بیعت کے لئے اپنے نانا کو طلب کیا ہے وہ عنقریب آجائیں گے۔ خانعالم کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ مجذوب ہیں جو جی میں آئے کہدیتے ہیں ایک ہفتہ نہ گذرا تھا کہ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری دام ارشادہ حیدر آباد سے خجستہ بنیاد

کے سفر کی غرض سے قصبہ لبنت نگر آئے روزنامہ اخبار سے مجھے اطلاع ملی کہ حیدرآباد سے ایک بزرگ آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خجستہ بنیاد تشریف لے جائیں میں نے چاہا کہ ان کی خدمت میں حاضری دوں ابھی ارادہ میں تھا کہ شاہ حسین مجذوب آئے اور کہا کہ بابا تم نے سنا کہ میرے نانا آئے ہوئے ہیں میں ان کے استقبال کے لئے جارہا ہوں۔ خانعالم کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا حضرت یہیں رہیں میں ان کی خدمت میں جارہا ہوں انہیں یہاں لے آؤں گا۔ فرمایا نہیں میں جاؤنگا میں نے پھر عرض کیا کہ میں حضرت کو جانے نہیں دوں گا فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا میں ضرور جاؤں گا۔ الغرض میں نے ان کا ارادہ مصمم پایا تو حضرت کو ایک حجرہ میں بٹھا کر اس کے دروازہ کو مقفل کردیا اور لوگوں کو دروازہ پر نگہبانی کے لئے کہہ کر حضرت شاہ درویش محی الدین قادری دام ظلہٗ سے ملاقات کی غرض سے سوار ہوا اثناء راہ میں حضرت مذکور کی سواری نمودار ہوئی میں نے دیکھا کہ حضرت مرشدی پالکی میں سوار ہیں اور بہت سارے مریدین اور خدام ہمرکاب سعادت ہیں اور شاہ حسین مجذوب بھی پالکی کا تختہ پکڑے حضرت کی سواری کے ساتھ چل رہے ہیں جب میں قریب پہونچا تو شاہ حسین نے فرمایا کہ بابا میں اپنے نانا کی خدمت میں ہر چند کہ تم نے مجھے مقفل کردیا تھا حاضر ہوگیا ہوں۔ خانعالم کا کہنا تھا کہ اس واقعہ سے میں حیرت میں غرق ہوگیا کہ آپ کس طرح حجرہ سے باہر تشریف لائے الغرض میں نے حضرت دستگیر عالم کی خدمت میں پہونچ کر آداب بزرگانہ بجالائے اور میرے دل میں خیال گذرا اگر حضرت عارف کامل ہیں تو خود ہی میرے دل کی بات بیان فرمائیں گے۔ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری نے اسی وقت شاہ حسین مجذوب کی جانب دیکھا اور تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ٭ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

الغرض حضرت مذکور نے اس عقدہ کو بیان فرمادیا جو میرا عین مقصود تھا فوراً میں بے اختیار حضرت درویش مذکور کے قدم مبارک پر گر پڑا اور صدق دل سے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگیا اور حضرت کو اسی طرح پالکی پر سوار کرنے کے بعد ایک طرف شاہ حسین صاحب تھے اور میں نے دوسری جانب کا تختہ پکڑ کر آپ کو اپنے گھر لے آیا گھر پہونچنے تک شاہ مجذوب ہمراہ تھے جب میں گھر کے دروازہ پر پہونچا تو آپ کو نہ پایا آپ میری نظروں سے غائب ہوگئے حضرت دستگیر عالم کو ایک مقام پر اتار کر میں نے متعینہ افراد سے پوچھا کہ شاہ حسین صاحب حجرہ سے کس طرح باہر

ان لوگوں نے کہا کہ حضرت حجرہ کے اندر ہیں اور حجرہ اسی طرح مقفل ہے۔ میں دروزہ پر آیا اور قفل اسی طرح پایا۔ جب دروازہ کھولا تو آپ حجرہ کے اندر موجود تھے آپ نے فرمایا بابا ان متعینہ افراد کی خاطر میں پھر حجرہ میں آگیا تاکہ ان کا قصور ثابت نہ ہوجائے۔

راوی کا بیان ہے کہ اوائل حال میں خانعالم مرحوم کو شاہ حسین کی خدمت میں کمال اعتقاد اور رسوخ تھا اور حضرت کی توجہ بھی ان پر مرکوز تھی آپ اکثر نواب صاحب مرحوم کے گھر قدم رنجہ فرماتے ایک دفعہ کہا کہ بابا میں آج ایک چیز کی طلب میں آیا ہوں انہوں نے کہا کہ جو کچھ ارشاد ہوگا سر بچشم ہوگا۔ آپ نے فرمایا اپنی عورت مجھے دیدو۔ خان عالم جو صادق العقیدت تھے کہا کہ میں اپنی بیوی سے پوچھ کر عرض کروں گا۔ الغرض وہ گھر میں گئے اور کیفیت اپنی بیوی سے کہی۔ انکی اہلیہ بھی فقیر مذکور سے اعتقاد رکھتی تھیں انہوں نے کہا کہ جو تمہاری مرضی میں آئے میں تمہاری خوشنودی کی تابع رہوں گی۔ پس انہوں نے اپنے گھر سے نکل کر کہا کہ شاہ صاحب میری بیوی آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا بابا تم بہت احمق ہو کیا تم نہیں جانتے کہ درحقیقت دنیا کو زن یعنی عورت کہا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آج فلاں درویش کے نام آٹھ آنے یومیہ اپنی مہر سے مقرر کردو۔ خانعالم فی الحال فرحاں و شاداں اس درویش کے نام یومیہ مقرر کردیا۔

الغرض حضرت کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی تاریخ رحلت نظر سے نہیں گذری۔ لیکن آپ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری کے ہمعصر تھے۔ آپ کی قبر قصبہ بسنت نگر میں شہدائے نامعلوم کے مقابر میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

آفتاب دین، قدوۂ ارباب یقین، مقتدائے وقت، حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

راوی کہتے ہیں کہ آپ شاہ کلیم اللہ کے خلیفۂ کامل تھے جن کا ذکر اس سے پہلے کیا جاچکا ہے۔ شاہ کلیم اللہ نے آپ کو تکمیل مراتب سلوک کے بعد اپنا سجادہ عنایت فرمایا اور دکن کی

جانب رخصت کیا۔ آپ شاہ کلیم اللہ کے حکم کے بموجب خجستہ بنیاد اورنگ آباد آئے اور وہیں مقیم ہو گئے ایک عالم آپ کی خدمت میں رجوع ہوا۔ آصفجاہ مرحوم کو بھی آپکی خدمت میں خلوص پیدا ہوا وہ بھی اکثر آمد و رفت رکھتے۔ اتفاق سے جب محمد امین الدین خان اعتقاد الدولہ فوت ہوا جو محمد شاہ بادشاہ کا وزیر تھا تو نواب آصفجاہ کو دکن سے طلب کر کے منصب وزارت پر فائز کیا گیا۔ اس وقت خان دوران صمصام الدولہ بادشاہ مسطور کے میر بخشی تھے انہوں نے ملک دکن کی سند اور خلعت بادشاہی مبارز خان اعتماد الملک کے نام روانہ کی آصف جاہ نے بادشاہ کے حواشی کی صحبت سے تنگ آ کر تمام ہندولیت کے ساتھ تعلقہ سنبھل مراد آباد سے نکل کر وہاں سے آہستہ آہستہ نجفا عبور کر کے اورنگ آباد پہنچے اور شاہ نظام الدین سے ملاقات کی۔ حضرت نے فرمایا دُعا میری اور فتح جناب الٰہی کی جانب سے ہو گی کسی وسواس کے بغیر نواب مبارز خاں کے مقابلہ کے لئے جاؤ۔ نظام الملک نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شاہ دولہ نے اپنی گودڑی مبارز خاں کو دی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک یہ تمہارے پاس ہو گی کوئی تم پر فتح نہ پا سکے گا۔ مجھے اس لباس سے خوف ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں تم اس طرف کا قصد کرو۔ آصف جاہ نے جواباً معذرت خواہی کی۔ دو ہفتہ تک آپ یہی پیام دیتے رہے اور ہر بار نظام الملک یہی کہتے رہے کہ مجھے اس گودڑی سے خوف ہوتا ہے۔ ایک روز آپ نے نواب نظام الملک کے پاس کہلا بھیجا کہ کل علی الصبح آؤ۔ جب وہ دوسرے روز حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم شاہ دولہ کی گودڑی کو پہچانتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ میں بارہا مبارز خاں کے گھر جا کر اس گودڑی کی زیارت کر چکا ہوں اسلئے اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ حضرت شاہ نظام الدین نے نظام الملک کا ہاتھ پکڑ کر اپنے حجرہ خاص میں لے گئے اور وہی گودڑی بتائی جو چوکی پر رکھی ہوئی تھی۔ آصفجاہ نے غور سے دیکھا اور کہا کہ بے شک یہ وہی گودڑی ہے میں نے اکثر اس کی زیارت کی ہے اگر آپ اسے مجھے عنایت کر دیں تو یہ عین نوازش ہو گی آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے اس مدت میں بکمال تمنا اور منت سے حضرت شاہ دولہ کی روح شریف سے رجوع کیا کہ یہ گودڑی مبارز خان عماد الملک کے گھر سے لا کر مجھے مرحمت کریں ان کی روح شریف نے اسے وہاں سے لا کر مجھے دیا اور کہا کہ اسے دیکھو اور جس کسی کو دکھانا منظور ہو دکھا کر پھر مجھے واپس کر دو۔ لہذا یہ شاہ موصوف کی امانت ہے اور

اورانکو پہونچی ہے۔ تمہاری غرض پوری ہوگئی کیونکہ مبارز خاں کے پاس سے اس گوڈری کا اثر جا چکا ہے کل جنگ سے لئے روانہ ہو جاؤ انشاء اللہ فتح تمہیں نصیب ہوگی۔ الغرض نظام الملک نے کوچ کیا اور ایک کثیر لشکر کے ساتھ کارزار عظیم گرم کیا اور فتح یاب ہوا یہ قصہ مشہور آفاق ہے۔

صاحب محبوب القلوب فرماتے ہیں کہ شاہ نظام الدین صاحب تصرف اور کمال تھے آپکے مریدین بکثرت تھے جو سارے صاحب حال تھے۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ آپ کے اٹھارہ خلفائے کامل تھے مثلاً شاہ جعفر چشتی، شاہ شریف، شاہ عشق اللہ وغیرہم۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۲ھ بروز سہ شنبہ بوقت چاشت واقع ہوئی۔ قبر شریف اورنگ آباد میں زیارت گاہ خلق ہے حضرت نے باوجودیکہ آپ کے فرزند ارجمند موجود تھے۔ اپنے خلیفہ صدق مولوی فخر الدین کو اپنا قائم مقام کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ بہشتی شاہد عالم ہستی قبلۂ وقت حضرت شاہ امین الدین ثانی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

راوی کا بیان ہے کہ آپ شاہ سہراب الدین کے صاحبزادے تھے جن کا ذکر اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے تیسرے روز اپنی والدہ ماجدہ کے بطن سے عالم ظہور میں رونق افروز ہوئے۔ جب سن شعور کو پہونچے آپ مہمان دوست ہوئے روز آنہ سہ پہر تک اور پھر رات میں آدھی رات تک مہمان کا انتظار فرماتے اسکے بعد اپنے حصہ کی روٹی پانی کے پیالہ میں ڈالکر کھاتے۔ صاحب ریاضت شاقہ تھے آپ کے وجود سے اکثر تصرفات ظہور پذیر ہوئے۔

جیسا کہ راوی کا بیان ہے کہ موسم بارش میں چند روز تک بارش نہ ہوئی رعایا تالاب لنگر حوض کے نیچے بارش کی امید سے کاشت کر رہی تھی۔ جب بارش نہ ہوئی تو کاشتکار وغیرہ آپکی خدمت میں

حاضر ہوئے اور بعد قدمبوسی التجا وزاری سے آب رحمت طلب کیا۔ آپ اس وقت مسرور تھے فرمایا کہ خاطر جمع رہو بارش آرہی ہے اس وقت ایسا رحمت کا نزول ہوا کہ تالاب مذکور لبریز ہوگیا۔ الغرض آپ ولی مادرزاد اور صاحب خوارق عادات تھے آپکی وفات سنہ ۱۱۵ھ میں واقع ہوئی قبر شریف قلعہ گولکنڈہ کے عقب میں آپکے پدر بزرگوار کا مزار کے متصل واقع ہے

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

پیر و اصحاب زمن قدوۂ ارباب علن حضرت شاہ شیخن رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

صاحب محبوب القلوب فرماتے ہیں کہ آپ سید احمد گجراتی کے مرید و خلیفہ تھے جو شاہ برہان راز الٰہی کے مرید تھے۔ اذکار، اشغال، حقایق اور توحید میں کامل، علم تصوف اور اسکی تعلیم میں یگانہ عصر اور مریدوں کی تربیت و تلقین میں بے نظیر وقت تھے۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ آپ کی ذات پیر پرستی میں مثال نہ رکھتی تھی۔ اپنی مشیخت اور خاص و عام کی مرجعیت کے باوجود آپ اپنے مرشد کے آستانہ پر ہر وقت حاضر رہتے اور مرشد کے محل کے اندر سے جو کچھ احکام صادر ہوتے بذات خود ان کی تکمیل فرماتے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ خانقاہ میں اپنے شاگردوں کو درس دینے میں مشغول ہوتے کہ محل سے ایک کنیز آتی اور آواز دیتی کہ شیخن کہاں ہو۔ آپ درس مثنوی وغیرہ موقوف کر دیتے اور دروازہ پر جاکر عرض کرتے کہ اے فلاں کیا ارشاد ہے۔ کنیز کہتی کہ شیخن باورچی خانہ میں نمک وغیرہ کم پڑ گیا ہے خرید کر لے آؤ۔ حضرت تمام علماء اور فضلاء سے فرماتے کہ دوستو اپنی جگہ بیٹھے رہو یہ فقیر حضور پیرانی ماں صاحبہ کے احکام بجا لاکر واپس آتا ہے اسی طرح اتمام درس تک چند بار اٹھتے اور اپنے مرشد کے محل کی خدمت کرتے اور اسے اپنی مشیخت کے لئے ننگ و عار تصور نہ کرتے۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ بے نفس اور نفس کشی میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز طریقہ ملامتیہ اویسیہ کا پیرو ایک درویش آپ کی خانقاہ میں وارد ہوا اور کہا کہ دوستو تمہاری

اس مجلس میں شیخن سے کہاں ہے تمام مریدین اور شاگرد خاموش ہو گئے اور کسی نے اسکا جواب نہ دیا حضرت خود بکمال عجز اسکے سامنے آئے اور کہا کہ شاہ صاحب یہی وہ نالائق ہے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ درویش تند مزاج تھا اس نے ستر عورت کھول کر آپ پر پیشاب کر دیا۔ شیخن صاحب خلق عظیم کے حامل تھے آپ اس درویش کے آگے سرنگوں کھڑے رہے اور آنکھیں نیچی کئے ہوئے کہا کہ یہ اس گنہگار کی سعادت ہے۔ حاضرین یہ حال دیکھ کر پیچ و تاب کھانے لگے جب درویش پیشاب سے فارغ ہو گیا تو کہا کہ ملک دکن میں یہی ایک صورت پرست مرد ہے پس یہ غنیمت ہے۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت مثنوی کے درس میں مشغول تھے اولیاء شاہ نامی ایک عارف حق شناس آپ کی مجلس میں آئے اور کہا کہ شیخن صاحب آپ کا ظاہر بہت خوب ہے آپ کی شیخت کا شہرہ ہر جگہ پہونچ چکا ہے فقیر ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا ہے اگر جانتے ہیں تو کہئے لیکن علمی تاویلات کو دخل نہ دیں جو کچھ مجھے مطلوب ہے وہی فرمائیں۔ حضرت نے کہا کہ شاہ صاحب کہئے کہ وہ کیا مسئلہ ہے۔ اولیاء شاہ نے کہا کہ شیخن صاحب خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام میں چند مقامات پر اپنی معیت کی جانب اشارہ کیا ہے اسکو خود میں کس طرح پانا چاہئے۔ چنانچہ ایک جگہ اس نے فرمایا وھو معکم اینما کنتم اور دوسری جگہ فرمایا وفی انفسکم افلا تبصرون ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور دوسرے مقام پر فرمان ہے کہ اینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ آپ اس معیت کو بلا تاویل و توجیہہ اسکی جو حقیقت ہے بیان فرمائیں اور بتائیے کہ یہ ایسا ہوتا ہے۔ علمائے قشیریہ کی تمثیل سے جس میں حباب کو پانی سے بو کو پھول سے اور تخم کو درخت سے معیت بتائی جاتی ہے تسکین خاطر نہیں ہوتی۔ آپ خود سے معیت خداوندی بتائیے۔ شیخن صاحب نے کچھ دیر تامل کیا پھر فرمایا کہ شاہ صاحب آپکا سوال غامض ہے تین روز کی مہلت دیں میں کتب صوفیا کی مدد سے ان کا جواب دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر واپس لوٹ گئے۔ شیخن صاحب کتب صوفیا کی جانب متوجہ ہوئے اور تین شبانہ روز مسئلہ مسؤلہ کا جواب تلاش کرتے رہے آپ کو کہیں سوال کے مطابق جواب نہیں ملا۔ تیسرے روز آدھی رات کے وقت آپ سر پر کھجوروں کا خوان لئے اس مسجد میں گئے جس میں شاہ مذکور مقیم تھے جب انکو معلوم ہوا کہ شیخن صاحب آرہے ہیں تو وہ بستر پر دراز ہو گئے حضرت شیخن انکے نزدیک گئے اور با ادب تمام آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبانے لگے۔ شاہ مذکور عمداً سو گئے اور کافی دیر بعد

بیدار ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو فقیر کی خدمت کر رہا ہے آپ نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جو استفاضہ اور استفادہ کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا شیخن ان تین دنوں میں تم نے کیا جواب ڈھونڈا تھا۔ آپ نے کہا کہ حضرت نے جو سوال کیا تھا اس کا کچھ جواب نہ مل سکا اب آپ ارشاد فرمائیں میں فاتحہ کے لئے کھجوروں کے خوان لے آیا ہوں۔ اولیاء شاہ جان گئے کہ آپ طالب صادق ہیں اور آپ سے راز حق پوشیدہ رکھنا خلاف طریقت ہے۔ پس بعد فاتحہ آپ کو شہود نقطہ وجودیہ کی تلقین فرمائی کہ العلم نقطۃ لایعلمھا الجاھلون آیا ہے شیخن صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اولیاء شاہ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوتا تو میں کچھ نہ کر سکتا تھا مجھے جو کچھ ملا وہ آپ کی پابوسی کی بدولت ہے۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے آپ کے کئی خلفا کاملین تھے مثلاً شاہ افضل رفاعی شاہ مجدالدین وغیرہما۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک غلام حسین عرف شاہ اتّن صاحب اور دوسرے غلام سجاد یہ بھی صاحب حال و ریاضت تھے۔ حضرت شیخن صاحب کی وفات بتاریخ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۵۱ھ میں واقع ہوئی آپ کی مزار مبارک اورنگ آباد میں زیارتگاہ معتقدین ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ سی و دوّم

ذکر شریف

قدوۂ محققین، قبلۂ واصلین، واقف اسرار احدیت حضرت سید محی الدین محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

راوی رقمطراز ہیں کہ آپ کا اسم گرامی سید محمد قادری عرف قادر پاشاہ صاحب مشہور ہے آپ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری کے دوسرے صاحبزادے تھے اور علم شریعت و طریقت میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ عالم ربانی اور محقق وقت تھے۔

صاحب رسالۂ مکاشفہ تحریر کرتے ہیں کہ جب آپ کی عمر سترہ سال کی ہوئی تو آپکے والد ماجد نے آپکو بیعت اور خرقۂ خلافت سے سرفراز کر کے آپ کو جد امجد کی مسند سجادگی پر متمکن فرمایا پھر خود اپنے فرزند ارجمند کے آگے آداب طریقت مرشدانہ بجالائے آپ نے کامل سترہ سال تک اپنے پدر بزرگوار کی موجودگی میں صندل مالی کی خدمت انجام دی۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ حضرت قادر پاشاہ صاحب قبلہ مادرزاد ولی اور معصوم مزاج تھے آپ نے کبھی عمداً اور قصداً لباس فاخرہ نہیں پہنا اس کے علاوہ جو کچھ میسر ہوتا رہے زیب تن فرماتے آپ کو لباس کندہ پسند خاطر تھا آپ ہمیشہ دائم الوضو رہے بعض اوقات عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرماتے نماز کے بعد اس مقام پر تشریف لے جاتے جہاں اب آپ کی مرقد واقع ہے اور اشراق تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے آپ نے اکثر نماز فجر کے وضو سے نماز عشاء ادا فرمائی تادم واپسیں کسی سے قرض نہ لیا آپ نے اپنے اسباب لابدی کے باعث غیروں کے محتاج نہ تھے ساری عمر میں کبھی فاقہ نہ کیا۔ امور عبادت میں آپ نے وقت مقررہ کی ہمیشہ پابندی فرمائی اور بچپن سے جوانی تک یا جوانی سے رحلت تک

آپ نے کبھی مسکرات کا استعمال نہ کیا جمیع مناہی سے دور رہتے تھے قوت ظاہری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز درس گاہ میں آپ کو شیطانِ رجیم سے کشتی کا اتفاق ہوا دو گھنٹوں تک آپس میں قوت آزمائی ہوتی رہی نہ وہ حضرت پہ غالب آسکا اور نہ حضرت کو اس پہ غلبہ ہوا بالآخر حضرت نے اپنی زبان مبارک سے کلمہ الٰہی ادا فرمایا جسکے ساتھ ہی وہ غائب ہوگیا

راوی مذکور نقل کرتے ہیں کہ آپ کی مزاج میں حلم، تواضع، حجاب اور حیا ایسی تھی کہ آپ نے کبھی اپنا سینہ عریاں نہ کیا۔ اگر اتفاقاً کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو ایسی احتیاط فرماتے کہ سینہ کا ستر عورت نظر نہ آئے آپ صاحب تصرف بھی تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جن ایام میں شاہ ابراہیم صاحب خلیفہ شاہ عبدالقادر لنگ بند امباڑگڈھ عرف رائچور میں سکونت پذیر تھے وہ حیدرآباد تشریف لائے۔ حدّت مزاج قوت ظاہری اور شوکت مشیخت ان کی خصوصیات تھیں ایک روز حضرت قادر پاشاہ صاحب سے ملاقات کے لئے آئے، مصافحہ کرتے وقت قوت سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ دیکھو مجھ میں اتنی قوت ہے حضرت نے پہلی ملاقات ہونے کے باعث جواب میں کچھ نہ کہا بعد کلمہ وکلام انہیں رخصت کر دیا۔ حضرت نے مہمان کی توقیر کے لئے خانقاہ کے زینوں تک پیش قدمی فرمائی۔ مکان مذکور مرتفع سطح پہ تھا اور وہ پلیز انتہائی بلندی پہ تھی نعلین پہنتے وقت شاہ صاحب موصوف کے پاؤں میں لغزش پیدا ہوئی اور قریب تھا کہ وہ نیچے گر پڑیں کہ حضرت نے انہیں فوراً پکڑ کر زینوں پہ کھینچ لیا اور کہا دیکھو فقیر میں بھی کچھ قوت ہے شاہ ابراہیم مسطور نے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور آپکی ولایت کا اقرار کر لیا۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ حضرت اکثر شعر ارشاد فرماتے تھے چنانچہ حضرت کے خط مبارک سے لکھی ہوئی چند غزلیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

غزل

اقلیم دل بزور مسخر نمی شود
ایں فتح جز شکست میسر نمی شود

فکر ہر کس بکار و یار خوش است — در جہاں ہر طرف بہار خوش است
بہر تسخیر عالم دلہا — دعوت عجز و انکسار خوش است

بر رہ فقر گر تواں رفتن   قدم صبر استوار خوش است
گرچہ نزدیک عارفاں ہمہ اوست   لیک کثرت باعتبار خوش است
ہم دریں عمر جانِ عاشق را
عیش و راحت بذکر یار خوش است

غزل دیگر

دِلا در باب رمز راہبر را   خبر شرط آمدہ ہر بے خبر را
چو غنچہ در پئے امید گل باش   بغفلت رو مکن وقتِ سحر را
نظر یکسو بکن در راہِ مقصود   ہمیں معنیست مازاغ البصر را
مرو ہرگز پئے حرص و ہوسہا   حجاب آمد طمع مغز ہنر را
بدل تاثیر دارد قول مسکیں
یقیں ہر راستے دارد اثر را

ولہٗ

خودی از خود بروں کن تا خدا پیدا شود آرے   یقیں بر ظرف خالی را صدا پیدا شود آرے
غبار نفس بر دل ہمچو آہن ہم زنگی دارد   بذکر و فکر صیقل کن صفا پیدا شود آرے
بفکر بیش و کم ہرگز نمی افتند درویشاں   توکل بر خدا کردن غنا پیدا شود آرے
خیال غیر از غیرت بہ بزم دل بسے دور است   ز دید چشم نامحرم حیا پیدا شود آرے
جمالِ حسن مطلق را حجابے کے روا باشد   ولے صد پردہ دار از ما بجا پیدا شود آرے
لطافت موجب فیض فتوح باب دل آمد   کشود غنچہ از بادِ صبا پیدا شود آرے
دمے دریاب نقد خود دریں بازار اے مسکیں
متاع نیک را نیکو بہا پیدا شود آرے

صاحب لطائف قادریہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کی رحلت کا وقت قریب پہونچا تو مرض موت میں مبتلا ہونے سے ایک روز قبل حاضرین سے فرمایا کہ دوستو میری حیاتِ مستعار کے صرف دس روز باقی ہیں لوگوں نے کہا حضرت ایسا نہ فرمائیں نصیب دشمنان ایسا ہو۔ آپ نے فرمایا عنقریب تمہیں معلوم ہوجائیگا القصہ دوسرے روز ۲۹ ذیقعدہ کو آپ حرارت اور اسہال میں مبتلا ہوئے اور فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھ پر سحر کیا ہے میرا وضو بحال نہیں رہتا کہ میں اسکو دفع کرسکوں۔ الغرض آپ کامل دس روز فراش رہے اور بتاریخ ۱۱ ذالحجہ نماز فجر کے بعد آپ اپنی انگلیوں پر کچھ پڑھ کر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لئے اور پھر سبحان اللہ وبحمدہ کا ورد کرنے لگے دوسری دفعہ اس لفظ کی تکرار میں جان بحق تسلیم ہوگئے آپ کی رحلت سنہ ۱۱۷۱ھ میں واقع ہوئی اور آپ کی مزار مبارک اندرون شہر حیدرآباد شاہ محی الدین ثانی کی مزار کے متصل جانب مشرق واقع ہے آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک سیدی و مرشدی حضرت سید شاہ موسیٰ قادری اور دوسرے سیدی شاہ غلام درویش عرف دستگیر صاحب رحمۃ اللہ علیہما۔

مؤلف عاصی عرض پرداز ہے کہ حضرت مرشدی (سید شاہ موسیٰ قادری) فرماتے تھے کہ حضرت نے اپنی رحلت کے دو سال قبل مجھے شرف بیعت سے سرفراز کیا اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضرت قادر پاشاہ صاحب روضۂ حضرت شاہ محی الدین ثانی کی جاروب کشی میں مصروف تھے کہ میں وہاں حاضر ہوا آپ نے فرمایا غلام موسیٰ حجرۂ منورہ کے اندر آؤ جب میں روضہ میں داخل ہوا تو مزار مقدس کی سیدھی جانب بیٹھ گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر رسم بیعت ادا فرمائی اس کے بعد آخری بار جب آپ نے بسنت نگر کا سفر کیا تو مجھے اپنے ہمراہ رکھا اور تعلیم و تلقین کے مراتب طے فرمائے۔

مؤلف عاصی تحریر کرتا ہے کہ حضرت مرشدی فرماتے کہ جس دعا اور ورد کی اجازت حضرت مجھے دیتے خود نہ پڑھتے۔ چنانچہ ایک روز نقش اسم باسط کی اجازت عطا فرمائی جسکا سلسلۂ اجازت ہمارے اجداد عالیہ سے چلا آرہا ہے اور فرمایا کہ غلام موسیٰ اس سریع التاثیر نقش کے اتنے فوائد ہیں جن کی تحریر سے قلم قاصر ہے میں نے اجازت صحیحہ کے ساتھ تمہیں بخشدیا تم روزانہ اسکو لکھتے رہنا اس کے فیوضات اور برکات درج ہیں معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ فقیر آج سے یہ نقش نہیں لکھےگا تم بلاناغہ اس پر عامل رہو۔

الغرض تمام نعماتِ قادریہ آپ نے حضرت مرشدی کو عنایت فرمائے۔ حضرت مرشدی فرماتے تھے

حضرت نے اپنی رحلت کے پندرہ روز پیشتر مجھے اپنا جبہ عنایت فرمایا اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کا معمول تھا کہ آپ خانۂ مبارک میں آویزاں گہوارے میں تشریف فرما ہوتے جب میں شرف پابوسی سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ آپ گہوارۂ مسطور میں جلوس فرما ہیں۔ بعد قدم بوسی دست بستہ باادب تمام کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا غلام موسیٰ رسی پر جو جبہ ہے لے لو جب میں نے حسب الحکم جبہ رسی سے نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا غلام موسیٰ پہن لو۔ حضرت مرشدی کا بیان تھا کہ میں نے پاس ادب سے جرأت نہ کی آپ نے مکرر فرمایا بوقت امر ثانی میں نے جبہ مذکور پہن لیا۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور الفاظ تہنیت زبان مبارک سے ادا فرمائے اور مبارکباد دی۔

حضرت مرشدی یہ بھی فرماتے ہیں کہ بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ حضرت شاہ عبداللطیف ثانی کا عرس مقرر تھا اور میں حاضر تھا حضرت کو شدت کا بخار تھا آپ نے مجھے صندل مالی اور فاتحہ بجالانے کا حکم دیا میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں صندل مالی اور چادر گل مرقد انور پر گذرانا یہی وہ اجازت خاص تھی جو فقیر کو پہونچی۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ شہر حیدرآباد کے مضافات میں تین کروہ کے فاصلہ پر بہادر پورہ موضع واقع ہے وہاں پر چند بیگہ زمین آپ کی زرخرید تھی اور آپ اکثر سیر کے لئے وہاں تشریف لیجاتے اور رہ جاتے تھے ایک روز آپ اس موضع میں رونق افروز تھے معمول کے موافق آپ شب کے آخری پہر میں بیدار ہوئے اور قضاء حاجت کے لئے صحرا کا ارادہ کیا چاندنی رات تھی جب آپ اپنی مزروعہ زمین پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک بچہ کھیت میں کھڑا ہے آپ نے خیال کیا کہ شاید یہ کسی شخص کا بچہ ہے ایک ساعت نہ گذری تھی کہ وہی لڑکا آدمی کے قد کا ہوگیا آپ نے خیال کیا کہ شائد یہ آدمی ہی ہے اور مجھے بچہ کے مانند نظر آیا لیکن ایک ساعت نہ گذری تھی کہ وہی شخص قد میں دو آدمیوں کے برابر بلند و بالا ہوگیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ مجھے اس وقت خوف محسوس ہونے لگا۔ میں کچھ دیر متردد رہا کہ وہ اتنی دیر میں اس قد کا بھی دگنا ہوگیا۔ الغرض دیکھتے ہی دیکھتے وہ تاڑ کے درخت کی مانند ہوگیا اور اس کی شکل نہایت کریہہ ہوگئی اس کا سر گنبد کے قبہ کی مانند تھا اور اسکے دونوں بیضہ بھی اسی طرح بہت بڑے تھے پس وہ بصورت قبیح میری جانب آنے لگا جب وہ فقیر کے نزدیک پہونچا تو حضرت فرماتے تھے کہ مجھے یہ خیال آیا کہ یہ بندہ قادری ہے۔ میں نے اپنے ساتھی سے

جو میرے ہمراہ تھا شمشیر لی اور اس سے ضرب لگائی شمشیر اسکی پنڈلی میں لگی جس سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ لیکن اس نے میری اس ضرب کو خاطر میں نہ لایا اور ایک قدم اور آگے بڑھا۔ فقیر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر ایک ضرب لگائی اور پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ایک قدم اور آگے بڑھا۔ اسی طرح وہ ایک ایک قدم آگے بڑھتا اور فقیر اسکے قدموں پر تیغ سے ضرب لگاتے ہوئے پیچھے ہٹتا میں اسی طرح تقریباً دو سو قدم پیچھے ہٹ گیا اور ہر قدم پر اسکو ضرب لگاتا رہا اور ہر ضرب پر اس کا خون بہتا رہا اسی طرح وہاں سے میں اپنی اقامت گاہ تک پہونچ گیا اور میری پیٹھ مسجد کے چبوترہ کو لگ گئی جب پیچھے ہٹنے جگہ باقی نہ رہی تو میرے دل میں خوف جاگزیں ہوگیا۔ اب میں نے دل سے حضرت شاہ محی الدین ثانی کی جانب میں استعانت کی اور اپنے پیچھے نظر ڈالی۔ دیکھا کہ حضرت محی الدین ثانی میری پشت پر موجود ہیں اور اپنا دست مبارک میری پیٹھ پر رکھ کر فرمارہے ہیں کہ قادری خوف نہ کرو فقیر حاضر ہے اس سے مجھے اسکا خوف ختم ہوا اور حضرت کی جانب متوجہ ہوکر بعد حصول سعادت قدم بوسی میں نے کچھ عرض بھی نہ کیا تھا کہ حضرت کی تصویر میری آنکھوں سے غائب ہوگئی اور وہ آسیب بھی ناپید ہوگیا۔ القصہ جب صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت آپکا تمام جبہ مبارک تازہ خون میں بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر جاکر دیکھو کہ کیا حال ہے۔ جب لوگ وہاں گئے تو دیکھا زمین کے تمام گڑھے خون سے بھرے ہوئے ہیں اور بہت بڑے نقش قدم ہیں جن میں دو گز سے زائد کا فاصلہ تھا اس حال کے مشاہدہ سے سب نے آپکے صدق حال پر اقرار کیا

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

واقف رمز خدا کاشف سر صمد نیر برج اسد سیدنا سید محی الدین احمد

آپ کا عرف شریف محی الدین بادشاہ صاحب تھا اور آپ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری کے بڑے صاحبزادے اور جانشین تھے تمام علوم ظاہری و باطنی آپ نے اپنے والد ماجد

سے حاصل کئے۔ الغرض آپ مقتدائے وقت تھے رسالہ الہام حق نما آپ کی تصنیف ہے جس میں آپکی قوت تحریر مراتب عروج و نزول میں جلوہ فرما ہے۔ مطالعہ سے اسکی حقیقت معلوم کی جاسکتی ہے۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ آپ کی مزاج میں جود و سخا، ہمت اور غنا بدرجہ کمال تھی۔ اکثر امراء اور اہل دول مثلاً عبد الوہاب خاں نصیر الدولہ فرزند نواب انور الدین خاں مرحوم۔ اور قادری خاں دکھنی وغیرھما آپ کے مرید تھے۔ نواب نظام الدولہ مغفور بھی آپ کے طالب اور معتقد تھے آپ کے اخراجات روزمرہ بہت تھے اور روز آنہ ایک کثیر رقم خرچ ہوتی تھی لیکن اپنے خدام کے علاوہ کسی سے کچھ قبول نہ فرماتے۔ جیسا کہ

صاحب انوار الاخیار اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ حضرت محی الدین بادشاہ صاحب کو از حد استغنا تھا چنانچہ ایک روز آپ حضرت شاہ فتاح صاحب قبلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے جو ان ایام میں کڑپہ کی جانب سے آئے ہوئے تھے حضرت قبلہ نے اپنی عادت کے بموجب پانچ اشرفی ایک شال ایک شیشہ گلاب تحفتاً پیش کیا اور ایک بڑا آئینہ اور وہ علاوہ سیلے خوان میں رکھ کر بطریق تواضع پیش فرمایا۔ حضرت محی الدین بادشاہ نے غور کیا اور یہ تحفہ قبول نہ کیا آپ نے فرمایا درویش کے لئے زیبا نہیں کہ وہ کسی درویش سے کچھ متاع دنیوی قبول کرے۔

راوی مذکور کا کہنا ہے کہ آپ کے اسی قسم کے لاتعداد کلمات طیبات ہیں ان کے منجملہ تبرکاً یہاں کچھ نقل کئے جاتے ہیں۔ حضرت رسالہ الہام حق نما میں فرماتے ہیں۔

روزے ایں درویش خیر اندیش در خانقاہ حضرت خویش نشستہ بود کہ باقتضا صفا بین المغرب والعشا خاطر برآں آمد کہ کلام مخبر صادق علیہ السلام کہ الطریق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق واقعت بانفس خویش ہمدایں فکر جستجو بودم تا آنکہ از نفس جستہ بودم کہ دریں ضمن حالتے دست داد کہ از الہام غیبی ندائے بے صدا و لاریب در

ایک دن یہ درویش خیر اندیش اپنے والد ماجد کی خانقاہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ باقتضار صفا مغرب اور عشا کے درمیان یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ الطریق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق اللہ کی جانب راستوں کی تعداد انفاس خلائق کی تعداد کے مواقف ہے میں اسی فکر اور جستجو میں تھا کہ اس ضمن میں ایسی حالت طاری ہوئی کہ غیبی الہام

گوش دل درداد ند که این خبر اشارت بجام جم مینماید یعنی وجه مجمل وجه مفصل دارد چوں این بنده از نعمت انجام لطیف متلذذ گشت که مذاق آں خارج از بیان بود پس بزبانِ دل و جاں شکر و سپاس عطیه جام حق نما بجا آورد باز خاطر بریں آمد که ایں عطیه لطف مخصوص بمن است تا بکساں دیگر ہم نصیب خواهد نه فهم بے وهم را چناں مبهم ساخته که اجازت باهل ارادت خویش است و از غیر غیرت در پیش بنابر امر جلیل القدر دعا گو میخواهد که من وجه از اجمال آں و من وجه از تفصیلش بقدر ضرورت به بیان آرد که مریدان خاندان از ارشاد سلوک قادریه عالیه بهره مند گردد یعنی بدلیل حدیث نبوی علیه السلام که حضرت پیر این فقیر یازده طریق مقرر ساخته اند و وجه احسن بنده را مجملاً و مفصلاً روشن نموده اند اظهار آں نمود الحمد لله والمنه

اے عزیز وافر التمیز بدانکه طریق این راه بدیں طور است یعنی لفظ انفاس پنج حروف دارد الف متحرکه و نون ساکن و فاء فوقانیه و الف ساکن و سین معجمه در اصطلاحات صوفیه الف متحرکه را الف مفرد گویند و الف ساکن را الف مرکب نامند و در تعداد ابجدی الف مرکب محسوب می گردد بخلاف الف مفرد و نزدیک صوفیاں الف مفرد حرکت و سکون قبول نمی کند

سے ایک ندائے بے صدا میرے گوش دل میں آئی کہ یہ خبر جام جم کی مانند ہے اور یہ وجہ مجمل وجہ مفصل پر مشتمل ہے جب یہ بندہ اس جام لطیف کی حلاوت سے محظوظ ہوا تو ایسا لطف آیا جو بیان سے باہر ہے لہذا میں نے زبان دل وجان سے اس عطیہ جام حق نما کا شکر و سپاس بجا لایا پھر یہ خیال گذرا کہ یہ عطیہ لطف صرف میری ذات تک محدود ہے اس سے دوسرے لوگوں کو بھی لطف اندوز ہونے کا موقع ملنا چاہیئے اس کا ادراک فہم ایسا مبہم ہے کہ صرف اپنے اہل ارادت کو ہی انکی اجازت ہے اور اغیار کے لئے اس امر جلیل القدر کا سمجھنا محال ہے۔ دعا گو چاہتا ہے کہ اجمالی طور پر اور کچھ تفصیلی بھی بقدر ضرورت بیان کرے کہ اس خاندان کے ارادت مند سلوک قادریہ عالیہ سے مستفیض ہوں۔ یعنی حدیث نبوی علیہ السلام کے موجب اس فقیر کے پیر دستگیر نے گیارہ طریقے مقرر فرمائے ہیں اور اس غلام کو اسکے اجمال اور تفصیل سے بھی آگاہ فرمائے ہیں جسکا اظہار کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ والمنۃ

اے عزیز وافر التمیز یہ گیارہ طریقہ حسب ذیل ہیں یعنی لفظ انفاس کے پانچ حروف ہیں۔ الف متحرکہ نون ساکن۔ فاء فوقانیہ الف ساکن اور سین معجمہ۔ اصطلاحات صوفیہ میں الف متحرکہ کو الف مفرد کہتے ہیں۔ اور الف ساکن کو الف

وتعداد درنیاید واہل تحقیق الف مفرد را الف احدی میگویند چوں از روئے اعداد ابجدی از نون وسین یکصد وده محسوس می شوند والف مرکب یک وقتیکہ یک ذرہ درآمده گشت بصورت انواز ده برآمد ویک الف دیگر از حد فاصل اند پس از آن فقط شکل یازده جلوه گر شد فنفہم فتعرف فلا تجہل۔

مرکب محسوب ہوتا ہے برخلاف الف مفرد کے اور صوفیوں کے نزدیک الف مفرد حرکت اور سکون کو قبول نہیں کرتا اسلئے اس کا شمار نہیں ہوتا اور محققین الف مفرد کو الف احدی کہتے ہیں چونکہ ابجد کے حساب سے نون اور سین کے (۱۱۰) ہندسے محسوب ہوتے ہیں اور الف مرکب کا ایک جب ایک نو سے مل جاتا ہے تو دس ہو جاتا ہے اور اس دس میں بھی الف کا وجود باقی رہتا ہے اور دوسرا الف اس سے حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اس طرح گیارہ کی شکل نمودار ہوتی ہے۔ فنفہم فتعرف فلا تجہل۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

فارسی

یار ہر کس ہیداند چہ از عوام وچہ از خواص کہ عدد یازده تعداد قادریست۔ ہر بندهٔ قادری ہر چیز کہ میخواہد ویا چیزی نیاز نماید باذات بالخیرات یا با عبادات یا با لوظائف بشمار یازده بجا می آرند چنانچہ یازده جامع جمیع مراتب اعداد آمد از روئے حصول مقصد مراد۔

ترجمہ

تمام عوام اور خواص اس امر سے واقف ہیں کہ گیارہ کا عدد تعداد قادری ہے۔ سلسلہ قادری سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہیئے کہ جو ورد کرے یا نیاز کرے تو عدد گیارہ کا خیال رکھے خواہ وہ صرف گیارہ احاد ہوں یا ایکسو گیارہ ہوں یا گیارہ سو ہوں یا گیارہ ہزار ہوں علی ذالک کیونکہ یہ گیارہ کا ہندسہ حصول مقصد اور مراد کی رو سے جامع مراتب ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

فارسی

خصوصیت ایں تعداد بجانب قادریہ عالیہ

ترجمہ

اس تعداد کی خصوصیت سلسلۂ قادریہ عالیہ میں

بنا بر لطیفۂ ذاتیہ است کہ در ہر شئے مضمر است بحساب ابجد اظہر یعنی حق عز و جل ہموں لطیفہ را بنفس انسان وابستہ و مورد تجلیات خود ساختہ الانسان سرّی و انا سرّہ مژدہ دادہ لہذا انفس و ہُو از روئے یک حقیقی بصورت حساب ابجد یک صور ظاہر آید کہ یازدہ عدد باشد الف مفرد کہ اہل طریقت او را الف احدی میگویند از محض مشیر است و مشار الیہ او اسم ذات است کہ اللہ باشد فثبت الطریق الی اللہ احد عشر سبیلا۔

لطیفۂ ذات کی بنا پر ہے کیونکہ ہر شئے میں مضمر ہے حروف ابجد کے اعتبار سے حق عز و جل نے اس لطیفہ کو نفس انسانی سے وابستہ کر دیا اور اپنی تجلیات کا مورد بنایا الانسان سرّی و انا سرّہ کا مژدہ دیا لہذا انفس اور ہُو حساب ابجد کے اعتبار سے ایک حقیقی صورت سے متشکل ہوئے جو احسن ہے اور یہ شکل عدد گیارہ کی ہے۔ الف مفرد جسکو اہل طریقت الف احدی کہتے ہیں وہ محض اشارہ کنندہ ہے اور اس کا مشار الیہ اسم ذات ہے جس سے اللہ مراد ہے فثبت الطریق الی اللہ احد عشر سبیلا یعنی اس سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کی جانب گیارہ طریقے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

فارسی

اے یار از زمانہ نبوت الی زماننا جمیع کاملان و عارفان و واصلان چہ از افراد و اقطاب و اغیاث و نقبا و نجبا و بدلا و اخیار و اوتاد کہ باقسام ولایت مستند وسوئے مقصد خود بے پردہ اند یکے ازیں یازدہ طریق عروج اختیار کردہ از خود رفتہ اند و بذات حق پیوستہ اند و آں ایں است اول سبیلات خمسہ گویند و آں راہ شریعت طریقت و حقیقت و معرفت و توحید است

ترجمہ

اے دوست۔ زمانِ نبوت سے ہمارے زمانہ تک تمام کاملین، عرفا، واصلین یہاں تک افراد، اقطاب، اغیاث، نقبا، نجبا، ابدال اخیار اور اوتاد جو ولایت کے مختلف اقسام ہیں اور اپنے مقصود کی جانب بے پردہ ہیں ان میں گیارہ طریقۂ عروج میں سے کسی طریقہ کو اختیار کرے از خود فانی اور ذات حق سے پیوستہ ہوگئے اور وہ حسب ذیل ہیں۔ طریقہ اول کو سبیلات خمسہ کہا جاتا ہے اور وہ راہِ شریعت

دوم را وجودات خمسہ گویند و آں لازم الوجود و ممکن الوجود، ممتنع الوجود و عارف الوجود بعض واحد الوجود و واجب الوجود است۔ سیوم را نفوسات خمسہ گویند و آں نفس امّارہ و لوّامہ و ملہمہ و مطمئنہ و رحمانی است۔ چہارم را قلوب خمسہ گویند و آں قلب مضغہ و منیب و سلیم و شہید و حقیقی است۔ پنجم را توحید خمسہ گویند و آں توحید اقوامی و افعالی و احوالی و ذاتی و فنافی الذاتی است۔ ششم را عقولات خمسہ گویند و آں عقل قیاس و وہم و گمان و فہم و عقل کل است۔ ہفتم را اذکارات خمسہ گویند و آں ذکر جلی و قلبی و روحی و سری و خفی است۔ ہشتم را محلات خمسہ گویند و و آں محل ہوا و صفا و مکاں و لامکاں و وراء الورا است۔ نہم را منازلات خمسہ گویند و آں منزل ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت و ہاہوت است۔ دہم را شہودات خمسہ گویند و آں شہادت مبدا، و وحدا و عمدا و شہدا و محوان محو است۔ یازدہم را مراتبات خمسہ گویند و آں مرتبہ نفس و دل و روح و نور و سر است۔

راہِ طریقت، راہِ حقیقت، راہ معرفت اور راہ توحید ہے۔ طریقہ دوم کو وجوداتِ خمسہ کہا جاتا ہے اور وہ لازم الوجود، ممکن الوجود، ممتنع الوجود، عارف الوجود، واحد الوجود اور واجب الوجود ہیں۔ تیسرے طریقہ کو نفوسات خمسہ کہتے ہیں اور یہ نفس امّارہ، نفس لوّامہ، نفس ملہمہ، نفس مطمئنہ اور نفس رحمانی ہے۔ طریقہ چہارم قلوب خمسہ ہے اور یہ قلب مضغہ، قلب منیب، قلب سلیم، قلب شہید اور قلب حقیقی ہے۔ طریقہ پنجم توحیدات خمسہ ہے جو توحید اقوالی، افعالی، توحید احوالی، توحید ذاتی اور توحید فنافی الذاتی پر مشتمل ہے۔ طریقہ ششم کو عقولات خمسہ کہتے ہیں اور یہ عقل، قیاس، وہم، گمان، فہم اور عقل کل پر منحصر ہے۔ ساتویں طریقہ کو اذکارات خمسہ کہتے ہیں جو ذکر جلی، ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سرّی اور ذکر خفی پر مشتمل ہے۔ طریقہ ہشتم محلات خمسہ ہے جو محل ہوا، محل صفا، محل مکاں، لامکاں اور وراء الورا پر مبنی ہے۔ طریقہ نہم منازلات خمسہ ہے یعنی منزل ناسوت، منزل ملکوت، منزل جبروت، منزل لاہوت اور منزل ہاہوت۔ دسواں طریقہ شہودات خمسہ پر مشتمل ہے یعنی شہادت مبدا، شہادت وحدا، شہادت عمدا، شہادت شہدا اور محوان محو پر مشتمل ہے۔ طریقہ یازدہم خمسہ یعنی مرتبہ نفس، مرتبہ دل، مرتبہ روح، مرتبہ نور اور مرتبہ سر پر مشتمل ہے۔ —

ایک مقام پر یہ بھی ارشاد ہوتا ہے :۔

فارسی

اے سالک راہ بالفعل دعاگو اجمال آں طریق یازدہ را تفصیل مینماید وگونہ درمیان می آرد بگوش جاں شنو یعنی راہ شریعت لازمہ توحید اقوامی است و شریعت عبارت از متابعت حضرت رسالت علیہ السلام است باقوال و افعال از جوارح در صوم و صلوات و حج و زکوات وغیرہ یعنی سالک شریعت را باید کہ خود را در مجاہدہ اندازد تا مراقبہ شریعت دست دہد و آں عبارت است کہ از جوارح متوجہ تمام با حق سبحانہ باشد صاحب ایں عمل را عالم شریعت گویند و راہِ طریقت لازمہ توحید افعالی است و طریقت عبارت از جمیع عبادات قلبی آنحضرت علیہ السلام است چہ از صوم و صلوات بود سالک طریقت را باید کہ خود را محاسبہ اندازد و ہر خطرۂ غیر کہ در دل آید آں را نفی سازد تا مراقبۂ طریقت بدست دہد و آں عبارت است از دل سالک کہ دوام ذاکر باشد۔

ترجمہ

اے سالک راہ بالفعل دعاگو ان گیارہ طریقوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے دل سے سنو۔ یعنی راہ شریعت کے لئے توحید اقوامی لازم ہے اور شریعت سے مراد حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کی متابعت ہے خواہ اقوال و افعال سے ہو خواہ اعضاء و جوارح سے جیسے روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ وغیرہ میں یعنی سالک شریعت کو چاہئے کہ وہ مجاہدہ میں مشغول رہے تاکہ مراقبۂ شریعت حاصل ہو جس سے اپنے تمام اعضاء سے مشغول بحق ہونا مراد ہے اس عمل پر کاربند ہونے والے کو عالم شریعت کہتے ہیں اور راہِ طریقت توحید افعالی کے لئے لازمہ ہے اور طریقت سے مراد آنحضرت علیہ السلام کی تمام قلبی عبادتیں ہیں مثلاً صوم و صلوٰۃ سالک طریقت کو چاہئے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے اور تمام خطرات غیر کی نفی کرے تاکہ اسے مراقبہ طریقت ہاتھ آئے جس سے سالک کے دل کا دواماً ذاکر ہونا مراد ہے۔

مؤلف عاصی کہتا ہے کہ اوپر جو ارشادات مثالاً درج کئے گئے ہیں ان سے حضرت کی ذات اقدس سے متعلق اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے اس کی تفصیل جام حق نما میں مرقوم ہے اگر وہ تمام کا تمام یہاں نقل کیا جائے تو باعث طوالت ہوگا اسی لئے ترک کیا جاتا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک عزیز نے ہمارے حضرت (یعنی شاہ درویش محی الدین قادری) سے سبیلات کے متعلق سوال کیا حضرت نے جواب دیا کہ سبیل اربعہ کے دراصل دو رخ ہیں ایک شریعت اور دوسرے حقیقت اور ان دونوں کا باطن ہوتا ہے چنانچہ طریقت باطن شریعت ہے اور معرفت باطنی حقیقت ہے۔ شریعت کا حاصل یہ ہے کہ خود کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا جائے اور حقیقت کا نتیجہ خود کو با حق ثابت کرنا ہے یہی معرفت ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے معرفت سے مراد کمال عجز و انکساری سے نیستی میں عبودیت ہستی بجا لانا ہے اس مرتبۂ عبودیت میں جمال تعالیٰ کا نظارہ شایان شان ہونا چاہیئے کیونکہ اگر عبودیت صرف خدا کی پہچان کے لئے ہو تو وہ کس کام کی۔

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ آپ کبھو کبھی اشعار بھی موزوں فرماتے تھے۔ چنانچہ چند اشعار جو حضرت کی طبع زد ہیں یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؎

غزل

گنج اسرارِ خدا در خویش است　　طلعت او بقا در خویش است
چشم بکشا و بہ بیں جلوہ آں　　شاہد مہر لقا در خویش است
در رہِ عشق گر تواں رفتن　　بوالعجب راہ نما در خویش است
عاجزا عیش فنا را چہ کنی
بہ ازیں راحت ما در خویش است

رُباعی

ذاتِ مطلق گشتہ پنہاں در حجابِ آدمی　　جلوئے صد گونہ دارد در نقابِ آدمی
گرچہ این منقوش اکواں از کمال صانع است　　زاں ہمہ صنعت گری ہا انتخاب آدمی

غزل

شاہ درویش دلبری دارد　　در ہمہ راہِ رہبری دارد
طرفہ قانونِ دولتِ درویش　　ہر کہ باید سکندری دارد
مظہرِ خاصِ جلوہ اش دائم　　بوالعجب مہر پروری دارد
گر مصفاست دل چو آئینہ　　بنگرش مہر انوری دارد
ہر منجم کہ دید عاجز را
گفت طالع چہ مشتری دارد

غزل

کیمیا ہست صحبتِ درویش　　مصدرِ گنج خدمتِ درویش
چشمۂ فیض او چو آبِ حیات　　طالباں راست شربتِ درویش
حاصل آید غنائے ہر دو جہاں　　از عنایاتِ دولتِ درویش
رخِ زیبا مقابلِ دلِ ماست　　رویتِ اللہ رویتِ درویش
بخت عاجز چہ قدر گشتہ بلند
سینۂ اوست صورتِ درویش

غزل

کج کلاہی ادائے درویش است　　جلوہ آرا بقائے درویش است
چونکہ ما ینطق عن الہوی　　صوتِ حق در صدائے درویش است
بوالعجب دولتیست ہر دو جہاں　　فاتبع اللہ ادائے درویش است
برقرار او بہ پیشتِ ہر دو جہاں　　رہبر و رہنمائے درویش است

پیش عاجز نماند ہیچ گرہ
عقدہ مشکل کشائے درویش است

غزل[1]

پیر شہ را پیشوا داریم ما   دل بسوئے پیر شہ داریم ما
مرجع اہل دل آمد درگہش   شکر حق جائے صفا داریم ما
امن بخشی پیشہ و کار تو شد   بہر این بس التجا داریم ما
از ازل چشم دل ما سوخت   خاکپاید طوطیا داریم ما
بس نظر داریم بر الطاف تو   گر ز سر تا پا خطا داریم ما
دستگیری کن مرا اے دستگیر   دست تو دست خدا داریم ما
از طفیلت گر کند حق جلوہ   مسند دل را جلا داریم ما
بر امید مقصد خود سائلم
شیوہ عاجز گدا داریم ما

غزل

یک نفس در بزم جاں اے شاہ درویشاں بیا   چوں نسیم صبح دم در گلستاں خنداں بیا
از لبت تاثیرِ فیضِ عیسوی بسرتیہ ہاست   مردہ دل را زندہ کن اے چشمۂ حیواں بیا
افگند گر پرتوے از جلوہ ہائے روئے تو   جوششِ یعقوب گوید یوسف کنعاں بیا
مستیٔ چشم تو ہمچوں بادہ مدہوشی دہد   ساغرِ دل منتظر اے ساقی مستاں بیا

---

[1] آپ کی یہ غزل حضرت سید شاہ پیر شاہ محی الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شبیہ مبارک کے گرد اگرد تحریر کی گئی ہے جسکا ذکر حضرت غلام علی شاہ قادری نے مشکوٰۃ میں کیا ہے اور جو آج بھی مترجم کے پاس محفوظ ہے۔

آں خوشا روزے کہ رویت در دل عاجز بود
بے تکلف از کرم اے شاہ درویشاں بیا

یہ بھی آپ ہی کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

ما گدایانیم مارا حاجت قالیچہ نیست
خاک را بہتر ز فرشِ عرش میدانیم ما

الغرض آپ صاحب تصرف اور روشن ضمیر تھے چنانچہ احمد خان عرف ہستی پٹھان جو آپ کے دوستوں سے تھے کہتے ہیں کہ مجھے سنِ شعور سے طلب الٰہی دامن گیر تھی اسی بنا پر میں کبھی اہل دل اور ولی خدا کی تلاش میں اجمیر سے دہلی آیا اور وہاں سے ملک دکن پہونچا میں جہاں کہیں گیا اسی تجسس میں رہا۔ جب حیدرآباد آیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ مجھے دست بیعت سے سرفراز کر رہے ہیں اور کچھ ارشاد فرما رہے ہیں جو صوفیہ سالک مبتدی سے کہتے ہیں جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرے دل میں آیا کہ شاید پانے کا وقت آگیا ہے۔ اس بزرگ کی صورت میرے تصور میں حاضر تھی میں ہر کسی سے اس شکل و شباہت کے متعلق پوچھتا رہا اتفاقاً میرا گذر سقایہ میں ہوا میں نے وہاں کے تزئین کار سے آپکی شکل و شمائل بیان کئے تو اس نے بے ساختہ کہا کہ یہ میرے مرشد ہیں جن کے متعلق تم کہہ رہے ہو۔ الغرض احمد خاں مذکور اس تزئین کار کے ساتھ جو آپ کا مرید تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے احمد خاں کا بیان تھا کہ جب میری نظر حضرت کے جمال پر پڑی تو وہی ذات ستودہ صفات نظر آئی جو میرے رویائے صادقہ میں آئی تھی۔ پس میں حضرت مرشدی کے قدموں پہ گر پڑا حضرت نے تبسم فرما کر مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور جیسا کہ خواب میں دست بیعت دیا تھا اسی طرح حجرۂ خاص میں لے جا کر بیعت عنایت فرمائی جب میں حجرۂ مذکور میں داخل ہوا تو دیکھا کہ یہ وہی حجرہ ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا الغرض رسم بیعت کے بعد آپ نے میرے کان میں کلمات ارشاد فرمائے جو آپ اس سے قبل خواب میں تلقین فرما چکے تھے۔

مولف عاصی کہتا ہے کہ حضرت کے تمام مریدوں کے منجملہ خان موصوف عارفِ حق شناس اور

صاحب انفاس تھے آپ کا ذکر قلبی دواماً خواب اور بیداری کی حالت میں بلا ارادہ جاری رہتا تھا۔ ارادت اور پیر پرستی میں آپکی نظیر نہ تھی۔ حضرت محی الدین بادشاہ صاحب کی وفات ۱۱۸۷ھ میں بتاریخ ۲؍ صفر المظفر واقع ہوئی آپ کا قبر پر انوار شہر حیدر آباد مکہ مسجد کے روبرو واقع ہے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

سر عشق را جامہ، معنی حسن را باعث، سید عبد اللطیف ثالث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب شریف پیراں صاحب تھا اور آپ حضرت شاہ درویش محی الدین قادریؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے تمام کمالات صوری و معنوی کے جامع اور حسن و جمال اور علم و اخلاق میں بے نظیر تھے ۔

چنانچہ صاحب لطائف قادریہ رقمطراز ہیں کہ شہر حیدر آباد میں مستعد پورہ اور کاروان کے لوگ آپ کے حسن کو یوسف کنعان سے نسبت دیتے اور کہتے تھے کہ آپ یوسف کاروان ہیں راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت مذکور کو بمصداق آیت مودت قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اہل بیت طاہرین سے کمال غلو محبت اور مودت تھی اکثر گفتگو میں خود کو نبیرۂ قادری حیدری کہتے ۔ مناقب اصحاب خصوصاً صحابہ کبار کے مناقب با ادب تمام بیان کرتے ۔ مذہب سنت الجماعت کے اظہار کی بنا پر تمام مومنین سے لفظ حضرت سے مخاطب ہوتے ۔

صاحب لطائف قادریہ کا یہ بھی قول ہے کہ آپ کو آپ کے عم بزرگوار سید شاہ محمد مدنی کلاں نے لاولدی کے باعث اپنی فرزندی میں لیا تھا۔ غرضکہ آپ نے سلوک طریقت اپنے والد ماجد اور عم محترم کی خدمت میں تمام کیا جب آپ کے عم بزرگوار کی اس جہان فانی سے رحلت ہوئی تو اس وقت آپ کے والد ماجد بقید حیات تھے حضرت شاہ درویش محی الدین قادری بنفس نفیس شہر دار الظفر بیجاپور میں رونق افروز ہوئے اور اپنے اس فرزند کو مشائخین کی مجلس میں وہاں اپنے برادر کی مسند خلافت

پہ متمکن کیا اور خود اپنی نعمتیں بھی سرفراز فرمائیں۔ الغرض حضرت شاہ عبداللطیف کی ذات جامع اور برزخ بحرین تھی جس سے دریائے فیض قادریہ و شطاریہ مراد ہے حاصل کلام یہ کہ آپ کا رشد و ہدایت عام تھا اور ایک عالم نے آپ کی خدمت سے بہرہ مند ہو کر معرفت الٰہی حاصل کی اور نقطہ سواد اعظم سے آشنا ہوئے خصوصاً شاہ شہاب الدین عارف حق نما حضرت کے ایسے جلیل القدر خلیفہ تھے کہ اورنگ آباد کے اکثر لوگوں نے شاہ موصوف سے بھی فیض عرفان پایا ان کے علاوہ دیگر خلفا بھی تھے جو ایک دوسرے پہ معرفت نقطۂ وجودیہ میں فوقیت رکھتے تھے آپ کے ایک صاحبزادے حضرت عموی سیدنا سید محمد مدنی دام ظلہٗ ہیں جنہوں نے اپنے والد ماجد کے مقام کو رونق تمام بخشی اللھم سلم ودام برکاتہ آپ کی وفات سنہ ۱۱۸۹ھ میں بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی واقع ہوئی قبر شریف آپ کے پدر بزرگوار کے روضہ میں اندرون حجرہ منورہ زیارتگاہ خلق ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عارف سر صمد واقف کنہ ابد قبلہ ابرار حضرت سید شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام سید میراں حسین ثانی عرف شاہ میاں صاحب بن شاہ محمد کلاں بن شاہ یداللہ عرف پیر بادشاہ صاحب بن شاہ اسد اللہ بن حضرت سید میراں حسین الحموی ہے جن کا ذکر مشکوٰۃ سابق میں گذر چکا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کو نسبت برادرزادگی کے علاوہ آپ کے عم محترم شاہ حضرت صاحب قادری سے ارادت اور خلافت بھی تھی۔ پیر پرستی میں آپ کو کمال تھا دنیوی اور ظاہری نسبت کو ذہن میں نہ لاتے اور دیگر مریدوں کی مانند اپنے شیخ کی خدمت کرتے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے والد بزرگوار سے اجازت مریدی حاصل تھی آپ بزرگی سے موصوف تھے اور صاحب تقویٰ طہارت و ریاضت تھے اوراد و وظائف کا بکثرت ورد فرماتے آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے تک مصلّے پہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے راوی مذکور

کا بیان ہے کہ حضرت شاہ درویش محی الدین قادری کی دختر آپ سے منسوب تھیں۔ جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اسکی نہایت دلجوئی فرماتے۔ علم اور اخلاق بدرجہ اتم رکھتے تھے

مؤلف عاصی عرض کرتا ہے کہ آپ معصوم مزاج تھے جب علماء کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ان سے عالمانہ کلام فرماتے اور جب بچوں میں تشریف لے جاتے تو ان کے موافق گفتگو فرماتے۔ اور ان کا پاس و خاطر داری کرتے ان سے کچھ مسائل بھی بیان فرماتے۔ آپ کی زبان مبارک میں قدرے لکنت تھی جو آپ کو زیب دیتی تھی اس عاصی کو بھی ایام طفولیت سے سن شعور تک اکثر آپکی صحبت میسر ہوئی مجھے سب سے قبل آپ ہی سے ایک مجلس میں شغل عروۃ المختار کی اجازت حاصل ہوئی اس کے علاوہ دیگر کئی اوراد کی بھی اجازت مجھے حضرت مذکور سے ملی الغرض آپ اخلاق محمدی کے ایسے جامع تھے کہ ساری عمر میں کبھی آپ کو کسی نے غضب آلودہ نہ پایا۔ آپ کی گزر بسر توکل محض پر تھی لیکن آپ کبھی غیروں کے محتاج نہ رہے اور کسی سے کوئی چیز ضرورتاً طلب نہ کی بلکہ عمال وغیرہ کو بوقت احتیاج خود بہت کچھ عنایت فرماتے تھے آپ کی مزاج شریف میں طہارت اور نفاست بدرجہ کمال تھی چنانچہ آپ کبھی بے وضو نہ رہے اور جب وضو کی طاقت نہ رہی تو اپنے مرشد کے روضہ کے پائیں سے مٹی طلب کرکے اس پر تیمم فرماتے۔ مرض الموت میں ہمیشہ تازہ تازہ لباس گاہے گاہے تبدیل فرماتے اور جب اس عالم فانی سے کوچ بہ خواست ہوگئی تو آپ نے اشارات سے اپنے مرشد کی تصویر طلب فرمائی جب تصویر مذکور آپ کے سامنے آئی تو آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا کبھی اسے دیکھتے کبھی بوسہ دیتے اور کبھی سر پر رکھ لیتے حاضرین نے دریافت کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے آپ نے فرمایا کہ دوستو یہ ہمارے مرشد کی صورت کا نقش ہے جو میری آنکھوں میں موجود ہے اسکے بعد آپ نے علم حقائق کے کچھ غوامض بیان فرمائے یہاں تک کہ دم واپسیں آپہونچا آپ یکایک از خود اٹھے اور تازہ وضو فرمالیا اور تین بار یا علی یا علی یا علی کی تکرار کی تیسری دفعہ جب یا علی کا تلفظ ادا فرمایا تو جان بحق علی العظیم تسلیم ہوگئے۔

آپکی وفات سنہ ۱۲۰۱ میں بتاریخ ۴ محرم الحرام واقع ہوئی آپ لاولد تھے قبر شریف آپکے اجداد کے روضہ میں بیرون شہر حیدرآباد قلعہ گولکنڈہ سے متصل تالاب لنگر حوض پر واقع ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت رحلت پذیر ہوئے تو آپکے چہرہ انور سے پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ میت ہے دہان شریف پر تبسم نمایاں تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا گویا آپ کی انگلیاں تسبیح گردانی میں مصروف ہوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ باقدرت، شاہ باشوکت، سیدنا عبدالقادر عمر شاہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شاہ محمد صاحب کے بھائی تھے اور حضرت مذکور سے عمر میں چار سال چھوٹے تھے سید انواراللہ اپنی تالیف میں فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے حیدرآباد کے مضافات میں واقع علاقہ سیکاکول میں اپنے والد بزرگوار کے مقبرہ کے باعث سکونت اختیار کی تھی جب قصبۂ مذکور فرنگیوں کے تصرف میں آگیا تو آپ نے اس وقت وہاں اپنا رہنا مناسب نہ سمجھا اور حیدرآباد تشریف لائے اور بارہ سال تک بقید حیات رہے کے بعد ۱۱۸۵ھ میں بتاریخ ۱۶ محرم الحرام اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ آپ صاحب خلق صاحب تقویٰ اور بزرگی سے موصوف تھے شاہ حضرت صاحب اپنے چچا کے چچا کے مرید تھے اور آپ کو آپ کے والد بزرگوار سے بھی اجازت مریدی اور خلافت حاصل تھی اس نواح کے اکثر لوگ آپکی خدمت میں ارادت رکھتے تھے۔ راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ سات سال کی عمر میں آپ نے بلا اجازت ایک شخص کو مرید کیا۔ جب اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا میں نے خواب میں آپ کو جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں دیکھا تھا اسی بنا پر میں نے دست بیعت دیا اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا الغرض آپ کے کمالات کا اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب آپ ہمکنار اجل ہوئے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے' آپ نے فرمایا تجلیات کے ورود کا وقت ہے جسکے وارد ہونے سے تشنۂ دیدار کے لئے لقا کا سامان مہیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ مرض استسقا میں مبتلا تھے جب آخری وقت قریب تر ہو چکا تو آپ کے لب سوکھ گئے حاضرین نے عرض کیا کہ تھوڑا ٹھنڈا پانی نوش فرمالیجئے فرمایا کہ فرزند رسول علیہ السلام اس جہان سے تشنہ گئے ہم لوگوں کو نہیں چاہیئے کہ اس حالت میں پانی نوش کریں۔ الغرض آپ تشنہ ہی عالم بقا کی جانب رحلت کر گئے آپکی قبر آپ کے اجداد کے روضہ میں متصل قلعہ واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ممدوح مدح مجید موصوف بصفات صمد زبدۂ اہل دین سید محی الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف معروف محی الدین یا ؔشاہ صاحب تھا آپ سید عبد القادر ثانی الملقب شاہ حضرت صاحب کے صاحبزادۂ کلاں اور سجادہ نشین تھے اور آپ ہی نے اپنے پدر بزرگوار کے بعد اپنے اجداد کی مسند سجادگی کو رونق بخشی اور بکامل (۱۸) سال تک جادۂ مشیخت و خلافت کو جاری رکھا۔

صاحب انوار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے اعیان مشائخ سے تھے۔ مشیخت و بزرگی کے باوجود معصومیت آپ پر اس قدر غالب تھی کہ بچوں سے انکی مزاج کے موافق کلام فرماتے علماء سے عالمانہ گفتگو فرماتے تھے۔

حضرت مذکور کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید عبد القادر عرف صاحب حضرت صاحب مرحوم تھا آپ کی وفات سنہ ۱۱۰۱ھ میں واقع ہوئی آپ کے پدر بزرگوار کی گنبد کے اندر روا قع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

سالک غالب عاشق طالب وحید زمانہ حضرت سید محی الدین عرف شاہ پیراں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شاہ امان اللہ قادری کے تیسرے صاحبزادے تھے جو بالآخر اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے آپ نہایت متواضع اور اخلاق بزرگانہ کے حامل تھے صاحب ریاضت و تقویٰ بھی تھے۔ نہایت نحیف البدن تھے اور آخری عمر میں صرف پوست و استخوان باقی رہ گیا تھا راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت مذکور نے اس جہاں سے رحلت فرمائی تو آپ کا سینہ

مبارک اس قدر تاباں و درخشاں تھا کہ شمع کی مانند کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۲۰۴ھ میں بتاریخ ۲۳ ر رمضان المبارک واقع ہوئی قبر شریف آپ کے والد بزرگوار کے روضہ میں چبوترہ پر مغربی جانب واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

بدر اخلاق، قطب آفاق، سیدنا حضرت شاہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شاہ عبد الرزاق، سید علی کلاں کے صاحبزادے تھے جنکے قدوم میمنت لزوم سے موضع ورنگل آباد ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سید علی کلاں موصوف کی دو بیویاں تھیں، زوجۂ اولیٰ کے بطن سے دو صاحبزادے سید عبد القادر عرف قادر شاہ صاحب اور سید حسین عرف حسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما اور زوجہ ثانی کے بطن سے جو آپ کے ماموں کی صاحبزادی تھیں دو فرزند وجود میں آئے ایک سید محی الدین عرف پیر پاشاہ صاحب اور دوسرے شاہ عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ان کے علاوہ حضرت کلاں کی ذریت بہت تھی اور کثرت اولاد کے باعث آپ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت مذکور کے چاروں صاحبزادے صاحب کشف و کرامات تھے خصوصاً حضرت سید عبد الرزاق بڑے بزرگ باتصرف تھے۔ چنانچہ مخدومی سید محی الدین عرف بادشاہ صاحب جو آپ کے فرزند ارجمند ہیں فرماتے ہیں کہ آپ کے دیگر کمالات کے علاوہ قوت باطنی اس مرتبہ پر تھی کہ ایک دفعہ آپ نے شیر پر حملہ کیا اور شیر بھاگ گیا حضرت نے اسکا تعاقب کیا جب شیر گوی میں داخل ہوا تو اس کی دم حضرت کے ہاتھ میں رہ گئی شیر اس طرف زور لگاتا اور حضرت اس طرف قوت صرف کرتے اس کشاکشی میں شیر کی دم ٹوٹ گئی اور حضرت کے ہاتھ میں آگئی حضرت نے تبسم فرمایا اور اسکی دم لے کر گھر لوٹ گئے۔ مخدوم من یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کی رحلت کا وقت قریب آپہونچا تو میں اس وقت کم سن تھا میں نے باقتضاء طفولیت عرض کیا

کہ حضرت آج شکار کے لئے تشریف نہیں لے گئے جو آپ کا روزآنہ کا معمول تھا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ بابا میں عنقریب ایک پہر بعد شکار کے لئے جاؤں گا میں نے خوردسالی کے باعث آپ کے اس ارشاد کا مطلب نہ سمجھا اور ہر کسی سے کہنے لگا کہ حضرت آج ایک پہر بعد شکار کے لئے جائیں گے۔ ایک پہر بعد حضرت کی رحلت ہوگئی اور آپ صحرائے عالم ملکوت میں بہر شکار تشریف لے گئے۔

مخدوم سید محی الدین بادشاہ یہ بھی فرماتے ہیں جب میرے والد کو غسل کے لئے لے جایا گیا تو ایک ضعیف عورت جو حضرت کے مریدین سے تھی سامنے آئی اور آپ کے روئے مبارک سے چادر ہٹا کر کہا کہ حضرت اس ضعیفہ پر بہت شفقت فرماتے تھے اور میں آپ کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھی مجھے آخری دیدار نصیب نہ ہوا یہ کہہ کر وہ گریہ وزاری کرنے لگی کہتے ہیں کہ ابھی ضعیفہ نے اپنی عرض تمام نہ کی تھی کہ حضرت نے آنکھیں کھولدیں اور اپنا سر مبارک اسکی جانب کرکے دیکھا۔ حاضرین روایت کرتے ہیں کہ اس وقت آپ کی دونوں چشمانِ شریف اس قدر سرخ تھیں کہ سفیدی اور سیاہی میں تمیز ممکن نہ تھی۔

آپ کی وفات سنہ ۱۱۸۸ھ میں بتاریخ ۲۷ ذیقعدہ واقع ہوئی مزار منور موضع عرس میں اندرون خانقاہ آپکی زوجہ اور اجداد کے متصل واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

شاہ انزوا مشرب شاغل خدا طالب شاہ انوار اللہ عرف سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ سید عبدالوہاب گجراتی کے بڑے صاحبزادے تھے جن کا ذکر شریف اس سے قبل مرقوم ہوچکا ہے۔ راوی کے بموجب سید موصوف اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد ان کے جانشین ہوئے آپ مراتب درویشی میں بے نظیر بے ریا اور عزلت پسند تھے۔ بہت کم مشائخین وغیرہم کی دعوتوں میں تشریف لے جاتے بلکہ خود اپنے مکان سے آپ متعدد دفعہ باہر نکلے

تھے اہل دنیا سے ملاقات بھی بہت کم کرتے ۔ نواب نظام الدولہ مرحوم نے آپ سے ملاقات کا ارادہ کیا تو آپ نے ان سے بھی ملاقات نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ رئیس وقت سے کہو کہ ہمارے خواہرزادہ بادشاہ صاحب سے تمہاری ملاقات ہے اسے مجھ سے ملاقات تصور کرو۔ فقیر تمہارے لئے دعاگو ہے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ۔ الغرض آپ مستغنی مزاج تھے اور آپکی ذات میں الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا ظہور تھا ۔ اپنا اخفا اس درجہ منظور خاطر تھا کہ آپ کی رحلت کے وقت تک کوئی آپ کے سلوک سے واقف نہ ہوا آپ ہمیشہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے

مؤلف عاصی عرض پرداز ہے کہ آپ کے آخری ایام میں فقیر حضرت کی عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا ۔ آپ نے مجھ سے بعض مقدمات کسبی ایسے بیان فرمائے جو سینہ بہ سینہ آپ تک پہونچے تھے الغرض آپ کاسب اور شاغل تھے ۔ روح کے قبض ہونے تک حرکت نفس سے ذکر دوام محسوس ہوتا تھا ۔ آپ کی وفات ۱۲۰۳ھ میں بتاریخ ۲۷ر جمادی الاول واقع ہوئی آپ کا مزار آپکے پدر بزرگوار کے روضہ میں والد ماجد کے بائیں مغربی جانب واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

تارک دنیائے دنی سالک راہ عدنی قبلہ وقت حضرت سید عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت موصوف اعیان مدینہ منورہ سے تھے آپ کے والد کا نام سید احمد بن محمد رضوی تھا جو سید یٰسین حموی کی اولاد سے تھے ۔

اخبار الانوار کہتے ہیں کہ حضرت مذکور اتفاقات زمانہ سے ملک دکن میں وارد ہوئے جب حیدرآباد تشریف لائے تو حضرت سید عبدالوہاب گجراتی نے آپ کی نجابت اور خوبیوں کو پہچان کر اور آپ کو قابل اور لائق جان کر اپنا جبہ آپ کے حوالہ میں دیا اور آپ کو اپنے مکان سکونت میں ٹھہرایا آپ کی مزاج میں خلق محمدی حد درجہ تھا اسی بنا پر خاص و عام میں عزیز تھے ۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ جب آپ متاہل ہوئے اور آپ کو اولاد ہوئی تو کثیر اخراجات کے

کے باعث عسرت اور تنگ دستی پیش آئی جب یہ آپ دعوت اسماء الٰہی میں فتوحات غیبی کی خاطر مشغول ہوئے یہ اسم اعظم جلالی تھا جسکے باعث آپ کی مزاج میں حدت پیدا ہوگئی۔ آپ ایک عرصہ دراز تک حالت جذب میں رہے جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے صورتحال کے بارے میں استفسار کیا آپ نے فرمایا میں اسماء الٰہی کے منجملہ ایک اسم کی دعوت میں مشغول ہوا تو میرے سامنے مہیب اشکال پیش ہوئیں میں ثابت قدم رہا جب چلّہ کے تمام ہونے میں چار روز باقی تھے تو عین اسم مذکور کے ورد میں ایک تشکیل و جمیل عورت جو لباس فاخرہ اور جواہرات سے مرصع تھی میرے روبرو ظاہر ہوئی جب میری نگاہ اس پر پڑی میں بے اختیار ہوگیا اور اقتضائے بشریت سے اسم مذکور کے ورد کو موقوف کر کے اسکی جانب بڑھا ابھی میں اس کے قریب بھی نہ ہونے پایا تھا کہ وہ میری نظروں سے غائب ہوگئی میں متوحش ہوگیا اور مجھے خود اپنی خبر نہ رہی۔

راوی کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ نماز باجماعت جمعہ، عیدین اور تراویح کے از حد پابند تھے چنانچہ جمعہ کے روز اپنے مقام سکونت سے پا پیادہ مکہ مسجد تشریف لے جاتے اور نماز تراویح بھی مسجد میں ہر روز اپنے مکان سے تشریف لے جاکر ادا فرماتے طریقت میں آپکو اجازت بیعت و خلافت سلسلۂ قادریہ عالیہ میں اپنے خسر بزرگوار سے حاصل تھی۔ آپکی وفات بتاریخ ۳ صفر المظفر ۱۱۷۷ھ واقع ہوئی آپ کا مرقد بیرون شہر حیدرآباد گورہ چمن باغ کے متصل علاوہ مکان میں مسجد کے روبرو واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عمدۂ متاخرین زبدۂ معاصرین ہادی وقت سید محی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام نامی شاہ برہان بن سید میر الحسینی تھا جن کا ذکر اپنے مقام پر گزر چکا ہے۔ حضرت موصوف علی آباد میں سکونت رکھتے تھے جو حیدرآباد کے محلوں کے منجملہ ایک محلہ ہے آپ کسی کی تعظیم نہ فرماتے اور اسی بناء پر مشائخین شہر سے ملاقات بھی نہ کرتے۔ بزرگان زمانہ

بھی آپ کو تکلیف دعوت نہ دیتے تھے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں کہتے ہیں کہ آپ جملہ مشائخین بلدہ میں مشہور آفاق تھے۔ در حقیقت آپ کا تعلق خاندانِ قادریہ عالیہ سے تھا۔ اگرچہ کہ آپ تین واسطوں سے خود کو خاندان چشتیہ سے منسوب کرتے تھے جیسا کہ اسکی تفصیل آپ کے دادا کے ذکر میں اس سے قبل تحریر کی جا چکی ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے شاہ یٰسین صاحب اور سید غوث گوہر یہ دونوں لاولد اس جہان فانی سے رحلت ہوئے حضرت موصوف کی سال وفات نظر سے نہیں گذرا۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

زبدۂ بنی آدم، قدوۂ ارباب کرم، مشیخت پناہ، سید قطب عالم

حضرت سید قطب عالمؒ سید میراں بخاری کے صاحبزادے تھے۔ آپ شہر حیدر آباد میں محلہ یوسف چوک میں سکونت پذیر تھے۔ علماء وقت میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ علم بلاغت اور فصاحت میں آپ بے نظیر تھے۔ افتائے حیدر آباد کی خدمت پر فائز تھے۔ نواب نظام الملک آصفجاہ مغفور آپ کی توقیر کرتے تھے کیونکہ آپ عالمگیر بادشاہؒ کے عہد سلطنت میں بھی شہر حیدر آباد کے مفتی رہ چکے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد انکی مسند مشیخت پر متمکن ہوئے اور طلباء کو درس علوم دینے لگے۔ باآواز بلند علمی تقریر فرماتے تھے۔ فضائل علمی کے علاوہ آپ صاحب تقویٰ و ریاضت بھی تھے۔ علم تصوف اور علم حقائق میں بھی محقق وقت تھے اور اکثر مسائل صوفیہ از روئے حقیقت غالب شریعت میں بیان فرماتے تھے اور اگر کوئی طالب ارادت ہوتا تو اسکو خانوادہ قادریہ میں بیعت دیتے خود قادری کہلاتے تھے آپ کے تین سو شاگرد رشید تھے۔ اخلاق، مروت، ہمت اور تواضع میں بے نظیر تھے اکثر مشائخ زادوں کو بھی درس علم بکمالِ محبت دیا کرتے تھے ایک عالم آپ کی ذات اقدس سے فیضیاب ہوا۔

صاحب رسالہ پنج گنج فرماتے ہیں کہ حضرت موصوف روزانہ نماز فجر سے قریب دوپہر تک درس

وتدریس میں مشغول رہتے درس کے درمیان دنیوی باتیں ادا نہ ہوتیں۔ شہر حیدرآباد کے بہت سارے بزرگ زادے آپ سے دیگر علوم کے علاوہ خصوصاً لوائح اور لمعات کی سند رکھتے ہیں آپ کی والدہ شریفہ شاہ بہاءالدین باجن کی اولاد سے تھیں۔ آپ کی عمر شریف (۱۰۵) سال تھی اور آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید حافظ میراں مرحوم تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی وفات بتاریخ ۴ شوال المکرم ۱۱۶۳ھ ہوئی اور آپکی قبر شریف شہر حیدرآباد میں مسجد مذکور کے صحن میں آپکے والد کے مزار کے قریب واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

بیاد حق محفوظ اللسان خلق الملفوظ، عاشق حق سید شاہ محفوظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام نامی سید شہاب الدین تھا جو شاہ جہاں آباد کے متوطن تھے۔ ابتداء میں آپ اپنے والد کے سلسلۂ قادریہ عالیہ میں مرید تھے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں رقم فرماتے ہیں کہ جب آپ پر طلب الٰہی غالب ہوئی تو ایک روز عشق حق کے جوش میں محوِ خواب تھے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں اے محفوظ تمہارا فیض درویشی ہمارے فرزند سید محمد مدنی کے ہاتھوں تمہیں پہونچیگا شاہ محفوظ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید محمد مدنی کو یاد فرمایا اور ان سے میری ملاقات کروائی اور میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا

جب حضرت شاہ محفوظ خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت سید محمد مدنی کی تلاش شروع کی۔ یہاں تک کہ آپ ملک ہند سے دکن تشریف لائے اور شہر بیجاپور میں سید محمد مدنی سے تلقین پائی اور نعمت درویشی حاصل فرمائی۔

راوی مذکور رقمطراز ہیں کہ اس حکایت کو سید عنایت اللہ جو شاہ محفوظ کے بڑے فرزند ہیں یوں نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مذکور اپنے والد کی خدمت میں تھے تو نیند کی حالت میں جناب حضرت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہوا کہ تمہیں فیض درویشی سید محمد مدنی کے واسطہ سے حاصل ہوگا آپ نے اسی بناء پر اور شوق الٰہی کے غلبہ کے باعث اپنے والد سے رخصت ہوکر ملک دکن آئے اور سید شاہ محمد مدنی قادری کی خدمت میں طلب حق کیا اور فیض درویشی حاصل فرمائی اور حضرت کے حکم سے حیدر آباد میں سکونت اختیار کی۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کا معمول تھا اپنے سر پر پانی کا کٹورا رکھ کر راستہ اور بازار میں گشت لگاتے اور سارے لوگوں کو پانی پلاتے اوامر شرعی کی ادائیگی کے نہایت پابند تھے ساری رات یادِ حق میں مشغول رہتے کئی بزرگوں اور کاملانِ روزگار کی صحبت پائی تھی آداب درویشان ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ قوم سادات سے تھے آپ کی ارادت کے باقی حالات تفصیلی طور پر سید محمد مدنی کے ذکر میں اس سے قبل تحریر کئے جاچکے ہیں۔ الغرض آپ کاملین وقت سے تھے۔ شہر حیدر آباد میں آپ کا مکانِ سکونت اردو بازار میں واقع ہے آپ کے تین صاحبزادے تھے شاہ عنایت اللہ، شاہ ہدایت اللہ، اور شاہ فضل اللہ۔ آپ کی وفات بتاریخ ۶ شعبان المعظم ۱۱۰۶ھ واقع ہوئی۔ قبر شریف آپ کے مکان سکونت میں زیارت گاہ خلق ہے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

معرفت آگاہ حقیقت دستگاہ مجذوب حق حضرت داؤد بادشاہ

آپ مجذوب سالک تھے۔ کبھی سالکانہ گفتگو فرماتے تھے اور کبھی جذب آمیز کلام فرماتے تھے۔ بہت بڑے بزرگ صاحب تصرف تھے اکثر علماء آپ کے تصرف پر مقر تھے۔ سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے دو دفعہ آپ کے تصرفات دیکھے دوسرے لوگوں نے بھی آپ کے تصرفات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا چنانچہ میر عباس خاں نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت نے فرمایا اے عباس ہمارے لئے شراب کا تحفہ لاؤ تھا نصف رات

وہ بہترین شیشے حضرت کی خدمت میں پیش کئے آپ نے اس میں سے کچھ نوش فرمائی اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا پھر آپ اٹھے اور اپنے مکان سے ایک کٹورے میں آبدار خانہ سے آدھا کٹورا پانی لائے اور خان موصوف کو دے کر فرمایا کہ یہ شراب ہماری جانب سے تحفہ ہے۔ خان مسطور کا بیان ہے کہ یہ واقعی دو آتشہ شراب تھی ساری رات میں آپ نے سات آدمیوں کو اس کٹورے سے شراب پلائی اور صبح میں اسی طرح سبوچہ میں آدھا کٹورا شراب موجود تھی اسکے بعد حضرت نے خود اسے لیجاکر آبدار خانہ میں ڈالدیا۔ جب خان موصوف نے پھر اس سبوچہ کو دیکھا تو وہ ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ الغرض شاہ موصوف کے کمالات قید تحریر سے باہر ہیں۔ آخر زمانہ سلطنت آصفجاہ تک آپ بقید حیات رہے۔ جذب کی وجہ سے آپ کا خانوادہ معلوم نہ ہوسکا اگرچہ کہ بعض لوگ آپ کو سلسلۂ چشتیہ سے بتاتے ہیں۔ آپکی وفات بتاریخ ۷ رمضان المبارک واقع ہوئی اور آپ محلہ شاہ علی بنڈہ میں بہ سر راہ مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

طالب مطلوب، عاشق معشوق، دیوانۂ حق، شاہ عبدالقادر مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خاندانِ قادریہ عالیہ سے تھے۔ موضع دیورکنڈہ میں قلعہ کے راستہ پر زیر مسجد تحت السماء سکونت اختیار کی تھی ہمیشہ خاک نشین رہتے اور کبھی ایستادہ نہ ہوئے آپ پر جذب کا غلبہ تھا اپنے سلوک کے متعلق کسی سے گفتگو نہ کرتے تھے وہاں کے تعلقدار عامل اور زمیندار آپ کے معتقد تھے انہوں نے لاکھ چاہا کہ آپ کے مقام سکونت پر چھت بنادیں لیکن آپ نے قبول نہ کیا سالہا سال ایک ہی انداز میں بیٹھے رہنے سے آپ کے زانو پنڈلیوں سے جدا نہ ہوتے تھے۔ رات اور دن میں کسی شخص نے آپ کو زمین پر اپنی پشت ٹیکتے نہ دیکھا۔

صاحب اخبار الانوار کہتے ہیں کہ آپ کے روبرو ایک بڑا پتھر تھا جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو کبھی کبھی اس پر تمام شب میں صرف ایک ساعت استراحت فرماتے موسم گرما ہو یا سرما ہو یا بارش آپ ہر

موسم میں ہمیشہ برہنہ رہتے حضرت کی نشست جس مقام پر تھی اس کے روبرو ایک گنبد تھی قلعدار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر نئی چھت آپ کو منظور نہیں تو کم از کم اس گنبد میں تشریف رکھیں آپ نے فرمایا کہ مجھے کھینچ کرے چلو۔

راوی کا بیان ہے کہ اسی شب کو گنبد مذکور گر گئی اور اسی تاریخ یعنی ۴ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۲ھ کو آپ نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی آپ سادات سے تھے لیکن آپ کا سلسلہ نسب من وعن معلوم نہ ہو سکا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ذوالکشف والمواہب، اسرار حق رامصاحب، عاشق دیوانہ، حضرت بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شاہ ابوالحسن چشتی کے بڑے صاحبزادے تھے جن کا ذکر گذشتہ مشکوٰۃ میں گذر چکا ہے سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ مجانین کاملین سے تھے ہمیشہ برہنہ رہتے تھے شاہ ابوالحسن نے فرمایا تھا کہ مجھے انکے طفیل سے قیامت کے روز رہائی نصیب ہوگی۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جن ایام میں حضرت موصوف کے والدین کی مزاج درست نہ تھی آپ گھر میں آئے اور اپنے والدین ماجدین کے نزدیک کچھ دیر تشریف فرما رہے پھر اٹھ کر فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کی رخصت کا وقت آگیا ہے غرض دونوں بیماروں میں سے آپ کی والدہ رحلت پذیر ہوئیں اور پدر بزرگوار کو صحت ہوئی۔ راوی رقمطراز ہیں کہ حضرت موصوف تمام دن شہر حیدرآباد میں گشت کرتے رہتے آپ کے والدین اور سارے برادر آپ کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کے والد خانقاہ میں مثنوی کا درس دے رہے تھے۔ اور آپ جذب میں شاہ جعفر چشتی کی مزار پر دف کی طرح ہاتھ چلا رہے تھے اتفاق سے کتاب مثنوی میں سے ایک ورق گم ہو گیا تھا آپ کے پدر بزرگوار خالی الذہن اسی طرح درس دیتے رہے بادشاہ صاحب نے دور ہی سے پدر بزرگوار سے فرمایا کہ جناب حضرت مثنوی غلط پڑھ رہے ہیں اور پھر باوجود لاعلمی کے

مثنوی کی ترک شدہ ابیات اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائیں آپ کے پدر بزرگوار نے انکو لکھ لیا اور پھر مثنوی کی دوسری نقل سے جب مقابلہ فرمایا تو لفظ بہ لفظ اسی طرح تھی جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

مؤلف عاصی کہتا ہے کہ حضرت موصوف کو جناب پیر و مرشد عالی (حضرت سید شاہ موسیٰ قادری) سے کمال موافقت اور موانست تھی جب کبھی میرے مرشد کونین سے ملاقات کرتے تو اس وقت حالت سلوک میں رہتے کبھی آپ ہمارے حضرت کے آگے حالت جذب میں اور برہنہ نہیں آئے۔ چنانچہ میرے پیر و مرشد فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ محی الدین ثانی کے عرس شریف کے ایام میں آپ تشریف لائے اور شب باش رہے ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ یہ موسم سرما تھا فقیر نے اپنا عبا پہننے کے لئے بھیجا آپ تمام رات اسے پہنے رہے صبح کے وقت روضہ منورہ کے نقار خانہ پر گئے اور کوس تہنیت بجا کر مع عبا اپنے مکان سکونت لوٹ گئے اور اپنے اہل خانہ سے اپنی بھانجی کی دختر کی جانب اشارہ کرکے فرمایا میں اس کے نوشاہ کے گھر گیا تھا سب لوگ متحیر اور متعجب ہو گئے کچھ روز نہ گذرے تھے ان کے گھر سے پیام آیا۔ فقیر نے ان کے طریقہ شرفاء کی دریافت کے لئے خفیہ طور پر چند مستورات کو روانہ کیا تا کہ وہ ان کی شرافت کے بارے میں معلومات فراہم کریں کہتے ہیں کہ یہ عورتیں لوگوں سے گفتگو میں مصروف تھیں کہ بادشاہ صاحب مستانہ انداز میں اپنے گھر سے نکلے اور ایک پیالہ میں پانی بھر کر اس عورت مذکور کو دیا اور کہا کہ پی لو یہ شادی کا شربت ہے۔ حضرت پیر و مرشد کونین فرماتے ہیں کہ بادشاہ صاحب کی توجہ سے ایسا ظہور ہوا کہ چند روز کے بعد فقیر کی نسبت آپ کی ہمشیر زادی کی دختر سے قرار پائی۔ الغرض آپ کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ پر مرض موت طاری ہوا تو ہر چند کہ آپ جسیم و لحیم تھے لیکن اپنی رحلت سے قبل اپنے تمام بدن کو جہاں سے چاہتے مٹھی میں گوشت پکڑ کر کھینچتے اور پھینک دیتے۔ اس عاصی کے حضرت پیر و مرشد فرماتے تھے آپ کے جدا طرح گوشت کے ٹکڑے اس طرح جدا ہو جاتے تھے جیسے کوئی شخص روئی سے روئی کے ٹکڑے بے تکلف علاحدہ کر دیتا ہے اس طرح آپ کی ہڈیوں سے گوشت نکل آتا تھا اور آپ اسکو پھینک دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وفات تک آپ کے تمام اعضاء سے گوشت نکل چکا تھا لیکن حضرت کا تصرف

یہ تھا کہ اس سے خون نہ نکلتا تھا۔ آپ کی وفات ۳ر شوال المکرم ۱۱۷۳ھ کو واقع ہوئی آپکا مزار پرانوار آپ کے والد ماجد کے روضہ میں بالائی جانب زیارت گاہِ معتقدین ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرد بہشتی، فانی از قید ہستی، شیخ وقت حضرت شاہ عبدالقادر چشتی

آپ شاہ ابوالحسن مذکور کے فرزند، مرید، خلیفہ اور جانشین تھے جن کا ذکر اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے اور اپنے خاندانی طریقہ کو جاری رکھا آپ بھی اپنے والد کی طرح بے لباس رہتے تھے آپ کے اوقات ہمیشہ شغل و اشتغال میں بسر ہوتے کثرت مراقبہ سے کوزہ پشت ہوگئے تھے حضرت موصوف کی ذات اس لحاظ سے غنیمت تھی کہ آپ کے وجود سے بوئے درویشی پائی جاتی تھی۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ علائق دنیاوی کے باوجود آپ مجرد مزاج تھے شبانہ روز خانقاہ میں دیگر فقراء کی طرح بستر لگاتے اور سکونت پذیر رہتے اپنے حصہ کا کھانا درویشوں کے برابر گھر سے طلب کرتے اور انکے ہمراہ کھاتے۔ کبھی کبھی گھر میں بھی چلے جاتے۔ آداب سیادت میں دل و جان سے نثار تھے۔ مذہب شافعی کی اقتداء کرتے تھے۔ اہل بیت طاہرین کی محبت میں حد درجہ غلو رکھتے تھے آپ کی وفات بتاریخ ۷ر صفر المظفر ۱۱۹۹ھ واقع ہوئی۔ آپ کی قبر شریف آپ کے والد بزرگوار کے پائیں بیرون شہر، متصل دبیرپورہ زیارتگاہ عالم ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف معروف خویشی سالک قدم درویش بزرگ زمانہ حضرت شاہ درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شاہ درویش کے والد کا نام شاہ ولی اللہ عرف شاہ راجی مذکور ہے جن کا ذکر شریف اس سے پیشتر سپرد قلم کیا جا چکا ہے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں رقم طراز ہیں کہ آپ قوم سادات سے تھے اور سید محمد حسینی گیسو دراز کی اولاد سے تھے جیسا کہ آپ کا نسب نامہ آپ کے والد ماجد کے ذکر شریف میں گذر چکا ہے اسی راوی کا بیان ہے کہ حضرت موصوف اپنے والد بزرگوار کے مرید، خلیفہ اور جانشین تھے آپ نے علم حقائق اور کیمیا بھی اپنے پدر گرامی قدر سے حاصل کئے۔ زہد و تقویٰ بدرجہ کمال تھا۔ دن رات حجرہ میں رہتے نماز عصر کے وقت خانقاہ میں تشریف لاتے اور تشریف فرما ہوتے۔ اکثر حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے بہرہ مند ہوتے اور اپنے مقصود کو حاصل کرتے۔ مزاج شریف میں حدت اور جلال بدرجہ اتم موجود تھا۔ کبر سنی کے باوجود قوی تر تھے آپ نے علم تصوف اور حقائق میں چند رسالے دکھنی زبان میں تالیف فرمائے اور ان میں مسائل صوفیہ نہایت سلیس طور پر بیان کئے آپ کے دو صاحبزادے تھے شاہ عبد النبی عرف صاحب بادشاہ اور شاہ ولی اللہ عرف پیران صاحب مرحوم۔ حضرت کی وفات سنہ ۱۲۰۱ھ میں بتاریخ ۴ جمادی الاول واقع ہوئی، قبر شریف اندرون شہر حیدرآباد متصل محلہ چھ ہری گلی آپ کے پدر بزرگوار کے روضہ میں بجانب بائیں زیارتگاہ معتقدین ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عالم رمز معلوم، کاشف سر مکتوم، تارک زمانہ، حضرت شاہ معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ محلہ اعتبار چوک، چوڑی فروشوں کے بازار میں سکونت پذیر تھے ابتدائے عالم جوانی میں آپ نے شاہ میر کی رفاقت اختیار کی جو رند مشرب تھے۔ انکی شہادت کے بعد آپ نے لباس دنیاوی ترک کر دیا اور خرقہ درویشی زیب تن کر کے خانہ نشین ہو گئے اور اپنے پاؤں اس طرح موڑ کر نشست فرمائی کہ وہ آپس میں پیچیدہ ہو گئے اور تا لب گور کشادہ نہ ہو سکے۔ آپ نے اسباب دنیاوی کے لئے اپنے پاؤں کو حرکت نہ دی اور گوشہ قناعت سے بکمال بزرگی باہر نہ آئے شب و روز خلوت میں قرآن خوانی میں مشغول رہتے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں کہتے ہیں کہ یہ آپ کا تصرف تھا کہ چار گھنٹوں میں ایک قدم پہ کھڑے ہو کر ایک کلام اللہ ختم فرماتے تھے ایک عرصہ دراز تک آپ اس پر عامل رہے جب آپکی مشیخت کی شہرت ہوئی تو میر مقتدا خاں کے بھائی آپ کے معتقد ہو گئے اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ایک عالم آپ کی جانب رجوع ہوا آپ کی وفات بتاریخ ۷ ربیع الثانی واقع ہوئی آپ کو آپکے گھر میں مدفون کیا گیا کیونکہ آپ نے اپنی وفات کے قبل اپنے بھائی سے کہا تھا کہ فقیر نے ایک عرصہ سے اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالا اسلئے چاہیئے کہ وفات کے بعد بھی اس عاصی کو اسی جگہ دفن کیا جائے بھائی نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کو وہیں دفن کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مظہر اسرار اللہ، مصدر انوار اللہ، محقق وقت حضرت شاہ ظہور اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ اہل پورب سے تھے اپنے وطن میں تحصیل علم کے بعد دکن کی جانب روانہ ہوئے اور شہر

حیدر آباد میں سکونت اختیار کی۔

صاحب اخبار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موصوف علم معقول و منقول میں قدرتِ کاملہ کے حامل تھے علمِ تصوف اور حقائق کی کتب مثلاً فصوص الحکم، مثنوی شریف وغیرہ کی بوجہ احسن تشریح بیان فرماتے تھے۔ بالآخر آپ نے علوم ظاہری سے دست کشی اختیار کی اور شاہ غلام محمد دہلوی کے مرید ہوئے جو شاہ محمد ملتانی کے خلفاء سے تھے۔ آپ نے گوشہ عزلت اختیار کیا اور توکل پر گذر بسر کرنے لگے اور آخر عمر میں ناظم حیدر آباد بہادر دل خاں آپ کے معتقد ہوئے۔ آپ کا مکانِ سکونت چار مینار بادشاہی کے متصل واقع ہے۔

صاحب پنج گنج فرماتے ہیں کہ آپ اہل پورب کو بہت دوست رکھتے تھے تین یا چار تولہ کی مقدار میں تناول فرماتے اور اسکے بعد بھی کچھ نہ کھاتے اپنے گھر سے دوسرے کے مکان کو بہت کم جاتے اتنے لاغر تھے کہ ہڈیوں پر صرف پوست نظر آتا تھا۔ اپنے اوقات ذوق و شوق الٰہی میں بسر کرتے آپ کی قبر شریف چار مینار سے متصل چوک میدان خاں میں بر سر راہ واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

واقف رمز خدا، عارف سر صمد، کامل وقت حضرت حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ابتداءً آپ روزگار پیشہ تھے بعد میں جب آپ پر طلب الٰہی بدرجہ عشق طاری ہوا تو آپ نے طلب دنیا سے نگاہیں پھیر لیں اور شاہ عبد النبی کی خدمت میں جو میدک میں رہتے تھے حاضر ہو کر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ چند دن ان کی خدمت میں حاضر رہنے کے بعد خرقہ درویشی زیب تن کیا اور وہاں سے حیدر آباد آئے اور شاہ ناصر صاحب بن شاہ مخدوم کی خدمت میں طالبِ معرفت ہوئے اور ان کی ذات پر فیض سے معرفت الٰہی حاصل کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گئے دن رات مکہ مسجد میں رہتے اور اپنے اوقات یاد الٰہی میں بسر فرماتے آپ نے اکثر لوگوں کو معرفتِ خداوندی کی نعمت سے مالا مال کیا۔ نہایت متشرع تھے۔ بیان حقائق اس

سے کرتے کہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں کہتے ہیں کہ فقیر نے اکثر اوقات بعض نکات صوفیہ انکی خدمت میں بیان کئے کبھی آپ تبسم کے ساتھ ان کا جواب دیتے اور کبھی سکوت اختیار فرماتے۔ چنانچہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کے بعد میں نے اظہار کیا کہ اس وقت دل چاہتا ہے کہ میں سجدۂ عبودیت بجالاؤں حضرت کا کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا حقائق آگاہ اگر سجدۂ کامل کرے تو وہ کافر ہے اور سجدۂ ناقص بھی کفر ہے۔ پھر فرمایا اے عزیز پہلے کامل کو چاہیئے کہ پردۂ شریعت کو درمیان سے نہ اٹھائے کیونکہ یہ پردہ حقیقت ہے اور اسکا اٹھانا ٹھیک نہیں۔ تمام بزرگانِ سلف نے بھی جو کامل تھے اس کو درمیان سے نہ اٹھایا کیونکہ عالم شہادت کے انتظامات اسی پردہ سے ہیں۔ الغرض آپ کی ذات خوبان زمانہ سے تھی۔ سال وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ میرے جدامجد علیہ الرحمہ کے معاصر تھے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق اللہ، سالک فی اللہ، عارف حق حضرت شاہ حمید اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شاہ حمید اللہ، حضرت سید علی صاحب بن بڑے شاہ حسینی کے بھانجے داماد، مرید خلیفہ اور جانشین تھے جن کا ذکر شریف اس سے پہلے مرقوم ہو چکا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت مذکور تمام کمالات اور بزرگی سے موصوف تھے۔ ہمیشہ ذکر و شغل میں اوقات بسر فرماتے صاحب تصفیہ تھے اواخر ایام میں بطہارت تمام کھانا پکا کر کھاتے اگر پکانے میں ناپاکی کا احتمال ہوتا اور لوگوں سے کچھ قصور واقع ہو جاتا تو وہ کھانا نہ کھاتے اور باورچی کو اس حرکت سے آگاہ کر دیتے۔ جیسا کہ ایک روز ایک عورت نے جو آپ کی مرید تھی آپ کے لئے کھانا تیار کیا۔ پکوان کے وقت اس کو مدت واقع ہوئی آپ نے کھانا منہ میں لیا اور نکال کر کہا کہ فلاں نے یہ طعام حالت مدت میں تیار کیا ہے اسلئے یہ فقیر کے کھانے کے لائق نہیں۔ آپکے

آپ کی وفات قصبہ بلغرٹیہ میں واقع ہوئی جو حیدرآباد کے مضافات سے ہے۔ حضرت مذکور کی رحلت کے چھ مہینے بعد اس مقام سے جہاں آپ کو امانتاً دفن کیا گیا تھا بلدہ مذکور میں لایا گیا جب یہاں دفن کا وقت آیا تو اکثر مشائخین شہر موجود تھے ان کے منجملہ بعض حضرات نے مثلاً شاہ درویش صاحب وغیرہ نے فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ آپ کو تختہ سمیت مدفون کیا جائے آپ کے صاحبزادے سید جمال اللہ اور حضرت عموی سید محمد مدنی قادری نے جب میت کی حرکت دی تو میت صحیح و سالم تھی اور تختہ سے جدا معلوم ہوتی تھی لفافہ کفن اپنی اصلی حالت پر تھا چنانچہ آپ کو تختہ سے اتار کر تازہ میت کی طرح دفن کیا گیا آپ کا مزار شریف سید میراں جی خدانما کی گنبد میں آپ کے ماموں کے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ اربابِ عرفان، مقربِ بساطِ ذوالمنن، رندِ وقت حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف شاہ غنی صاحب تھا اور آپ شاہ امین الدین ثانی کے فرزندِ آغوشی، خلیفہ اور جانشین تھے جن کا مدفن دھول پیٹ میں ہے جو حیدرآباد کے مضافات سے ہے۔

صاحب رسالہ مکاشفہ کا بیان ہے کہ آپ کے والد نے جن کا نام محمد صاحب غنی تھا اور جو شاہ امین الدین صاحب کے مرید صادق تھے۔ جب آپ شکم مادر میں تھے تو نذر کی تھی۔ جب آپ تولد ہوئے تو اپنے مرشد کی خدمت میں لے جا کر نیاز کیا۔ شاہ مسطور نے قبول فرمایا اس وقت سے آپ کو حضرت موصوف نے پرورش کی اور اجازتِ خلافت و ارشاد عنایت کیا۔

حضرت شاہ امین الدین کی رحلت کے بعد آپ ان کے قائم مقام ہوئے الغرض شاہ غنی صاحب مرد مرتاض، صاحب انفاس اور رند مشرب درویش تھے۔ طریقہ ملامتیہ میں آپ کو رونق مشیخت حاصل تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے جن کے منجملہ دو درویش تھے ایک شاہ نظام صاحب دوسرے بادشاہ صاحب حضرت کی مزار پرانوار آپ کے مرشد کے روضہ میں بطرف پائیں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مشاہدہ انواراللہ، مظہر آثاراللہ، قبلہ خاصان حضرت شاہ نوراللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پنج گنج میں مرقوم ہے کہ حضرت شاہ نوراللہ عارف، عامل اور عالم کامل تھے ہندوستان میں شاہ غلام محمد دہلوی کے خلفا سے تھے اور آپ کی طرح کوئی شہر حیدرآباد میں مثنوی شریف کی شرح بیان نہ کر سکتے تھے۔ اکثر مشائخین بلدہ مثلاً شاہ برہان اللہ قندھاری اور شاہ میراں صاحب آپ سے مثنوی کی سند رکھتے ہیں آپ میں تصنع اور بناوٹ نہ تھی۔ مسجد چوک کے حجرہ میں آپ کی سکونت تھی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک روز آصف الدولہ صلابت جنگ مرحوم نے اپنی ایام سلطنت میں شاہ موصوف سے ملاقات کی غرض سے آئے ایک طبق میں سونا اور چاندی بھر کر نذر کیا لیکن حضرت نے قبول نہ کیا جب رئیس وقت مصر ہوئے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک روپیہ اٹھایا اور اپنے سامنے رکھ کر فرمایا یہ محتاجوں کا حق ہے ان تک پہنچا دو کہ یہ باعث اجر عظیم ہوگا۔ اس کے بعد نواب مسطور نے پوچھا کہ کیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ بیشک۔ رئیس نے کہا کہ آپ کو کس وقت یہ دولت میسر آئی فرمایا ہر وقت حاصل ہے کیونکہ کل شیئ من نوری کے بمصداق ہر حال میں مجلس محمدی ہی ہے۔

راوی کا کہنا ہے کہ ایک روز اس عاصی کے ہمراہ مولوی عزت اللہ صدر حیدرآباد نے مکہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اور شاہ مجدالدین مرحوم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ وہاں پر شاہ نوراللہ صاحب دیوار سے پشت لگائے تشریف فرما تھے۔ مولوی صاحب سے ان کی ملاقات نہ تھی۔ شاہ نوراللہ صاحب نے اس عاصی سے دریافت کیا کہ آپکے ہمراہ یہ بزرگوار کون ہیں میں نے کہا مولوی عزت اللہ صدر شہر حیدرآباد اور پھر میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ شاہ صاحب سے ملاقات کرو جب مولوی مذکور نے اٹھ کر ان سے ملاقات کی تو شاہ صاحب

اسی طرح بیٹھے رہے اور صرف ایک ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا دیا۔ مولوی بہت خوش ہوئے اور آپ کی بے باکی اور استغنا کو دیکھ کر آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ کا سنِ وفات نظر سے نہیں گذرا۔ قبر شریف بیرون شہر حیدر آباد متصل چادرگھاٹ مسجد عاقی کے صحن کے روبرو زیارت گاہ خلائق ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ اربابِ دین، زبدۂ اصحابِ متین، پیشوائے وقت، حضرت شاہ مجد الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخین احمد صاحب کے خلیفہ تھے ایک عرصہ دراز تک اپنے مرشد کی پیشی میں رہے اور کسب و ریاضت کے ذریعہ جواہر خمسہ کے عامل ہو گئے۔

صاحب پنج گنج رقمطراز ہیں کہ ہر وہ طالب جو تربیت اشغال ذکر و فکر اور ارادہ کا متلاشی رہتا آپ کی خدمت میں آتا اور آپ اسکی فہمائش کے ذریعہ اس کو عالم علوی تک پہونچا دیتے آپکے خلفائے کاملین میں شاہ غلام احمد کمبل پوش، شاہ حفیظ اللہ علوی اور سید جواد وغیرہم شامل ہیں۔ حضرت کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی قبر شریف حیدرآباد میں چادرگھاٹ کے متصل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب کبھی دریائے موسیٰ میں طغیانی آتی ہے تو عالم تہہ و بالا ہو جاتا ہے اور کئی بلند عمارتیں زمین پر گر پڑتی ہیں لیکن اس حادثۂ عظیم کے باوجود آپ کے مزار کا سنگِ فرش اپنے مقام سے کبھی حرکت نہ کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عالم علم دین، تابع احکام شرع متین، فاضل وقت حضرت مولوی قمر الدین

صاحب تیغ گنج کا بیان ہے کہ حضرت موصوف عالم فاضل متبحر تھے کئی علماء اور فضلا نے آپ کے مدرسہ میں تعلیم پائی آپ کے پدر بزرگوار سید منیب اللہ بن شاہ عنایت اللہ مجددی ساکن لاہور بزرگان وقت سے تھے۔ سلسلۂ قادریہ عالیہ کے حامل تھے لیکن دراصل آپ نقشبندی تھے۔ جب آپ کی شادی ہوئی اس روز آپ سفید لباس پہن کر پاپیادہ اپنے خسر کے گھر گئے اور عقد شرعی بجالائے عروس کو پہلے بھیج دیا اور پھر خود پاپیادہ اپنے گھر آئے حضرت مذکور کے دو عالم و فاضل فرزند تھے ایک سید نور الہدیٰ اور دوسرے سید نور العلیٰ یہ دونوں صاحب ورع و تشرع تھے۔

خواجہ موسیٰ خاں اپنی تالیف میں لکھتے ہیں کہ حضرت کی وفات سنہ ۱۰۹۳ھ میں بتاریخ ۲ ربیع الاول واقع ہوئی آپ کی قبر اورنگ آباد میں متصل شاہ گنج واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مظہر ھوالاول، عارف اکمل، قدوہ دین، حضرت شاہ افضل

آپ کا لقب شاہ صاحب ساکن اٹیر ہور مشہور خلق ہے آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے شاہ افضل بن شاہ محمد امین بن شاہ فاضل بن شاہ ابراہیم بن شاہ خوندمیر بن شاہ مفضل بن شاہ اعظم بن مخدوم شاہ ضیاء الدین بیابانی بن شاہ عبدالکریم بیابانی بن عبدالرشید بن عبدالرحیم بن عبدالجلیل بن ابراہیم بن شمس الدین بن یوسف بن نجم الدین بن یعقوب

بن اسحاق بن سیدی سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

راوی کا بیان ہے کہ شاہ اشرف بیابانی مخدوم ضیاء الدین بیابانی کے بڑے فرزند ہیں اور حضرت شاہ افضل، شاہ اعظم بیابانی کی اولاد سے تھے جو شاہ اشرف کے حقیقی بھائی تھے۔ الغرض شاہ محمد امین جو شاہ صاحب کے والد ماجد تھے دو حالت میں رہتے تھے۔ قاضی شاہ محمد فاضل اپنی تالیف میں رقمطراز ہیں کہ حضرت والد کا دستور تھا کہ جب آپ بہت خوش ہوتے تو رونے لگتے اور آپ کی آنکھوں سے پانی رواں ہو جاتا۔ اور جب رنجیدہ خاطر ہوتے تو ہنسا کرتے۔ نظام الملک آصفجاہ جب اورنگ آباد میں تھے تو اسی سال شہر میں قحط نازل ہوا ایک روپیہ میں چھ سیر جوار بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ اتفاقاً شاہ موصوف کی نواب مرحوم سے ملاقات ہوئی آصفجاہ نے آپ سے دعا کی استدعا کی اور حکم دیا کہ شاہ صاحب کو خزانہ سے بطور خیرات دو سو روپیہ دئے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ نواب یہ زکوٰۃ ہے جو ہم سادات پر حرام ہے میں نہیں لوں گا۔ آصفجاہ آپ کی اس گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور دوسرے دو سو روپیہ اندرون محل سے بطور قرض حسنہ طلب کر کے آپ کو دئے اور بہ تعظیم تمام رخصت کیا۔

راوی مذکور یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت والدی کبھی عاشورہ محرم میں علم وغیرہ دیکھنے کے لئے گھر سے باہر نہ آتے تھے لیکن اپنی وفات سے تین سال قبل بروز عاشورہ علم دیکھنے کے لئے گئے وہاں اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے اور تین روز تک آپ کی زبان بند رہی۔ آپکو گھر لایا گیا۔ تیسرے روز ہوش آیا اور آپ نے فرمایا میں نے اس حالت میں امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اور قدم بوس ہوا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اے امین تین روز تک تیری زبان گنگ ہو جائے گی اور اس حالت کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ تین سال بعد تم ہم سے آملوگے قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ تین سال بعد حضرت والدی نے رحلت فرمائی اور آپ کے ایک برادر حقیقی تھے جن کا نام سید احمد تھا اور جنکی عمر شریف تقریباً سو سال تھی انہوں نے چھبیس سال تک اپنے گھر سے قدم باہر نہ نکالا عید اور جمعہ کی نماز اپنے گھر میں ادا فرماتے تھے اور سن بلوغ سے اس مدت تک کبھی چہار گانہ سنت عصر ان سے فوت نہ ہوئی۔ سید محمد امین ان ہی کے مرید تھے۔ جب وفات کا وقت قریب پہونچا تو بیٹھ کر نماز ظہر ادا فرمائی

اور معمول کے موافق تلاوت قرآن کے بعد اپنے فرزند شاہ یٰسین سے فرمایا کہ بابا اس وقت سورۂ یٰسین پڑھو اور خود ذکر نفی اور اثبات کی جانب متوجہ ہوئے اسی حالت میں ودیعت حیات سپرد حق فرمادی۔ ان دونوں بھائیوں کی قبریں فقر آباد میں مخدوم شاہ اشرف بیابانی کے روضہ کے متصل موجود ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

اب ہم مقصد تحریر کی جانب رجوع ہوتے ہیں شاہ افضل صاحب موصوف شیخن صاحب کے خلفائے کاملین سے تھے۔ صاحب پنج گنج کے بموجب جس روز شاہ افضل صاحب ان کے مرید ہوئے اسی روز حضرت شاہ شیخن صاحب نے فرمایا سید یٰسین اور سید احمد مرحومین کے بھتیجے نے میرے پاس آکر مجھ سے بیعت وارادت حاصل کی مجھے اس پر فخر ہے اس دن آپ بہت خوش رہے۔ راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت مرشدی صاحب تصرفات ظاہرہ تھے آپ کے وجود مبارک سے بیشتر خرق عادات ظہور پذیر ہوئیں آپ نے بہت ساری تصانیف تخلیق فرمائیں مثلاً شرح مراۃ العارفین، معدن الجواہر، تحفۃ الصالحین، شرح فقہ الکبریٰ، شرح نام حق۔ رسالہ وجودیہ وغیرہ۔ اور اکثر مثنوی شریف، فصوص لوائح، اور لمعات کے علاوہ جام جہاں نما کا درس دیتے تھے اور اگر آپ کی مجلس میں کوئی علائق دنیاوی کا ذکر کرتا تو اس سے آپ بیزار ہوجاتے۔ چنانچہ ایک روز حسن علیخاں حاکم راجبندری آپ سے ملاقات کے لئے آیا اور اپنے حواشی اور مصاحبین سے ذکر دنیاوی کیا اور بعض لوگوں کی غیبت کی۔ ناگاہ آپ کی مزاج شریف برہم ہوگئی اور آپ نے فرمایا فقراء کا گھر ذکر خدا کی جگہ ہے اگر دنیوی امور کا بیان تمہیں پسند خاطر ہے تو اس کے لئے تمہارا دولت خانہ موجود ہے۔ اس روز سے خان موصوف جب کبھی آتے بات کرتے وقت احتیاط ملحوظ رکھتے۔

راوی مذکور رقمطراز ہیں کہ ایک دفعہ پانچ یا چھ بیراگی تین مہینے تک ہمارے حضرت کے تکیہ میں اترے جو دریائے گنگ کے کنارے قصبۂ مذکور میں واقع ہے یہ سب کاسب تھے۔ آپکی محبت کے باعث انہوں نے یہاں قیام کیا۔ ایک روز قاضی رفیع الدین جو اہل اللہ سے تھے۔ شاہ صاحب کی خدمت میں آئے جب مغرب کا وقت ہوا تو ان لوگوں نے ناقوس نوازی شروع کردی۔ قاضی نے کہا کہ ان کو منع کیجئے کہ ایسا نہ کریں۔ شاہ صاحب نے فرمایا شریعت پناہ یہ درویش کا مکان ہے یہ لوگ بھی اپنے دل اور زبان سے یاد خدا میں مصروف ہیں انکی ممانعت ضروری

ہیں اور پھر فرمایا کہ تم وصل کے لئے آئے ہو نہ کہ فصل کے لئے ۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ نے یہ کلمہ کہا تھا کہ قاضی کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ۔ راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ جب ہمارے حضرت کسی کو تلقین فرماتے تو ارشاد ہوتا بابا مرید کی تلقین رقص کی مانند ہے کہ رقاص کو جس طرح سکھایا جاتا ہے وہ اسی طرح عمل کرتا ہے ۔ حضرت کے بے شمار خلفاء تھے ۔ مثلاً شاہ محمد صالح عرف میراں صاحب جو آپ کے حقیقی بھائی تھے ۔ میر محمد فاضل، شاہ غلام حسین عرف بیان اللہ، سید برہان الدین شاہ کلیم اللہ وغیرہ ۔ جنکے منجملہ ہر شخص فرد وقت تھا ۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت کو مرض موت لاحق ہوا تو آپ نے اکیس روز تک پہلو زمین پر نہ رکھا اور تکیہ سے لگے بیٹھے رہے اور فرمایا کہ میں رضائے حق سے راضی ہوں ۔ اور دنیا سے سبکسار جا رہا ہوں اگر وفات کے بعد کچھ سونا چاندی برآمد ہو تو چاہیئے کہ اس سے مجھے داغ دیا جائے ۔ چنانچہ راوی کے بموجب ایسا ہی ہوا اور آپ کے گھر سے ایک حبہ بھی برآمد نہ ہوا ۔ کہیں سے قرض حسنہ لے کر تجہیز و تکفین کی گئی ۔

راوی مذکور رقمطراز ہیں کہ جب سانس تیز چلنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ دوستو پاس انفاس اور حبس دم اسکے لئے مفید ہے پھر آپ نے تخلیہ میں حبس دم کیا اور ودیعت حیات ملک الموت کے سپرد فرما دی ۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۹۳ھ ہوئی اس وقت آپکی عمر شریف ۸۶ سال تھی آپکی قبر راجمندری میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

محرم راز و نیاز، شہباز بلند پرواز، فخر المتاخرین حضرت شاہ لطیف عرف غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خواجہ موسیٰ خان اپنی تالیف میں لکھتے ہیں کہ حضرت موصوف عجز و انکساری اور فروتنی میں یگانۂ عصر تھے کبھی الفاظ قہر آپ کی زبان پر نہ آئے جو کوئی آپ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوتا

کیا مسلم اور کیا کافر سب آپ کو اپنی زبان سے غریب نواز کہتے اسی وجہ سے آپ غریب نواز کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ مشاہیر اولیاء اور متاخرین اہل دکن سے ارادت رکھتے تھے۔ احمد آباد گجرات میں مقیم تھے آپ سے خوارق عادات کرامات اور تصرفات ظاہر تھے۔ سارے اہل دکن وغیرہ آپ کے معتقد تھے جو کوئی حضرت کی خدمت میں طلب حق کی نیت سے حاضر ہوتا اپنے ظرف کے بموجب بہرہ مند ہوتا۔ آپ کے اخراجات اسقدر تھے کہ ہزارہا لوگ آپ کے گھر سے کھانا پاتے تھے ان کی روانگی کے وقت بھی آپ انکو کچھ نقد رقم بھی مرحمت فرماتے تھے آپ اپنے پدر بزرگوار شاہ غلام محی الدین کے مرید تھے جو شاہ ابو محمد کے مرید تھے اور وہ شیخ محمد اہل اللہ کے اور وہ میر محمد افضل کے اور وہ شاہ سلیم چشتی کے مرید تھے اور شاہ سلیم چشتی کو سلسلۂ قادریہ میں شیخ نورالدین عبداللہ سے ارادت تھی جو شیخ مجذوب صالح بصری کے اور وہ شیخ کمال الدین کوفی اور وہ شیخ ابوسعید ابوالفتح بغدادی کے اور وہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سید نور اللہ اپنی تالیف میں رقمطراز ہیں کہ آپ حضرت سید عبدالرزاق کی اولاد سے تھے اور پندرہ واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

راوی دیگر کا بیان ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے۔ سید یٰسین غریب نواز بن سید غلام محی الدین بن سید عبدالقادر قادری بن سید عبدالرحیم بن سید ابوالحسن ہدایت اللہ بن سید محمد اہل اللہ بن سید محمد یوسف دانشمند بن سید ابوالفتح محدث بن سید عبدالرؤف خرقانی بن سید صفی اللہ بحر العلوم بن سید ضیاء الدین حقانی بن سید ابوالحسن مدنی بن سید علی شامی بن سید احمد مدنی بن سید ابراہیم طریق اللہ بن سید ابی صالح بغدادی بن سید محی الدین ابی نصر قادری بن سیدنا قطب الافاق سید تاج الدین عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ آصفجاہ کے عہد سلطنت میں بقید حیات تھے اور آپکی مشیخت سارے ملک دکن پر محیط تھی۔ تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار افراد جن میں ذکور و اناث سب شامل ہیں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت موصوف اپنے پاؤں سے معذور تھے آپ میں قدرت رفتار نہ تھی یعنی آپ کی پنڈلیوں میں ہڈیاں نہ تھیں جسکی بناء پر جب آپ گھر سے باہر آتے تو ایک چوکی

پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کے مریدین آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جاتے۔ شب پنجشنبہ کو حجرہ کے اندر حضرت کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے۔ بہت سارے اجنہ آپ کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک جن آپ کی مجلس میں سانپ کی شکل میں حاضر ہوا اور حضرت کے روبرو ایک ساعت ایستادہ رہا۔ حضرت نے اپنے رومال کو پانی میں تر کیا اور اس سانپ کے منہ پر رکھدیا اس نے رومال سے پانی چوس لیا اور مجلس سے باہر چلا گیا۔ اور غائب ہو گیا۔ جب حاضرین نے اس معاملہ میں آپ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم جنات سے تھا اور میرے ذریعہ سلسلہ قادریہ عالیہ میں داخل ہوا ہے۔

الغرض آپ کے کمالات، تصرفات، خوارق عادات اور کرامات حد تحریر سے باہر ہیں سیر الانوار اللہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت کے تین اہل خانہ تھے اور دس عورتیں آپ کی خدمت میں تھیں لیکن ان میں سے کسی کے بطن سے فرزند تولد نہ ہوا۔ البتہ ایک کنیز کے بطن سے شیطان پیدا ہوا تھا جسے حضرت نے اپنی شمشیر کے ضرب سے نیست و نابود کر دیا۔

بعض راویوں کا قول ہے کہ آپ کے ایک فرزند تھے جو ولی مادرزاد تھے اور ایام طفولیت ہی میں جنکا انتقال ہو گیا۔ صاحب محبوب القلوب کی روایت کے بموجب جو آپ کے مریدین سے تھے آپ کی وفات سنہ ۱۱۷۱ھ میں بتاریخ ۲۴؍ ربیع الاول واقع ہوئی قبر شریف شہر نظر آباد میں ہے جو صوبہ خاندیس دکن میں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

معدن عرفان سرہندی زبدۂ دودمان احمدی شیخ وقت حضرت شاہ ابراہیم المحمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

راوی کا قول ہے کہ حضرت موصوف ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع تھے کاسب اور شاغل وقت تھے۔ خرقہ خلافت قادریہ حضرت سید محمد رضوی سے حاصل کیا تھا جسکو سید محمد سعد اللہ سے اور انکو شاہ عبد الشکور دائم الحضور سے اور ان شاہ مسعود اسفرائنی سے اور انکو

سید علی سے اور انکو سید جعفر سے اور انکو سید ابراہیم سے اور انکو سید عبد اللہ سے اور ان کو قطب الآفاق سیدنا سید تاج الدین عبد الرزاق سے اور حضرت عبد الرزاق کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے بیعت و خلافت تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ۔

آپ کو طریقہ چشتیہ کا فیض بھی حاصل تھا یعنی سید شاہ مسعود اسفرائنی مذکور کو خانوادۂ قادریہ کے علاوہ خانوادہ چشتیہ کی نعمت بھی حاصل تھی اور اس سلسلہ میں انکو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے خلافت بھی اور ان سے یہ نعمت شاہ عبد الشکور کو بھی ملی الیٰ آخرہ

حاصل کلام یہ کہ حضرت شاہ ابراہیم مذکور دار الظفر بیجاپور سے اتفاقات زمانہ کی بناء پر شہر حیدرآباد آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ آپ ہمیشہ مشغول بحق رہتے اور دنیا سے آپ کو ذرہ برابر محبت نہ تھی مرید کم کرتے تھے ہر چند کہ رئیس وقت آصف الدولہ صلابت جنگ آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل تھے لیکن حضرت نے کبھی ان کی جانب التفات نہ کیا اور جب انہوں نے بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے کامل تین سال تک ان کی خواہش کو درجہ قبولیت نہ بخشی اس کے بعد انکے عجز و انکسار پر ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا۔ زہد و ورع اس درجہ تھا کہ بوریے سے ہٹ کر کسی دوسرے فرش پر تشریف فرما نہ ہوتے تھے دائم خلوت نشین رہتے مٹی کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن استعمال نہ فرماتے آپ صاحب خوارق عادات سے بھی تھے۔ آپ کے تصرفات کے منجملہ ایک تصرف یہ ہے کہ ایک مرید جو آپ کا مقبول نظر تھا بیمار ہوا اور اسے حرارت سخت لاحق ہوئی جب آپ نے اسکی جانب توجہ فرمائی تو فی الفور اسکو اس مرض سے نجات مل گئی۔

اکثر بزرگان وقت آپ کی صحبت میں رہے اور معنوی فیوضات سے بہرہ مند ہوئے۔ جیساکہ شاہ محمد فاضل قاضی ورنگل اپنے رسالہ پنج گنج میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک ظالم کے ہاتھوں پریشان تھا میں نے اپنے احوال حضرت کی خدمت میں عرض کئے آپ نے فرمایا آیت کریمہ افوض امرالی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد۔ میں پہلے حرف الف کا ایک عدد اور آخر حرف دال کے چار عدد ہیں چنانچہ اگر ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ اسکی مداومت کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن عداوت سے باز آجائیں گے۔ جب میں نے آپ کے ارشاد کی تکمیل کی تو عرصۂ قریب میں میں دشمن کے شر سے محفوظ ہو گیا۔

الغرض آپ درویش کامل اور صاحب دعوت عامل تھے، حافظ سید میراں بن سید قطب عالم

حفظ کلام اللہ میں آپ کے شاگرد تھے۔ باوجود اسکے کہ ملک دکن کے رئیس اور فرمانروا آپ کے مرید تھے آپ معمولی لباس پہنتے جو کی روٹی تور کی دال اور دہی کی کڑہی تناول فرماتے کسی کی شادی میں نہ جاتے البتہ جب کسی سے آشنائی ہوتی اسکی عیادت کے لئے اور بوقت موت تشریف لے جاتے۔ آپ کی مزاج میں اخلاق کریمانہ تھی۔

سید انوار اللہ اپنی تالیف میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ میں بہت صلاحیت تھی۔ ارادت مریدی اور خلافت قادریہ عالیہ شاہ محمد صاحب دعوتی سے حاصل تھی۔ تمام عمر چلّوں، روزوں اور قیام لیل میں بسر فرمائی اواخر حال میں صلابت جنگ مرحوم ناظم ملک دکن جو آصفجاہ کے فرزند تھے آپ کے مرید ہوئے تھے دنیا آپ کی جانب بصورت تمام رجوع ہوئی لیکن آپ نے مطلق اس جانب توجہ نہ کی اور آپ کی پہلی حالت میں کوئی تغیر نہ آیا۔ وہی جبہ جو اس سے قبل ہمیشہ زیب تن فرماتے تھے۔ اس وقت بھی پہنتے تھے اور ہر کسی سے بموجب معمول ملاقات فرماتے تھے۔ ہر چند نواب موصوف نے چاہا کہ آپ کا مکان سکونت بہترین بنائیں لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ علم دعوت میں آپ کے مرشد شاہ محمد غوث ثانی تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت شاہ ابراہیم محمد مذکور اپنے مریدین کے ہمراہ تماشہ اور سیر کے لئے باغ احمد علی خاں میں آئے وہاں پر درختوں پر پکے ہوئے جام تھے آپکے مریدین جام توڑنے کے لئے متفرق ہوگئے اور آپ ایک درخت کے نیچے کھڑے رہے۔ باغبان آپ کے پاس آیا اور آپ کو باغ سے باہر کر دیا جب مریدین نے آپ کو باغ میں نہ پایا تو آپ کی تلاش کرنے لگے تو آپ باغ کے باہر کھڑے پائے گئے جب آپ کو باغ سے باہر نکالنے کی کیفیت مریدین کو معلوم ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ باغبان کو اس کی سزا دیں حضرت شاہ محمد مذکور نے منع کیا اور فرمایا کہ تم کو ایک عجیب و غریب چیز دکھاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ایک ٹھیکری لی اور کوئلہ سے اس پر ایک نقش تحریر کیا اور اسے آفتاب کی تمازت دیا اسی وقت مشرق سے طوطیوں کے غول کے غول آئے اور باغ میں ایک کچا جام بھی نہ چھوڑا سارے جام زمین پر پھینک دئے اور پھر ان کو اٹھا کر غائب ہوگئے۔ الغرض آپ عامل با قدرت تھے۔ آپ کے مریدین اور خلفاء میں حافظ عنایت اللہ اور حافظ ابراہیم صاحب کامل ترین تھے۔

مؤلف عاصی راویت صحیحہ سے تحریر کرتا ہے کہ حضرت شاہ ابراہیم محمد موصوف عالم وقت

تھے اکثر اوقات علمائے زمانہ مسائل علمیہ کے انکشاف اور رموز و حقائق الٰہیہ کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفسار کرتے آپ اپنی کتابوں کے منجملہ اس کتاب کو طلب فرماتے جس میں سائل کے سوالات کا جواب رہتا اور جو کتاب بھی مطلوب ہوتی اسکو اپنے دست مبارک سے کھولتے اور انہیں دیتے مطالعہ سے سائلوں کو انکے سوال کا تشفی بخش جواب مل جاتا۔ اس کے علاوہ جب کبھی امر کے بارے میں کچھ ارشاد فرماتے عرصہ قریب میں وہ ظہور پذیر ہو جاتا۔ آپ کے خوارق اس قدر ہیں کہ قید تحریر میں نہیں سما سکتے۔ بیشتر کتب مثلاً محبوب اللہ، حبل اللہ اور حسبی اللہ آپ کی تصانیف ہیں۔

آپ کی وفات سنہ ۱۱۷۰ھ میں واقع ہوئی راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت مذکور رحلت پذیر ہوئے تو ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ بستانِ عظیم میں ایک بلند عمارت میں مکلل فرش پر ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں اس شخص کا قول تھا کہ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ آپکا کبھی یہ معمول نہ تھا کہ ایسے فرش و تکیہ پر جلوس فرما ہیں پھر اب یہ حالت کیسی کہ میں آپ کو اب اس طرح دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بابا وہ دنیا تھی جو محنت اور ریاضت کا مقام تھا اور یہ عقبیٰ ہے جو راحت اور حلاوت کا مقام ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اسی محنت کا نتیجہ ہے کہ میں یہاں محفوظ کونین ہو گیا۔ اس شخص کا کہنا تھا کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے "محفوظ کونین" کے اعداد شمار کئے تو یہی آپ کا سن وفات تھا۔ آپ کا وصال بتاریخ ۳ ذیقعدہ سنِ مذکور واقع ہے اور آپ کی قبر شریف شہر حیدر آباد میں محلہ یوسف چوک میں زیارت گاہِ خلق ہے۔ آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام حافظ شاہ محمدی صاحب تھا۔ جو اپنے پدر بزرگوار کے بعد سات سال اپنے والد کے جانشین رہے انکی وفات بتاریخ ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۱۷۷ھ میں واقع ہوئی اور انکی قبر شریف ان کے پدر بزرگوار کے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

روشن ضمیر آفاق، قطب علی الاطلاق، پیشوائے وقت حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

راوی کا قول ہے کہ حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ بریلی کے ساکن تھے ابتداء میں آپ اپنے حال

کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اسی اخفاء کی بنا پر دنیا میں بظاہر روزگار پیشہ تھے ملازمت بھی بہت قلیل آمدنی کی تھی مثلاً آپ نے پیادوں اور تحصیلداروں کے ساتھ بھی کام کیا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی عامل آپ کو کسی تاجر وغیرہ کے پاس حصول رقم کے لئے بھیجتا تو حضرت وہاں جاتے اور رقم مبلغ مذکور اپنی چادر کے گوشہ میں باندھ کر لے آتے اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ جو لوگ آپ کی اس سادگی اور لاپرواہی سے واقف تھے آپ کی چادر لیتے اور اس میں بغیر رقم رکھے ہی گرہ ڈال کر آپ کے حوالہ کر دیتے اور حضرت اسے لے کر اپنے مقام کو لوٹ جاتے اور مالک کے روبرو رکھ کر فرماتے کہ تمہاری مطلوبہ رقم چادر کے اس گوشہ میں بندھی ہے لے لو۔ جب مالک چادر کو کھولتا تو اس میں اسکی مطلوبہ مقدار موجود رہتی۔ آپ سپاہیانہ وضع کے حامل تھے اور ہمیشہ شمشیر اور سپر ساتھ رکھتے اواخر حال میں آپ مشہور آفاق ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ حضرت مذکور امی تھے لیکن علم لدنی کے اس درجہ حامل تھے کہ علمائے زمانہ ادق مسائل میں آپ سے مستفسر ہوتے اور آپ سے اپنا جواب پاتے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جب مولوی نظام الدین کو طلب حق دامن گیر ہوئی تو اپنی تمام تر قوت ارادی کے ساتھ آپ کے حلقۂ بیعت میں آگئے اور اس کا قصہ یوں ہے کہ:۔

مولوی نظام الدین شہر لکھنؤ میں فاضل اجل، عالم متبحر اور علامۂ وقت سمجھے جاتے تھے اور آپ کے بیشمار شاگرد و فضلا تھے لیکن مولوی مذکور کو ایک مدت سے کسی مرد کامل کی تلاش تھی اس سلسلہ میں انہوں نے کئی بزرگان وقت سے ملاقات کی اور ان کے احوال دریافت کئے ان کا سلسلۂ قادریہ عالیہ میں بیعت کا ارادہ تھا۔ اتفاق سے چند معتبر اشخاص کی زبانی انہوں نے سنا کہ اس وقت ایک بزرگ صاحب تصرف سکونت پذیر ہیں جنکا نام شاہ عبدالرزاق ہے اور جنکا تعلق خانوادہ قادریہ سے ہے۔ مولوی صاحب کو آپ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ایک روز دوپہر کے وقت مولوی صاحب درس و تدریس میں مشغول تھے کہ ان پر عشق الٰہی کا جاذبہ طاری ہوا جس پر مولوی صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ دوستو اب مجھ میں طاقت درس نہ رہی یہ چند کتابیں جو میں نے فراہم کی ہیں فلاں فلاں شاگرد کو دیتا ہوں اور اپنی وجہ معاش سے اپنی اولاد کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں اب تم سب کو چاہیئے کہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول رہے اور مجھے رخصت دے کہ میں شاہ عبدالرزاق کی

خدمت میں جا رہا ہوں۔ چنانچہ مولوی صاحب اٹھے اور تن تنہا حضرت شیخ کی خدمت میں روانہ ہوئے

راوی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ عبد الرزاق اس وقت اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے یکبارگی آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مسجد کے صحن میں آکر فرمایا الحمد للہ و المنۃ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی استعانت اور امداد سے اب ایک بڑے ملحد کو میرے ہاتھ پر توبہ نصیب ہوگی وہ آج شہر لکھنؤ سے نکل چکا ہے اور اس جانب آرہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ چند منازل طے کرنے کے بعد فلاں اور فلاں تاریخ فلاں وقت فلاں کنوئیں پر فلاں مقام پر مجھ سے ملاقات کریگا۔ اُس وقت حضرت شیخ کی خدمت میں جو لوگ حاضر تھے وہ متعجب اور متحیر ہوگئے کہ کون کافر آرہا ہے ان لوگوں نے حضرت کے ارشاد کے مطابق تاریخ اور وقت قلمبند کرلیا الغرض چند روز کے بعد مولوی نظام الدین اسی روز اسی تاریخ اور اسی وقت حضرت شاہ عبد الرزاق کی خدمت میں پہونچے۔ حضرت نے فرمایا اے نظام الدین آؤ کہ فقیر ایک مدت سے تمہارا انتظار کررہا ہے۔ پس آپ نے مولوی صاحب کو طلب کیا اور انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا۔ مولوی جی کہتے ہیں کہ اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ میرے سارے علوم زائل ہوگئے اور مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ اسکے بعد مجھے مقام انکشاف حاصل ہوا اور اس وقت شیخ نے مجھے دست بیعت سے سرفراز کیا اور اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرلیا۔ آپ نے سالک کی تلقین فرمائی اپنی صحبت سے مجھے فیضیاب فرمایا اور مجھے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول کردیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا مولوی تم اپنے مقام کو لوٹ جاؤ اور اپنے شاگردوں کی درس و تدریس میں مشغول رہو کہ "دست بکار و دل بیار" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے شیخ کے حسب الحکم لکھنؤ کو مراجعت کی اور درس میں مشغول ہوگئے لیکن آپ کا دل مدرسہ سے بیزار ہوچکا تھا۔ مجبوراً شاگردوں کی تعلیم کرتے لیکن ساتھ ہی ساتھ حضرت موصوف کی خدمت میں عریضہ تحریر کرتے کہ مجھے اپنے حضور میں طلب کرلیا جائے۔ چند عریضوں کے بعد حضرت شیخ نے جواب لکھا اگر مولوی میرے پاس آنا چاہتا ہے تو آجائے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے دوسری دفعہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور شاگردوں کو وداع کردیا مولوی صاحب کے فارغ التحصیل شاگردوں کے منجملہ طبقہ اول میں دو شاگرد کمال الدین اور وجیہہ الدین تھے ان دونوں نے اپنے استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا آپ نے ایک امّی اور

بدعملی درویش کو دستِ بیعت دیا جو جاہل محض ہے اس سے کیا حاصل ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ اس فرقہ ضالہ کے پاس سوائے کرامت کے کچھ اور نہیں جس کا اعتبار کیا جا سکے۔ مولوی نے فرمایا کہ دوستو ایک مدت تک میں نے اپنی عمر تحصیل علوم میں صرف کر دی اس سے مجھے کچھ سرمایہ حق حاصل نہ ہوا جب میں شاہ عبدالرزاق کی خدمت میں پہنچا تو تمام غوامض علوم حقائق اور معرفت الٰہی کما حقہٗ مجھے معلوم ہوا۔ اب مجھے میری حالت پر چھوڑ دو تاکہ میں اپنی بقیہ عمر اپنے شیخ کی خدمت میں بسر کر دوں۔ قصہ کوتاہ دوسری دفعہ مولوی صاحب شاہ عبدالرزاق صاحب کی جناب میں پہنچے۔ حضرت نے فرمایا نظام الدین تم علم کے کام سے معذور ہو گئے اب چند دن میری صحبت میں رہو۔ چنانچہ اسی روز سے مولوی صاحب کو خلوت در انجمن نصیب ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی روانگی کے بعد ان کے دونوں شاگردوں نے آپس میں کہا کہ مولوی صاحب ایک مرد امی کے مرید و معتقد ہو گئے ہم ان کی خدمت میں جا کر ان کے کمال کا امتحان لیں گے کہ وہ امی کامل ہے کہ جاہل اس کے بعد ان دونوں کے منجملہ مولوی کمال الدین نے کہا کہ ہم ان سے مسئلہ خرق و التیام افلاک اور اسکے تدور کے متعلق دریافت کریں گے کیونکہ حکمت الٰہیہ سے دورِ فلک کو قیام نہیں اپنی تموج مدور تو مدور ہے اور خرق التیام سے توقف زمانی لازم آتا ہے۔ تو پھر خرق التیام اور تدور کی حقیقت کیا ہے۔ دیکھیں گے اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ دوسرے شاگرد مولوی وجیہ الدین تھے انہوں نے کہا کہ میں ان سے فصوص میں سے ایک ادق مسئلہ لاینحل دریافت کروں گا اور دیکھوں گا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ الغرض ان دونوں شاگردوں نے باہم مشاورت کی اور حضرت شاہ عبدالرزاق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مولوی نظام الدین بھی وہاں موجود تھے کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کسی سے گفتگو فرماتے تو پہلے "خیر میدہد بکاف ہندی" کہتے اور بعد ازاں اسکے سوال کا جواب دیتے۔ چنانچہ ان لوگوں کے سوال کرنے سے قبل ہی حضرت شاہ عبدالرزاق نے فرمایا کہ کمال الدین تم نے مسئلہ خرق و التیام اور دورِ مسلسل افلاک میں عروج کیا جس سے آنحضرت علیہ السلام کے جسم مبارک پر اعتراض ہوتا ہے تم سے جو کچھ کہتے ہو وہ محض تمہاری غلط فہمی پر مبنی ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہماری روحوں

سے لطیف تر ہیں اور آپ کا سایہ نہیں ہے اگر آپ بے خرق والتیام دور مدور، افلاک سے گذر گئے اس میں تعجب کی کیا بات ہے اسکی بنیادی دلیل یہ ہے کہ ہمارا جسم بھی کثیف ہے لطافت کا حامل ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے کمر بند کو تین دفعہ اپنے جسم سے آر پار نکالا۔ مولوی کمال الدین نے آپ کی اس حالت کو دیکھ کر آپ کی کمال ولایت کا اقرار کر لیا۔

اسکے بعد آپ مولوی وجیہہ الدین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم مجھ سے فصوص الحکم کا فلاں مسئلہ پوچھنا چاہتے ہو وہ یوں ہے اور اسکا جواب علمائے متکلمین کے موافق یوں ہے مولوی مذکور کہتے ہیں کہ آپ نے اس مسئلہ کو اپنی قوت بیانی سے اس طرح ارشاد فرمایا کہ تسلیم میسر آگئی میں نے دل میں خیال کیا کہ اس مرد امی کو علم کلام میں کتنی قدرت حاصل ہے۔ فوراً آپ نے فرمایا اے احمق! تعجب کیوں کرتے ہو وہ ہم ہی تھے کہ زبان عربی میں محمد عربی سے گفتگو کی تھی وہ ہم ہی ہیں کہ عربی میں محی الدین سے ہم نے گفتگو کی ہے اور یہ بھی ہم ہی ہیں کہ اب ہندی میں تم سے ہم کلام ہیں یہ وہی شخص واحد ہے کہ جس نے مختلف سن میں گفتگو کی ہے اور یہ وہی ایک کلام ہے جسے دوسرے قالب میں بیان کیا جا رہا ہے یہ سنتے ہی دونوں شاگرد حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں بھی شرف بیعت سے مشرف فرمائیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے استاد تمہارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تم ان کی جگہ رہو فقیر کو تم سے موافقت نہ ہوگی۔ اسکے بعد آپ نے مولوی نظام الدین کے دونوں شاگردوں کو ان کے مقام کو واپس کر دیا۔

بعض دیگر راویوں کا قول ہے کہ آخر ایام میں مولوی کمال الدین آپ کے شرف بیعت سے سرفراز ہوئے واللہ اعلم۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک روز علماء زمانہ کے منجملہ ایک شخص آپ کے امتحان کے لئے آیا وہ حالت جنابت میں تھا۔ اسلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی آپ نے فرمایا کہ جبر سید بکاف ہندی ان کنتم جنبا فاطھروا عالم مذکور شرمندہ ہوا اور آپ کی ولایت کا مقر ہو گیا۔

صاحب رسالہ مکاشفہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ کو حقہ کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک روز حضرت شیخ بارش کے موسم میں آدھی رات کے وقت ایک کوچہ سے گذر رہے تھے یکایک آپ نے

بلند آواز میں فرمایا لوگو! اگر اس وقت کوئی مجھے حقہ کا ایک دم لگوا دے تو میں اسے اس سرزمین کی بادشاہی عنایت کروں گا وہاں یہ بازاری حقہ کش بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے حقہ تیار کیا اور حضرت کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے حقہ کھینچا اور اس شخص کی صورت دیکھ کر فرمایا تم میں بادشاہی کی لیاقت نہیں خیر میں تمہیں سلطان کا وزیر کر دوں گا۔

راوی روایت کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ بعد یوں ہوا کہ بازاری حقہ کش کے اڈے کے ہمسایہ میں ایک سردار رہتا تھا اس کا ایک رفیق جو محمد شاہ کا عمدہ نوکر تھا فوت ہو گیا۔ امیر مذکور نے چاہا کہ اس شخص کے عوض کسی کا تقرر کرے چنانچہ اس نے حقہ کش مذکور کو جو متوفی سے تقریبًا مشابہ تھا طلب کیا اور سلطان کے دربار میں لے گیا۔ جب محمد شاہ بادشاہ دہلی نے اسکی ملازمت کے پروانے پہ دستخط کرنی چاہی تو اس کے قلم سے سہ ہزاری منصب جاری ہو گئی۔ بادشاہ نے اس کاغذ کو پھینک دیا اور دوسرا کاغذ لے کر لکھنا چاہا تو اس دفعہ اسکے قلم سے پانچ ہزاری منصب جاری ہو گیا اس نے اس کاغذ کو بھی پھینک دیا اور دوسرا کاغذ لیکر لکھنا چاہا تو اسکے قلم سے شش ہزاری منصب جاری ہو گیا۔ محمد شاہ بادشاہ متحیر ہو گیا اور اس بازاری حقہ کش سے اس حالت کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں بازاری آدمی ہوں ایک روز شاہ عبد الرزاق کا میرے پاس گذر ہوا اور آپ نے حقہ طلب کیا اور اس نے آپ کا ارشاد لفظ بلفظ بادشاہ کو سنایا۔ بادشاہ نے جب یہ حال سنا تو اس حقہ کش کو اسی وقت وزارت پہ فائز کر دیا اور حضرت شاہ عبد الرزاق کی خدمت میں عرضی روانہ کی کہ اگر ایک دم آپ کسی کو حقہ سلطنت دہلی بخشنا منظور فرمائیں تو آج ہی اس تاج بادشاہی کو کسی کے سپرد کر دیں اور مجھے مطمئن خاطر فرما دیں۔ کہتے ہیں کہ جب سلطان کا پیامبر حضرت مذکور کے سامنے آیا تو آپ نے اس کے کچھ عرض کرنے سے قبل ہی ایک ہلکے سے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اے شخص جاؤ اور محمد شاہ سے کہو کہ خاطر جمع رہے اسکی برتری مسلم ہے۔

الغرض آپکے کمالات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ قید تحریر میں نہیں آسکتے آپکا سن وفات نظر سے نہیں گذرا محمد شاہ بادشاہ کے آخر دور سلطنت میں آپ بقید حیات تھے آپکے کمال کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولوی نظام الدین لکھنوی جو ملک العلماء مولانا عبد العلی کے والد ماجد تھے آپ کے خوشہ چیں تھے۔ آپکی قبر بانسوی میں زیارت گاہ خلق ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

صاحب ولایت شیخ باکرامت حضرت شاہ عنایت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قاضی میر محمد فاضل پنج گنج میں فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عنایت اہل ہندوستان سے تھے اور آپ شاہ ٹاٹ کے عرف سے مشہور خلائق تھے ۔ یعنی آپ ٹاٹ کا جبہ اور کاغذی کلاہ پہنتے تھے اور اس پر باریک ڈوریاں دستار کی مانند باندھتے تھے جب آپ شہر اورنگ آباد تشریف لائے تو آپ پر باب فتوح مفتوح ہو گیا جسے تمام کا تمام آپ تقسیم فرما دیتے تھے ۔ مولوی قمر الدین کو آپ کی خدمت میں اعتقاد پیدا ہو گیا وہ اکثر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے ایک روز انہوں نے فرزند کی خواہش کی اور التماس دعا کیا ۔ شاہ موصوف نے کہا میاں قمر الدین حکم خداوندی سے تم کو فرزند ہو گا جو تمہاری طرح فاضل ہو گا اور عمر طبعی کو پہنچے گا ۔ پھر آپ نے انہیں ننیانوے (۹۹) ناموں سے منجملہ ایک اسم کی اجازت دی اور فرمایا کہ ایک سال تک میں یہاں رہوں گا اور تمہارے فرزند کو دیکھ کر جاؤں گا ۔ آپ کے اس ارشاد سے حاجی حسام الدین اور مولوی فصیح الدین ناخوش ہو گئے اور کہا کہ اس کا علم صرف خدا کو روشن ہے اس جاہل بدبخت نے خود کو نہ جانے کیا سمجھ کر ایسا کہا کیونکہ یعلم ما فی الارحام کے مصداق خدائے تعالیٰ کے سوائے اس علم کا اور کوئی عالم نہیں اسکے بعد مولوی فصیح الدین مذکور آپ کی خدمت میں آئے اور کہا السلام علیکم آپ نے ان کا جواب نہ دیا مولوی برہم ہو گئے اور کہا اے بدبخت اتنی میں سلام کر رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے اور ملحدانہ کلمات اور عالم غیب کی خبریں کہہ رہے ہو تم اس مسجد اور اس مقام پر رہنے کے لائق نہیں حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اے عالم بے خبر تو اول تم بے طہارت حالت جنابت میں مسجد میں آئے اور دوسرے یہ کہ سلام علیک کہہ رہے ہو میں نے اسلئے جواب نہیں دیا ۔ پہلے غسل کرو اور پھر جو چاہے کرو ۔ مولوی شرمندہ ہو گئے وہ واقعی ناپاک تھے پھر انہوں نے غسل کیا اور آپکے قدموں پر گر پڑے ۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کلیم اللہ مدقی کے مرید تھے ۔ علم ظاہر کا اسقدر نہ تھا کہ نماز میں آپ

سورہ "الم ترا" بھی پڑھ سکیں۔ بیشتر خوارق عادات کے حامل تھے جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا اس پر عمل ہو کر رہتا۔ اسمائے حسنیٰ کے حامل تھے نواب آصفجاہ کے عہد میں بقید حیات تھے۔

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ذکر شریف

عاشق ذات کبریا، شیخ سریا، مجذوب حق شاہ بوریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب گنج نقل فرماتے ہیں کہ حضرت موصوف دلوں کے مالک تھے اور ہر کسی کے دل کے خطرات کو آشکارا کر دیتے تھے اورنگ آباد میں مسجد شائستہ خاں کے متصل سکونت پذیر تھے آپ کی خدمت میں ایک کتا رہتا تھا جسکا نام پیر دل خاں تھا اور جو ایک ہفتہ تک اپنے مقام سے حرکت نہ کرتا تھا جب اس کتے کی موت واقع ہوئی تو حضرت نے اسکی نماز جنازہ پڑھ کر اسکو مدفون کیا۔ اہل شریعت افراد نے اس پر ہنگامہ برپا کیا۔ اور آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے مجبوراً ان سے فرمایا کہ لوگو! کہ اگر قبر میں وہ کتا نہ ملے تو تم کیا کروگے پہلے مجھے یہ لکھ کر دیدو اسکے بعد اسکی قبر کھولو۔ ان لوگوں نے جو آپکی خوارق عادات سے واقف تھے اس قصہ کو وہیں ختم کر دیا۔ آپ کی وفات خجستہ بنیاد میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محرم گنج خفی، واقف رمز جلی، حضرت شیخی، حضرت شاہ بندہ علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت کو شاہ محمد غوث ملتانی سے بیعت و ارادت تھی۔ اوچھ ملتان میں خاندان قادریہ عالیہ یعنی شاہ صفی الدین بن سید سیف الدین عبد الوہاب بن حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ،

کی اولاد سے تھے۔ شاہ محمد غوث ملتانی کو بیعت و ارادت اپنے والد سید اسمٰعیل سے حاصل تھی جو اپنے والد شاہ عبد النبی کے اور وہ اپنے والد سید عبد القادر ثانی کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سید موسیٰ پاک دین کے اور وہ اپنے والد ماجد سید حامد گنج بخش کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سید موسیٰ پاک شہید کے اور وہ اپنے والد سید حامد جہاں بخش کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سید عبد الرزاق کے اور وہ اپنے والد سید عبد القادر کے وہ اپنے والد ماجد سید غوث کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سید شمس الدین کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار قدر سید شاہ میر جنید ثانی کے اور وہ اپنے والد سید علی کے اور وہ اپنے والد سید احمد ثانی کے اور وہ اپنے پدر سید مسعود کے اور وہ اپنے والد سید احمد کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سید صفی الدین المذکور کے مرید و خلیفہ تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

مولف عاصی تحریر کرتا ہے کہ سیدی حضرت رمز الٰہی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت شاہ بندہ علی قادری دراصل قوم قریش سے تھے آپ کے آباؤ اجداد سوداگر تھے خصوصاً آپ کے والد بھی تاجر تھے اور ان کو کوئی نرینہ اولاد نہ تھی ایک روز وہ ایک صاحب تصرف و کرامت مجذوب کی خدمت میں اولاد کی آرزو لے کر حاضر ہوئے اور التماس کی مجذوب مذکور مسکرانے لگے اور کہا کہ اے فلاں تم کو ایک لڑکا ہوگا جو تمہارے بعد تمہارا قائم مقام رہیگا اور ایک لڑکا ہوگا جو ہمارے کام آئے گا۔ آپکے والد نے قبول کیا کہ بڑے لڑکے کو میں آپ کی خدمت میں پہونچا دوں گا اور دوسرا لڑکا جو مجھے مرحمت ہوا ہے وہ میری تربیت میں رہے گا۔ الغرض سوداگر مذکور کو کچھ عرصہ بعد دو فرزند پیدا ہوئے اور مجذوب صاحب نے ان کے گھر جاکر ایک فرزند طلب کیا سوداگر مذکور نے وعدہ وفا نہ کیا اور صرف ایک لڑکے کو مجذوب صاحب کے سامنے لاکر کہا کہ یہی ایک لڑکا ہوا ہے دوسرا لڑکا پیدا نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں پہونچا دیتا۔ مجذوب صاحب جو باکمال تھے حدت آمیز غصہ میں کہا کہ خیر کوئی مضائقہ نہیں اس ایک لڑکے میں سے آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا ہمارا یہ کہہ کر مجذوب صاحب نے اپنی ایک انگلی حضرت بندہ علی کے نصف بدن پر پھیری جس سے راوی کا بیان کے بموجب معاً حضرت کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں خشک ہو گیا سوداگر مذکور اپنے کئے پہ نادم ہوئے اور اپنے اس فرزند سے دست برداری اختیار کی اور مجذوب صاحب کے سپرد کر دیا۔

اس روز سے حضرت شاہ بندہ علی معشوق اللہ اس مجذوب کی صحبت میں رہنے لگے جب آپ سن شعور کو پہونچے تو درویش مذکور کے ساتھ جو مجذوب تھے ملتان آئے اور شاہ محمد غوث ملتانی سے بیعت

و ارادت حاصل کی۔ حضرت شاہ محمد غوث نے آپ کو تلقین اور لوازم بیعت کے بعد خانقاہ کے باورچی خانہ کے دیگ کی دھلوائی کی خدمت پر مقرر کیا۔ حضرت موصوف کامل بیس سال تک اس خدمت پر سرگرم رہے ساتھ ہی ساتھ آپ نے حبس دم کا اس درجہ مجاہدہ کیا کہ کثرت حبس دم کے باعث آپ کے طارق میں سوراخ ہو گیا تھا۔ سیدی حضرت رمز الٰہی فرماتے ہیں کہ اکثر آپ اپنے مریدین کو یہ سوراخ دکھاتے اور کہتے کہ فقیر نے یہ نعمت اس قدر محنت شاقہ سے حاصل کی ہے اور مفت میں تمہیں دے دیا۔

سیدی رمز الٰہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اپنی نہایت میں آپ جب ہدایت کی جانب رجوع ہوئے تو ذکر لقلقہ میں مشغول ہو گئے اس وقت میں مبتدی تھا میں نے ایک روز عرض کیا کہ حضرت تو خود لقلقہ میں مشغول ہیں اور ہم مریدین کو اس دوسرے مجاہدہ کا حکم دیتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے آپ مسکرائے اور اپنا دہن مبارک کھول کر اس سوراخ کو دکھایا اور فرمایا کہ سید بادشاہ میں نے اس قدر محنت کی ہے اور اب درجہ لقلقہ کے قابل ہوا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ النہایۃ ھو الرجوع الی البدایۃ کہا گیا ہے۔

حاصل تحریر یہ کہ بیس سال کے بعد حضرت شاہ محمد غوث ملتانی ایک روز خانقاہ کے مطبخ میں گئے بہت بڑا کمرہ تھا تو آپ نے دیکھا کہ ایک معتقد خدمت میں اس قدر مامور اور مصروف ہیں کہ لباس کو باندھنے کی بھی فرصت نہیں اور آپ کا لباس کھلا ہوا ہے اور آپ اسی حالت میں اپنے کام میں مشغول ہیں آپ کے عروج سلوک کے آثار آپ کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث ملتانی نے جب آپ کو "دست بکار دل بہ یار" کا پابند پایا خوش خوش آپ کے سامنے آئے اور اپنے دست مبارک سے آپ کا لباس باندھ کر آپ کو بندہ علی کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور اسی روز سے دیگ کی دھلوائی کی خدمت موقوف کر کے آپ کو اپنی صحبت خاص میں جگہ عنایت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت کو شاہ محمد غوث کا قرب حاصل ہوا اور آپ سالہا سال اپنے مرشد کے حضور میں حاضر رہے یہاں تک کہ تمام خلفاء و مریدین میں ممتاز ہو گئے۔ حضرت شاہ محمد غوث ملتانی کے اکثر خلفاء مجذوب سالک تھے۔ مثلاً شاہ چنو صاحب، شاہ غیبو صاحب، شاہ صفی الدین وغیرھم۔ ان تینوں حضرات میں ایسا جذب غالب رہتا تھا دو دو مہینے تک شہر میں تشریف نہ لاتے اور ذوق صحرا نوردی سے یہ سب آشنا تھے۔

جیسا کہ حضرت رمز الٰہی اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ علیو صاحب پر حالت استغراق کا اتنا غلبہ رہتا کہ وہ شبانہ روز مراقب الی اللہ رہتے ایک دفعہ وہ شب کے آخری پہر میں خانقاہ کے حوض میں غسل کے لیے آئے یہ سرما کا زمانہ تھا۔ اور ملتان کی سردیاں مشہور ہیں کہ اس موسم میں وہاں پیالوں میں کا پانی بھی منجمد ہو جاتا ہے وہ حوض میں ہی تھے کہ پانی جم گیا ان کا سر مبارک پانی سے اوپر تھا اور بقیہ تمام جسم سینہ تک پانی میں تھا اور وہ آنکھیں بند کیے ہوئے مراقبہ تھے اور انکو صورت حال کی کوئی خبر نہ تھی جب صبح ہوئی تو خانقاہ کے لوگ طہارت کے لئے حوض پر گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت موصوف اس حالت میں ہیں۔ ساری خانقاہ میں شور و غل اور آہ و فغاں برپا ہو گیا۔ شاہ محمد غوث کو بھی خبر کی گئی حضرت موصوف بھی تشریف لائے اور متعجب ہو گئے۔ کچھ دیر بعد احمد خاں ناظم ملتان کو خبر پہونچی وہ بھی از رہ ارادت حاضر ہوا بالآخر تبر سے سارے حوض کو توڑ دیا گیا تب کہیں حضرت شاہ علیو افاقہ ہوا اور آپ اپنی حالت انجماد میں تبسم فرمانے لگے۔

اسی طرح حضرت شاہ چنو صاحب علیہ الرحمہ پر جذب اس درجہ غالب تھا اور آپ کبھی کبھی حالت سلوک میں رہتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز وہ کمال غلبۂ جذب میں باغ میں تشریف فرما تھے باغبان اس کا خادم تھا وہاں چند پکے ہوئے پھنس تھے۔ ملتان کے پھنس مشہور ہیں جو ایک گز طویل بہت وزنی اور ضخیم ہوتے ہیں دوکاندار جب جاتا ہے تو اسکو دو گائے پر رکھ کر اپنی دوکان کو لے جاتے ہیں جب حضرت موصوف وہاں تشریف لے گئے تو باغباں نے تقدیم کی اور عرض کیا کہ حضرت اسی جگہ رہیں غلام کچھ کھانے کے لئے حاضر کرتا ہے آپ نے کہا فقیر حاضر ہے باغباں کے گھر جا کر لوٹنے تک آپ نے دو پھنس کھا لئے۔

نقل دیگر: کہتے ہیں کہ حضرت شاہ محمد غوث ملتانی کا معمول تھا کہ وہ بنانی داتی پاکدامن کے عرس میں بہ ہیئت تمام تشریف لے جاتے یعنی تقریباً تین سو افراد آپ کے ہمراہ رکاب ہوتے۔ ایک روز ایام عرس میں آپ وہاں رونق افروز تھے یہ سخت سردی کا زمانہ تھا شدت سرما کے باعث ہر روز بیس گائے خریدے جاتے تاکہ لوگ سرد راتوں میں انکو کھا سکیں ایک دفعہ لوگوں نے ان کو بھون کر چودہ تودوں میں تقسیم کر کے رکھ چھوڑا تھا کہ حضرت شاہ چنو صاحب حالت جذب میں آئے اور سارا گوشت اکیلے ہی تناول فرمایا وقیس علی ذالک ان سے اکثر احوال غریبہ ظہور میں آتے تھے جو قید تحریر سے باہر ہیں

حضرت شاہ صفی الدین صاحب کے مختصر حالات یہ ہیں کہ ایک روز آپ عرس مذکور میں شاہ محمد غوث کے ہمراہ رکاب تھے جو آپ کے بھائی اور مرشد ہوتے تھے سارے خدام جابجا ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے ایک پرانی مسجد میں جو قریب ہی واقع تھی تنہا قیام کرنا چاہا۔ لیکن اس مسجد میں آپ سے قبل ایک بازاری عورت اتر چکی تھی ہرچند آپ نے اس سے کہا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ اس عورت نے جو بازاری تھی شور و غوغا بلند کیا۔ شاہ صفی الدین نے کہا کہ اے عورت اگر تم اس مسجد سے نہ جاؤ گی تو میں تمہاری گائے کھا لوں گا اس عورت نے آپکی گفتگو پہ یقین نہ کیا دونوں نے اس مسجد میں قیام کیا جب دن گذرا اور رات ہوئی تو سارے لوگ محو خواب ہو گئے اور حضرت مذکور نے اسکی ساری گائے تناول فرمائی اور اسکے چمڑے اور ہڈیوں کو جمع کر دیا اور چاہتے تھے کہ اس گائے کو زندہ کر کے اس عورت کو دیدیں۔ اس عرصہ میں کسی نے آپکی یہ حرکت حضرت شاہ محمد غوث ملتانی سے کہہ سنائی۔ حضرت مذکور جلد وہاں تشریف لائے اور گائے کی ہڈیاں اور چمڑا اپنے پائے مبارک سے دور کر دیا اور اس عورت سے منت و سماجت کے بعد اس گائے کی قیمت اس کو ادا کر دی۔ اور کہا کہ مجھے ان دیوانوں سے شک پیدا ہو گیا ہے اگر یہ لوگ صحراؤں میں رہیں تو بہتر ہوگا تاکہ ان سے لوگوں کو ایذا نہ پہونچے۔

ان ساری حکایات کا مقصود تحریر یہ ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث ملتانی کے سارے خلفاء میں حضرت شاہ سید علی سالک تر تھے ایک روز یا حی یا قیوم کے شغل میں جو آپ کو جناب شاہ غیبو سے حاصل ہوا تھا آپ پہ جذب طاری ہوا اور آپ باورچی خانہ میں تشریف لے جا کر کچے چاول دس یا بیس سیر اور ایک بڑی کشتی میں بھرے شلغم تناول فرمائے۔ جب صورتحال شاہ محمد غوث ملتانی کو معلوم ہوئی تو آپ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور فرمایا کہ یہ جانوروں کی وضع ہے نہ کہ انسانوں کی۔ تم سالک رہو دیوانے نہ ہو۔ اور آپ کو تین شب و روز اپنے حجرۂ خاص میں رکھا اور توجہ فرمائی جس سے حالت جذب غائب ہو گئی اس کے بعد پھر کبھی آپ پہ حالت جذب طاری نہ ہوئی اور پچاس سال کی مدت دراز تک آپ حالت سلوک میں رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ نے شاہ محمد غوث ملتانی کی خدمت میں سیر و سلوک کی تکمیل فرمائی تو حضرت غوث نے آپ کو اپنے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم ملک دکن جاؤ تمہارے فرمان میں یہی مقام لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت موصوف اپنے شیخ کے حکم کے بموجب خطہ دکن

آئے اور جب آپ نے خجستہ بنیاد میں قدم رنجہ ہوئے تو وہاں کی فضا آپ کو پسند خاطر ہوئی اور آپ نے وہیں کی سکونت اختیار کر لی۔ ایک عرصہ دراز تک آپ گوشہ انزوا میں رہے لیکن مشک کی بو چھپائے نہیں چھپتی آخرش آپ مشیخت و بزرگی بلا قصد مشہور ہو گئی۔ ایک عالم آپ کی جناب میں رجوع ہوا۔ خصوصاً مردوں سے زیادہ تعداد میں خواتین آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اسکے بعد حضرت موصوف نے اورنگ آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور خانقاہ کی بنار ڈالی آپ گیارہویں شریف کا کھانا بتکلف تمام تیار کرواتے لیکن کسی سے کچھ نذر نہ لیتے تھے۔ اگر کوئی منت سے نذر گزرانتا تو آپ اس کو رد نہ فرماتے اور اس کے عوض اسکو دوگنا عنایت فرمادیتے کھلا کوٹ کر تناول فرماتے اور نفیس اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کرتے۔ آپ اپنے گھر کے دروازہ پر نعرہ صدی بلند آواز میں لگاتے جس کو سنکر اہل خانہ آپ کی آمد سے واقف ہوجاتے اور گھر سے باہر نکل کر آپ کو اندر لے جاتے۔ مشائخین وقت آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے اور سبکو معلوم تھا کہ آپ قطب وقت ہیں۔ آپ کے کمالات، تصرفات اور خرق عادات کی کوئی حد نہیں اس مختصر تذکرہ سے آپ کے مرتبہ کا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سید علی رمز الہٰی جن کا ذکر آگے نقل کیا جائے گا۔ آپ کے مرید کامل اور خلیفہ اکمل تھے۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ماہ جمادی الاول ۱۲۰۵ھ میں واقع ہوئی۔ قبر شریف شہر خجستہ بنیاد اورنگ آباد میں زیارت گاہ خلق ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

دیگر تراجم و تصانیف

۱۔ ترجمہ مشکوٰۃ النبوۃ	جلد اول	تصنیف حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی	ہدیہ بیس روپے
۲۔ 〃 〃 〃	جلد دوم	〃 〃 〃 〃 〃	〃 بیس روپے
۳۔ 〃 〃 〃	جلد سوم	〃 〃 〃 〃 〃	〃 پندرہ روپے
۴۔ 〃 〃 〃	جلد چہارم	〃 〃 〃 〃 〃	〃 تیئیس روپے
۵۔ 〃 〃 〃	جلد پنجم	〃 〃 〃 〃 〃	〃 بیس روپے
۶۔ 〃 〃 〃	جلد ششم	〃 〃 〃 〃 〃	〃 پچیس روپے
۷۔ 〃 〃 〃	جلد ہفتم	〃 〃 〃 〃 〃	〃 بائیس روپے
۸۔ کلام عارف تذکرہ اجداد عارف		ابو الفضل سید محمود قادری	〃 دو روپے
۹۔ استعانت۔ مسئلہ ندا، توسل اور استعانت پر جامع تصنیف		〃	〃 دس روپے
۱۰۔ فردوس	(منتخبہ نعتیہ کلام	〃	〃 دس روپے
۱۱۔ کیف و سرور	منتخب غزلوں اور نظموں کا مجموعہ	〃	〃 دس روپے
۱۲۔ مسلک دیوبند علمائے دیوبند کی نگارشات کے آئینہ میں		〃	〃 سات روپے
۱۳۔ فیصلہ ہفت مسئلہ		حضرت شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی	〃 ڈیڑھ روپیہ

(مولود شریف۔ مروجہ فاتحہ۔ ندائے غیر اللہ۔ جماعت ثانیہ۔ امکان نظیر، امکان کذب جیسے مسائل پر بحث و تحقیق)